مکتوبات

خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ

تلخیص و ترجمہ

سید محمود القادری

از

مولانا نسیم احمد (امروہی)

شائع کردہ:۔ کتب خانہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ

صفحات .... (۳۰۰)

پہلا ایڈیشن ... ربیع الاول سنہ ۱۳۸۰ھ ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء

تعداد .... (۱۵۰۰)

قیمت مجلد: ساڑھے ۴ روپے

طابع: حفیظ نعمانی ———— تنویر پریس لکھنؤ

ناشر: ناظم کتب خانہ الفرقان ———— کچہری روڈ لکھنؤ

فہرست



مکتُوب الیہم

جن کا فٹ نوٹس میں تفصیلی یا اجمالی تذکرہ لکھا گیا، بحوالہ صفحات

شکر و دعا

از محمد منظور نعمانی

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

اس عاجز بندہ پر اللہ تعالیٰ کے بیشمار احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اُسنے اِس ناکارہ کو ایسے بہت سے کاموں کا واسطہ اور ذریعہ بننے کی توفیق دی جن سے اُسکے بندوں کو دینی نفع ہوا، اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا، انہی کاموں میں سے ایک اس کتاب کی تیاری اور اشاعت بھی ہے ؛

مولانا نسیم احمد فریدی میرے نہایت مخلص اور عزیز ترین دوستوں میں ہیں، میں نے اُن کو مشورہ دیا، کہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے مکاتیب میں جو اعلیٰ اللہ تصحیح عقائد، اصلاح اعمال واخلاق اور تذکیر آخرت جیسے جو مضامین ہیں، جن کا مطالعہ مسلمانوں کے تمام طبقات کے لئے یکساں طور پر مفید ہو سکتا ہے، وہ اُن کو اردو میں منتقل کر دینے کی خدمت اپنے ذمہ لے لیں ـــــــ اللہ تعالیٰ نے بہت اچھے طریقے پر اس کام کے انجام دینے کی اُنھیں توفیق دی، پہلے یہ سلسلہ "ماہنامہ الفرقان" میں بالاقساط شائع ہوتا رہا، اور اب اِس مستقل کتاب کی صورت میں ہمارے آپکے سامنے ہے۔

موصوف نے اس کتابی اڈیشن میں دو نہایت قیمتی اضافے بھی کئے ہیں، ایک صاحب مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے مختصر سوانح حیات، اور دوسرے ساٹھ سے اوپر مکتوب الیہم کے تفصیلی یا اجمالی حالات، جو جابجا فٹ نوٹس میں ناظرین کی نظر سے گزریں گے خواص اہل علم ہی اندازہ کرسکیں گے کہ اس ضمن میں یہ کام کتنا بڑا انجام پاگیا ہے —— اس کے علاوہ شروع میں ۱۱ صفحے کا "پیش لفظ" بجائے خود ایک قیمتی اور معلومات افزا اضافہ ہے ؛

"مکتوباتِ معصومیہ" کا یہ پورا سلسلہ میں نے پہلے "الفرقان" میں پڑھا تھا، اور جب کتابی شکل میں اس کی تیاری ہونے لگی، تو اس کی بعض کاپیاں اور کچھ پروف دیکھنے کی سعادت بھی مجھے حاصل ہوئی، میرے نزدیک بڑی نافع، بڑی بابرکت اور بڑی پرلذت کتاب ہے ؛

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یقین کے ساتھ امید ہے، کہ جن بندوں میں خیر و ہدایت کی کچھ بھی استعداد ہوگی، وہ اس کے مطالعہ سے انشاء اللہ ضرور منتفع اور متاثر ہونگے ؛

یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے بیشمار احسانات کی طرح اس کرم و احسان کے بھی ادائے شکر سے عاجز و قاصر ہے، اور بس دعا کرتا ہے، کہ جس طرح محض اپنے لطف و کرم سے اس نے یہ کام لیا، اسی طرح وہ اس کو قبول فرمائے، اور اپنے بندوں کیلئے نافع بنائے ؛

آمین یا رب العالمین



شراب کہنۂ ما لذّتِ دگر دارد

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد ـــــ اہل اللہ کے ملفوظات اور اُن کے اقوال وارشادات آج بھی دلوں کی سردمہری کو گرمئ عشق میں تبدیل کرنے کی تاثیر رکھتے ہیں، اُن کلماتِ طیبات کو پڑھ کر اور سُن کر خدا اور اُس کے رسُولؐ کی محبت ترقی پذیر ہوتی ہے، عملِ صالح کا جذبہ بیدار اور آخرت کا یقین تازہ ہوتا ہے۔ اُن کے ذریعہ نہ صرف قرآن وحدیث کی عظمت دل میں جاگزیں ہوتی ہے، بلکہ قرآن وحدیث کے بہت سے حقائق ومعارف منکشف ہوتے ہیں۔

بزرگوں کے ارشادات وکلمات جب مکتوبات کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں تو اُن کے افادات میں اور اضافہ ہو جاتا ہے ـــــ ان مکتوبات کے آئینے میں بزرگوں کی قلبی کیفیات اور اندرونی احساسات وواردات کا جلوہ انتہائی آب وتاب کے ساتھ پیشِ نظر ہو کر دعوتِ کیف وسُرور دیتا ہے ـــــ ان متبرک تحریروں میں اللہ ورسُول کے ارشادات کی ترجمانی، دینی دعوت، سلوک واحسان کی طرف رہنمائی، تزکیۂ نفس اور ذکر اللہ کی تلقین، دنیا

کی بے ثباتی اور آخرت کی پائیداری کا بیان، اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات کی تذکیر اور اس پر اعتماد و توکل کی ترغیب، غرضکہ وہ تمام اعلیٰ مضامین ہوتے ہیں جن پر عمل پیرا ہونا دارین میں خصوصاً آخرت میں کامیاب زندگی اور ابدی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔

بزرگوں کے ملفوظات کی طرح اُن کے مکتوبات مرتّب کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بہاریؒ کے مکتوبات اپنی خاص نوعیت اور تاثیر کے لحاظ سے غالباً سب سے پہلے باقاعدہ مرتّب ہوکر شہرت اور بقائے دوام کے بلند مقام پر جلوہ گر ہوئے۔ بعدازاں شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی برّد اللہ مضجعہ کے مکتوبات، وادیٔ سلوک کے سالکین اور علم معرفت کے طالبین کے لئے رشد و ہدایت کا خزانہ اور اخلاق حسنہ کا ذخیرہ اپنے پہلو میں لیکر افقِ ہند پر بصد شانِ دلربائی و رُوح پروری نمودار ہوئے۔

ہندوستان کی اس آخری سہ صد سالہ تاریخ ملت میں جو مکتوبات باہم اخلاص و للّٰہیت اور مقام دعوت و عزیمت پر سب سے زیادہ نمایاں ہوئے وہ حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نوراللہ مرقدہ کے مکتوبات ہیں ـــــ یہ مکتوبات تین جلدوں میں ہیں، اور شریعت و طریقت سے متعلق بلند پایہ حقائق و معارف کے علاوہ اپنے عہد کی مذہبی و سیاسی تاریخ پر بھی اچھی خاصی روشنی ڈالتے ہیں، اور دورِ اکبری کے عظیم ترین دینی فتنہ کو فرو کرنے میں حضرت مجدّدؒ کی جو مساعیٔ جمیلہ بروئے کار آئیں، اُن کا بھی ان سے بہت کچھ پتہ مل جاتا ہے۔ یہ مکتوبات ہر دور کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ، اور چراغ ہدایت ہیں ـــــ اپنے دور کے امراء، حکام، علماء، مشائخ اور عوام و خواص کو دینی، اخلاقی رُوحانی اور تبلیغی نقطۂ نظر سے جو کچھ ارقام فرمایا ہے، وہ بلحاظ افادہ آج بھی تمام مسلم طبقات کی صلاح و فلاح کا ضامن ہے ـــــ ان مبارک نوشتوں میں بڑی تابانی اور پوری رعنائی کے ساتھ افرادِ ملت بیضاء کے لئے دارین کی بہبودی کا سامان موجود ہے ـــــ ان کو پڑھ کر

اللہ و رسول کی محبت اور کتاب اللہ کی عظمت دل میں پیدا ہوتی ہے، ذکر اللہ، اتباعِ سنّتِ نبوی اللہ کا شوق بیدار ہوتا ہے۔ صحابۂ کرامؓ کی محبت دل میں موجزن ہوتی ہے، اور طریقِ اہلِ سنّت پر اطمینان و یقین کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ دنیائے دنی کی حقیقت معلوم کر کے اُس سے دل سرد ہو جاتا ہے، اور آخرت کی فکر ساری فکروں پر غالب آجاتی ہے ــــــ تبلیغی جدوجہد کے منافع سامنے آتے ہیں، اور اعلائے کلمۃ اللہ کی اُمنگ پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے بعد اُن کے صاحبزادے عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصومؒ آپ کے وارث و جانشین ہوئے، انھوں نے بھی ایمان و عشق کی دولت سے مالامال ہو کر اللہ کا پیغام بیشمار انسانوں تک پہنچایا، اور اسکے لاکھوں بندوں کو اُس کی راہ پر لگایا۔ نبیٔ عربی سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات کو رائج کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ــــــ شاہوں، امیروں، اپنے وقت کی اہم شخصیتوں، عالموں اور عامیوں کو اپنے نفسِ گرم کی تاثیر سے متأثر کیا ــــــ وہ دراصل اپنے والد ماجدؒ کی دولت کے وارث و امین اور اُن کے علوم و معارف کے شارح تھے، اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر اُمتِ مسلمہ کے اندر اصلاحی جدوجہد میں تادمِ آخر مشغول رہے۔ انھوں نے اپنے پنجاہ سالہ دورِ اصلاح و تربیت میں جو مکتوبات تحریر فرمائے، وہ بھی تین جلدوں میں ہیں ــــــ ان میں بھی عقائد و کلام، عبادات و معاملات، مقامِ احسان و تقویٰ، تزکیۂ نفس، تہذیبِ اخلاق اور اصلاحِ اعمال سے متعلق ارشادات و تفصیلات ہیں کیف آفریں اور وجد آگیں مضامین ہیں۔ ایمان افزا اور بصیرت افروز علوم ہیں۔

مکتوباتِ معصومیہ کی دوسری جلد کا مطالعہ میں نے سب سے پہلے کیا ــــــ اُس کو دیکھ کر میرے دل میں یہ داعیہ قوت کے ساتھ پیدا ہوا کہ ان علمی و روحانی جواہرات کا ترجمہ ہونا چاہئے ــــــ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی طے کیا کہ وہ مضامین جو سلوک و معرفت کے اونچے مقامات سے تعلق رکھتے ہیں،

اور جن کے سمجھنے کے لئے ان حضرات کے مقامات اور ان کی خاص اصطلاحات سے واقفیت ضروری ہے ان کو حذف کر کے تلخیص کے طور پر یہ کام انجام دیا جائے ــــــ چنانچہ میں نے ترجمہ و تلخیص کا یہ سلسلہ الفرقان میں شروع کر دیا، دوسری جلد ختم ہو جانے پر پہلی اور آخری جلد کا ترجمہ بھی اسی انداز میں کیا گیا ــــــ یہ کام دو سال تک جاری رہ کر تقریباً بائیس قسطوں پر منتہی ہوا ــــــ بحمداللہ ترجمہ کو پسند کیا گیا، مجھے معلوم ہوا کہ دورِ حاضر کے بعض اکابرِ ملت نے اپنی محفلوں اور مجلسوں میں اس کو بالالتزام پڑھوا کر سنا، اور علمی حلقوں میں اس کو بنظرِ استحسان دیکھا گیا ــــــ میرے محسن و مکرم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ بھی برابر پسندیدگی کا اظہار فرما کر میری ہمت افزائی فرماتے رہے ــــــ ظاہر ہے کہ مضامین میرے نہیں تھے، اُس عارفِ کامل کے تھے، جس نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعد ملتِ اسلامیہ کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں سنبھالی تھی، اور جس نے اپنی پوری زندگی اللہ اور رسولؐ کے عشق میں گذاری تھی، اُس کے کلام کی تاثیر نے اگر ترجمہ میں بھی اپنا رنگ دکھایا تو یہ صاحبِ کلام کا کمال ہے میرا نہیں ــــــ البتہ میرے حصّہ میں یہ سعادت مقدر تھی کہ ایک خاص انداز میں ان گرامی مکتوبات کو اپنی زبان میں پیش کر دوں ــــــ میں ہر چند نااہل ترجمان ہوں، لیکن اس پر نازاں ہوں کہ ترجمہ کے اوقات میں صاحبِ مکتوبات سے یک گونہ ربط قائم کر کے کچھ نہ کچھ اخذِ فیوض و برکات کرتا رہا، اگرچہ تہیدست اور کوتاہ عمل ہوں، لیکن ایک شیخِ کامل کی روحانیت کے دسترخوان سے اس زلّہ ربائی پر شکرِ خدا ادا کرتا ہوں ــــــ

مکتوباتِ معصومیہ کی جلدیں

جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا، مکتوباتِ معصومیہ کی تین جلدیں ہیں، ان میں پہلی جلد کے مرتب خواجہ محمد معصومؒ کے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ سرہندیؒ ہیں ــــــ ترجمہ کرتے وقت مطبع نظامی کی مطبوعہ، جلد اوّل میرے سامنے رہی ــــــ ــــــ دوسری جلد "وسیلۃ السعادۃ" کے نام سے موسوم ہے، اس کے مرتب میر شرف الدین حسین

بن میر علاء الدین محمد الحسینی الہروی ؒ ہیں ـــــ اس جلد کو انھوں نے صاحبزادۂ مکرم حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی ؒ کی فرمائش پر مرتب کیا ہے ۔ اس جلد کی بعض داخلی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مجموعہ اگرچہ ترتیب کے لحاظ سے موخر ہے، مگر تحریر کے لحاظ سے مقدم ہے ـــــ اس کے دیباچہ میں مصنف نے لکھا ہے، کہ : ـــــ

"حسب فرمائش صاحبزادۂ مذکور مکتوبات متفرقہ کو قید کتابت میں لاکر جلد ثانی کو ترتیب دیا گیا ہے "

یہ جلد ثانی جو لدھیانہ پریس کی مطبوعہ تھی، سب سے پہلے میرے مطالعہ میں آئی، اور سب سے پہلے اسی کے ترجمہ اور تلخیص کا کام میں نے انجام دیا ـــــ

تیسری جلد خواجہ محمد عاشور بخاری ؒ کی ترتیب دی ہوئی ہے ـــــ بروقت ترجمہ اس جلد کا نسخۂ مطبوعہ امرتسر میرے پیش نظر رہا ـــــ

رجال مکتوبات | ادارۂ الفرقان نے ترجمہ و تلخیص کے اس پورے سلسلہ کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ کیا، تو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ کے مکاتیب الیہم کے تراجم بھی بہم پہنچائے جائیں ـــــ اگرچہ پہلے بھی چند اہم شخصیتوں کے مختصر سوانح مکتوبات کے ساتھ درج کر دیئے گئے تھے مگر بعد کو اندازہ ہوا کہ مکتوبات جن جن کے نام ہیں، وہ اکثر و بیشتر بڑی بڑی شخصیتوں کے مالک ہیں۔ ان کے متعلق کچھ نہ کچھ معلومات ہونا چاہئیں ۔ یہ کام ایک مستقل کام تھا جس کے لئے بڑی جستجو اور تحقیق کی ضرورت تھی ۔ جہانگیری، شاہجہانی دور کے امراء اور علماء و مشائخ کی مکمل و مفصل تاریخ سامنے ہو اور پھر فرصت بھی ہو، تو یہ کام کسی نہ کسی درجہ میں انجام پائے ـــــ مجھ بے بضاعت کے پاس نہ اتنا وقت نہ اتنی صلاحیت کہ اس عظیم کام کو پورا کر سکوں ـــــ پھر بھی جتنا کچھ ہو سکا ہے اس سلسلہ میں کام کیا ـــــ

اس سلسلہ میں نزہتہ الخواطر مؤلفہ علّامہ حکیم سید عبد الحیٔ حسنی رائے بریلوی نے میری بڑی رہنمائی کی ـــــ مگر نزہتہ الخواطر میں علماء و مشائخ کے علاوہ صرف اُن امراء کا تذکرہ ہے، جو صاحب علم و فن ہوئے ہیں ـــــ خالص امراء کا تذکرہ اُس میں نہیں ہے ـــــ اس لئے دوسری کتابوں کی طرف مراجعت کرنا پڑی ـــــ

"مآثر الامراء" مؤلفہ سید عبد الرزاق خوافی نے بہت سے ایسے امراء کا پتہ بتایا، جو خواجہ محمد معصومؒ سے وابستہ تھے، اور جن کو اُن سے مکاتبت کا شرف حاصل ہے ـــــ

ایک دشواری یہ پیش آئی کہ مکتوب کے سرنامہ پر مکتوب الیہ کا نام درج ہے، اور تاریخ میں وہ کسی لقب سے مشہور ہے، یا اُس کا لقب مکتوب میں ہے، تو تاریخ میں وہ نام سے مشہور ہے ـــــ پھر ایک ہی دور میں ایک ایک لقب کے کئی اشخاص ہیں ـــــ ایسی صورت میں یہ متعین کرنا کہ ان میں مکتوب الیہ کون ہے؟ بعض اوقات بہت مشکل ہو گیا ـــــ مثلاً شمشیر خاں جن کے نام اس مجموعہ میں سب سے پہلا مکتوب ہے ـــــ متعین نہ ہو سکے ـــــ اس لئے کہ حسب ذیل شمشیر خاں خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوب الیہ بن سکتے ہیں :ـــــ

(۱) میر محمد یعقوب مخاطب شمشیر خاں بن شیخ میر از امرائے عالمگیر شاہی۔

(۲) شمشیر خاں بن علی خاں ترین از کبار علمائے شاہجہانی و عالمگیری۔

(۳) شمشیر خاں بن شیر خاں از امرائے شاہجہانی۔

اسی طرح تین ہمت خاں تھے، جو علیحدہ علیحدہ نام رکھتے تھے، اور ہم عہد تھے، ان میں ہمت خاں میر عیسیٰ کو متعین کرنے میں کافی غور و خوض اور قرائن سے کام لینا پڑا۔

اسی طرح تربیت خاں ایک مکتوب الیہ ہیں۔ اور اس لقب کے کئی اشخاص تاریخ میں ملتے ہیں، اور اُن میں کا ہر ایک زمانہ کے لحاظ سے مکتوب الیہ بن سکتا ہے، مگر مکتوب

کسی ایک ہی تربیت خاں کے نام ہے، اُس کو متعین کس طرح کیا جائے ——؟ حسب ذیل اشخاص اس لقب کے تاریخ میں ملتے ہیں :——

(۱) فخرالدین احمد برلاس المخاطب بہ تربیت خاں از امرائے شاہجہانی۔ (متوفی ۱۰۵۱ھ)

(۲) تربیت خاں میر آتش جو آخر عہد خلد مکان (عالمگیرؒ) میں عہدہ دار ہوئے۔

(۳) تربیت خاں شفیع برلاس —— (متوفی ۱۰۹۶ھ)

ممکن ہے آئندہ میں ان میں سے کسی ایک کی تعیین تشخیص پر مطمئن ہو جاؤں، یا کوئی صاحب جن کو سوانح و سیر سے دلچسپی ہو میری رہنمائی فرما دیں۔

بعض امراء وہ تھے، جن کا مآثرالامراء میں بھی نام و نشان نہیں —— ایسے اشخاص کی نشاندہی کے لئے مجھے رضا لائبریری رام پور کے ایک اہم تاریخی مخطوطہ (تاریخ محمدی) سے مدد حاصل ہوئی، اس کتاب میں ہر ورق پر ایک سن قائم کر کے اس سن میں جتنے مشاہیر کی وفات ہوئی ہے، اُن کے نام مع ایک سطری حال کے لکھ دیئے ہیں۔

مؤلف نے درجنوں تاریخ و تذکرہ کی کتابوں سے، ثقہ لوگوں کی روایتوں سے، اور مختلف ذرائع سے بارھویں صدی ہجری تک کے رجال کی اس عظیم الشان کتاب کو مرتب کیا ہے۔

سیّد نور بجر (بارہہ) ایک مکتوب الیہ ہیں —— ان کا نام چونکہ عجیب قسم کا تھا اس لئے خیال ہوتا تھا کہ شاید کاتب کی مہربانی سے کچھ کا کچھ نام لکھا گیا، مگر تاریخ محمدی

دیکھ کر اطمینان ہوا کہ اس نام کی ایک عظیم شخصیت سیف خاں کے لقب سے ساداتِ بارہہ میں بعہدِ عالمگیری ہوئی ہے۔

ایک مکتوب الیہ رعایت خاں ہیں ـــــ ان کا تاریخ محمدی میں ۱۰۶۳ھ کے ماتحت ان لفظوں میں تعارف ملا:ـــــــ

رعایت خاں از امرائے شاہجہانی و عالمگیر شاہی در فوجداری سیوستان فوت شد ـــــــ

دورِ عالمگیری کے متعدد عالی مرتبہ امراء حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے رُوحانی تعلق رکھتے ہیں؛ اُن میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ موجودہ تاریخیں اُن کا صحیح صحیح مختصر سا حال بھی بتانے سے پہلو تہی کرتی ہیں ـــــ رجالِ مکتوبات امام ربّانیؒ اور رجالِ مکتوباتِ معصومیہ کا کام کم از کم اب سے ڈیڑھ سو سال پیشتر ہو چکا ہوتا، تو یہ دشواریاں پیش نہ آتیں جو آج پیش آئیں ـــــ بہرحال میں نے حتی الامکان ان رجال کا پتہ چلایا ہے ـــــــ

روضۃ القیومیہ سے بھی اس سلسلہ میں مدد لی گئی ـــــ اس میں غیر ضروری باتیں تو بہت کچھ ہیں اور رجال سے بھی بحث کی گئی ہے، لیکن اہم شخصیات کی سوانح کا اہتمام نہیں کیا ہے ـــــ البتہ اس سے اتنا معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات خلفاء میں سے ہیں، اور یہ ارادتمندوں میں سے۔

میں نے میرک معین الدین احمد کا تذکرہ ذرا تفصیل سے کیا ہے ـــــ بدیں وجہ کہ مأثر الامراء میں ان کا تذکرہ بسط و تفصیل سے ہے ـــــ میں نے قریب قریب ان کے تمام اہم واقعات و سوانح کو مأثر الامراء سے اخذ کر لیا ہے ـــــ ان کا لقب امانت خاں تھا، لقب کے لحاظ سے پہلی جلد میں ان کا تذکرہ لکھا گیا ہے ـــــ نام کے لحاظ سے میم کی فہرست میں ان کا اندراج نہیں ہے ـــــ مکاتیب الیہم میں بعض پردہ نشین خواتین بھی ہیں مثلاً

جاناں بیگم بنت عبدالرحیم خانخاناں ـــــ ان کے حالات بھی جتنے بہم پہنچ سکے لکھے گئے ہیں ـــــ جاناں بیگم اس لحاظ سے ہندوستان کی مسلم مستورات و مخدرات میں اہمیت رکھتی ہیں کہ انھوں نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی تھی ـــــ

یہ امراء و حکام اور اعلیٰ منصب دار جنکے نام مکتوبات ہیں حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے یا نہیں؟ ـــ تاریخ و تذکرہ میں اس پہلو کو کہیں واضح نہیں کیا گیا مگر مکتوبات کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر حضرت موصوفؒ سے تربیت اور اصلاح باطن کے رشتے سے منسلک تھے ـــــ علاوہ ازیں وہ اوصاف حمیدہ و اخلاق حسنہ جو ان کو دیگر امراء و حکام سے ممتاز کرتے ہیں، وہ بھی صاف طور پر اعلان کر رہے ہیں کہ کسی درویش خدا پرست کے روحانی و اخلاقی اثرات سے یہ لوگ متاثر ہوئے ہیں ـــــ

شروع میں خواجہ محمد معصومؒ کے مفصل حالات درج ہیں اور شروع ہی میں اس شاہ درویش دوست (عالمگیر اورنگ زیبؒ) کے ضروری ضروری سوانح بھی لکھ دیئے گئے ہیں، جو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا مکتوب الیہ ہے، بلکہ اُن کا مرید و فیض یافتہ ہے[1] اُنکے صاحبزادے خواجہ سیف الدین سرہندیؒ سے جس نے روحانی کمالات حاصل کئے، جس کو اپنوں اور بیگانوں نے "ظالم"، "ستمگر"، اور خدا معلوم کیا کیا کہا، مگر دراصل وہ ہمدرد خلائق خدا پرست اور انسانیت نواز مومن کامل تھا ـــــ اسکے اخلاق عالیہ کی ہمہ گیری اور عالمگیری منصف مزاج مؤرخین کے نزدیک مسلّم و محقق ہے ـــــ وہ دیکھنے میں ایک تخت نشین تھا، لیکن مزاج اُس کا درویشانہ تھا، وہ نظر آتا تھا محل شاہی میں، لیکن اُس کی روح پرواز کرتی تھی معرفت و یقین کی فضاؤں میں، وہ صحیح المزاج

[1] شروع کے صفحات میں گنجائش نہ رہنے کی وجہ سے حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کا یہ تذکرہ کتاب کے آخر میں شامل کیا گیا ہے۔ (ناشر)

اُور معتدل الاخلاق بادشاہ تھا ـــــ اُس نے سختی کے موقع پر سختی اُور نرمی کے موقع پر نرمی اختیار کی۔ تاریخ کی سچی شہادتیں اُس کی اعلیٰ کرداری کے ثبوت کے لئے کافی اُور میرے قول کی موید ہیں۔

ترجمہ کے متعلق چند گذارشات | میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ترجمہ بامحاورہ ہو ـــــ آیاتِ قرآنی، عربی عبارات اُور عربی اشعار کا بھی ترجمہ کر دیا گیا ہے ـــــ البتہ فارسی اشعار کا ترجمہ قصداً نہیں کیا، اُور اس لئے نہیں کیا کہ شاید وہ ناظرین جو فارسی سے واقف نہیں ہیں، ان فارسی اشعار کے مطالب معلوم کرنے کے لئے ہی فارسی کی طرف متوجہ ہو جائیں، اُور یہ ذوق رفتہ رفتہ ترقی کرتا رہے، تا آنکہ وہ بزرگوں کے ملفوظات و مکتوبات کو براہِ راست دیکھنے کی صلاحیت پیدا کرلیں ـــــ پھر عجب نہیں کہ یہی ذوق اُن کو عربی کی تحصیل پر آمادہ کر دے، اُور بالآخر وہ قرآن و حدیث سے بغیر واسطہ مستفیض ہو جائیں۔

میں نے بعض فارسی تراکیب کو بعینہٖ باقی رکھا ہے، اُور کومے (" ") لگا دیئے ہیں ـــــ یہاں بھی میرے ذوق نے مجھے مجبور کر دیا ہے، کہ اُن الفاظ کو بجنسہٖ باقی رکھوں، تاکہ ان کی تاثیر من و عن باقی رہے ـــــ

میں نے اُن چند مکتوبات کے علاوہ جو حضرت مجددؒ صاحبؒ کے بعض خلفاء کے نام ہیں یا کسی ایسی شخصیت کے نام ہیں جو بعیت نہیں، اُور شہرت و عزت کے مقام پر فائز ہیں، یا اورنگ زیب عالمگیرؒ کے نام ہیں ـــــ باقی تمام مکتوبات میں مخاطب کے لئے بجائے "آپ" کے "تم" استعمال کیا ہے، اُور اس کے باوجود، مخدوما! کا لفظ برقرار رکھا ہے یہ بھی میرے ذوق کا تفرد ہے، ناظرین سے اُمید ہے کہ وہ اس چیز کو زیادہ محسوس فرمائیں گے علاوہ ازیں اُور بھی جو کوتاہیاں مجھ سے سہواً ہوئی ہوں، ان کو دامنِ عفو میں چھپائیں گے

یا مجھ ہیچمداں کو مطلع فرمادینگے، تاکہ آئندہ ان کا تدارک ہوجائے۔

شکریہ: من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے پیش نظر ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ کا شکریہ ادا کروں، جن کی ہمت افزائی اور دعاؤں نے اس کام کو منزلِ اختتام تک پہنچایا، اور جنھوں نے اس ترجمہ اور تلخیص کو اپنے موقر علمی واخلاقی پرچہ میں مسلسل شائع کیا، اور پھر کتابی شکل میں طبع کرانے کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔

عزیزی مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی زید مجدہم کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انھوں نے اپنی انتہائی سعادت مندی سے کل اقساط کو نہایت حسن واہتمام کیساتھ رسالہ میں طبع کیا، اور اب اسکی کتابت وطباعت کے مراحل میں بھی غیر معمولی دلچسپی اور انتہائی شغف سے کام لیا، دراصل انکے ذوقِ سلیم اور فہم مستقیم نے بھی اس کام کے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری بڑی نصرت کی ہے۔

محقق شہیر مولانا امتیاز علیخاں عرشی رامپوری مدظلہٗ ناظم کتب خانہ رام پور بھی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی عنایات سے مجھے رجال وشخصیات کی تحقیق میں سہولتیں میسر آئیں ——— اللہ تعالیٰ ان سب محسنوں کو باعافیت رکھے، اور دارین میں فائز المرام کرے۔

اے اللہ! ہم سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع صحابۂ کرامؓ کی محبت، سلف صالحین اور انکے طریقے پر چلنے والے علماء وصلحاء سے تعلق نصیب فرما ——— دنیا میں ایمان ویقین کی دولت اور عقائد صحیحہ کیساتھ اعمالِ حسنہ کی توفیق ارزانی فرما، اور آخرت میں اپنے نیک بندوں کیساتھ محشور فرما۔ آمین یارب العالمین۔

——— وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ———

مورخہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ
مطابق ۲۴ مئی ۱۹۶۰ء

نسیم احمد فریدی فاروقی امروہی عفرلہٗ
خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ

مختصر سوانح حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ

آپ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ثالث تھے، ۱۱ر شوال ۱۰۰۷ھ کو پیر کے دن پیدا ہوئے حضرت امام ربانیؒ فرمایا کرتے تھے، کہ محمد معصوم کی ولادت باسعادت میرے لئے نہایت ہی مسعود و مبارک ثابت ہوئی، کہ ان کی ولادت سے چند مہینے بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر اُن سے بیعت ہوا، اور بیعت سے مشرف ہو کر جو کچھ دولتِ رُوحانی حاصل ہوئی وہ ہوئی۔

آپ نے بعض کُتُب درسیہ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادقؒ سے پڑھیں، اور اکثر کتب درسیہ اپنے والد ماجد اور شیخ محمد طاہر لاہوریؒ سے، صاحب زبدۃ المقامات (خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ) تحریر فرماتے ہیں، کہ میں نے خود حضرت مجددؒ کو یہ فرماتے سُنا کہ:-

"محمد معصوم کا ہماری نسبتوں کو یوماً فیوماً اقتباس کرنا ایسا ہے جیسا کہ صاحب شرح وقایہ کا اپنے دادا سے وقایہ کا حفظ کرنا" (جیسا کہ شرح وقایہ کے دیباچے میں لکھا ہے) ——

حضرت مجددؒ اپنے ان صاحبزادے کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کرتے تھے، کہ:——

"بیٹا! ان علوم (معقول و منقول) کی تحصیل سے جلد فارغ ہو جاؤ، ہم کو تم سے بڑے کام

لیتے ہیں"۔ ——————

سولہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کو حاصل کر لیا تھا۔ تین ماہ کے قلیل عرصے میں قرآن مجید بھی حفظ کیا —— اپنے والد ماجد کی نگرانی میں ہی مراحل سلوک کو طے کیا، اور خلافت حاصل کی —— اپنے والد ماجد کے وصال (۱۰۳۴ھ) کے بعد مسند ارشاد پر اُنکے جانشین کی حیثیت سے متمکن ہوئے، اور عرب وعجم کو اپنے رُوحانی کمالات سے مستفیض فرمایا۔ حرمین شریفین کا سفر بھی کیا، اور حج وزیارت سے شرف حاصل کیا۔ ہندوستان آکر سرہند میں اپنی عمر عزیز کو درس وافادہ میں صرف کیا —— علاوہ ارشاد وہدایت کی درس وتدریس آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، تفسیر بیضاوی، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ، عضدی اور تلویح طلباء کو پڑھاتے تھے۔

شیخ مراد بن عبداللہ القزانی نے ذیل رشحات میں لکھا ہے کہ خواجہ محمد معصومؒ آیۃٌ من آیات اللہ تھے —— انھوں نے اپنے والد ماجد کی طرح تمام عالم کو منوّر کیا، اور اپنی توجہات عالیہ کی برکت سے جہل وبدعت کی تاریکیوں کو چھانٹ دیا تھا، آپکی صحبت اقدس کی تاثیر سے ہزاروں انسان رُوحانیت کے اونچے مقام پر فائز ہو گئے تھے —— کہا جاتا ہے کہ آپ کے مُریدین کی تعداد نو لاکھ تھی، اور خلفاء سات ہزار تھے —— آپ کے مکتوبات کی تین جلدیں ہیں جو شائع ہو چکی ہیں، ان مکتوبات میں اسرار غریبہ، نکات عجیبہ اور علوم بدیعہ مندرج ہیں —— اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا جذبہ ہر ہر صفحے سے ہویدا ہے، بہت سے مکتوبات وہ ہیں، جو معارف مجدّد الف ثانی کی تشریح وتوضیح کرتے ہیں سلطنت مغلیہ کے تینؔ بڑے بادشاہ جہانگیر، شاہجہاں اور عالمگیرؒ یکے بعد دیگرے آپ سے بیعت ہوئے، اور ان تینوں بادشاہوں کی حاضری آپ کے زمانہ میں سرہند میں ہوئی ہے۔ خصوصاً عالمگیرؒ

آپ کے مخلص ترین مرید اور آپ کے بھائیوں کے معتقد تھے ـــــ مکتوباتِ معصومیہ میں کئی مکتوب عالمگیرؒ کے نام ہیں، جن سے باہمی قلبی و رُوحانی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔

جہانگیری، شاہجہانی، اور عالمگیری عہد کے بڑے بڑے امراء آپ کے ارادتمندوں میں تھے۔ اُس زمانے کے بڑے بڑے علماء آپ کے حلقۂ بیعت میں شامل تھے۔ نواب مکرم خان جولاہور کے گورنر تھے، آپ کے ہی مرید و معتقد تھے، سب کچھ ترک کر کے سرہند میں آگئے تھے۔ ایک مرتبہ عالمگیرؒ نے نواب مکرم خاں سے اُن کی عمر دریافت کی، نواب صاحب نے بتایا کہ میری عمر چار سال ہے، عالمگیرؒ یہ سُن کر مُسکرائے، نواب مکرم خاں نے عرض کیا، کہ تعجب کی کوئی بات نہیں ہے، میں جتنی مُدّت (یعنی چار سال) اپنے مرشد کی خدمت میں رہا ہوں درحقیقت وہی میری اصلی عمر ہے، باقی تو وبالِ آخرت ہے۔

علم منطق کے مشہور زمانہ صاحبِ تصنیف استاذ میر زاہد آپ ہی کے مُرید تھے، اور بقول صاحب روضۃ القیومیہ آپ کے خلیفہ تھے۔

فارسی کے مشہور شاعر ناصر علی سرہندی بھی آپ کے مرید تھے۔ انھوں نے منجملہ اور اشعار کے اپنے پیر و مرشد کی شان میں یہ شعر بھی لکھا ہے ـــــ

چراغِ ہفت محفل خواجہ معصومؒ
مُنوّر از فروغش ہند تا روم

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مشہور اور باکمال حضرات ہیں، جنھوں نے خانقاہِ معصومیہ سے اخذ فیض کیا ہے۔

آپ کو اپنے والد ماجد کے اسرار و معارف پر بہت آگاہی حاصل تھی، جو معارف مکتوبات و تصنیفات حضرت مجددؒ میں درج نہیں ہوسکے، وہ آپ کے پاس محفوظ تھے۔

ہندوستان کے مشہور ماہر شریعت وطریقت بزرگ حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کا سلسلۂ دو واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے، اور صرف حضرت مرزا صاحب شہیدؒ کے ذریعے کرۂ ارضی پر بسنے والے لاکھوں نفوس نسبتِ مجدّدیہ سے فیض یاب ہوئے ہیں، دیگر تمام خلفاء اور خلفاء کے خلفاء سے جو گلشنِ دین کی آبیاری ہوئی، اُس کا اندازہ کوئی کیا لگا سکتا ہے۔

آپ کے چھ صاحبزادے تھے، جو سب کے سب باکمال اور آپ سے فیض یاب تھے۔ چھ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے ایک خلیفہ شیخ حبیب اللہ بخاریؒ (جو مشائخ خراسان و ماوراء النہر میں سے تھے) کے متعلق شیخ مراد بن عبداللہ کے حوالے سے نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے، کہ ان شیخ بخاریؒ کے چار ہزار خلفاء تھے ———— صاحبزادوں کے نام یہ ہیں: ————

(۱) شیخ محمد صبغۃ اللہؒ

(۲) شیخ محمد نقشبندؒ (حجۃ اللہ)

(۳) شیخ محمد عبید اللہؒ (مروج الشریعۃ، جامع مکاتیب)

(۴) شیخ محمد اشرفؒ

(۵) شیخ سیف الدینؒ [۱]

(۶) شیخ محمد صدیقؒ

۱؎ خود شیخ سیف الدینؒ کے ذریعے تو ملتِ اسلامیہ کو فروغ حاصل ہوا ہی، آپ کی اولاد نے بھی ہندوستان میں تعلیماتِ محمدیہ کے رائج کرنے میں حتی الامکان جدوجہد کی ـــــ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی فاروقیؒ، جو حضرت مولانا نانوتویؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ جیسے بزرگانِ دین کے اُستاذِ حدیث ہیں، اُن کا نسب اِس طرح آپ سے ملتا ہے: ـ شاہ عبدالغنیؒ ابن شاہ ابوسعیدؒ ابن حضرت صفی القدرؒ ابن عزیز القدرؒ ابن شاہ عیسیٰ ابن حضرت سیف الدینؒ۔ ۱۲

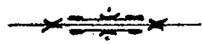
بہتر سال کی عمر میں ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ کو بعہد سلطنت عالمگیر السّلام علیکم فرماتے ہوئے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت گزیں ہوئے، آپ کا مزار پُرانوار سرہند میں ہے۔

ناصر علی سرہندی نے آپ کی تاریخ وفات میں حسب ذیل قطعہ لکھا ہے۔

ع

چراغ خاندانِ نقشبنداں
فروغ دینِ احمدؐ خواجہ معصومؒ
بسوئے گلشن عقبیٰ قدم زد
ازیں ویرانہ آباد کہن بوم
ز دل پرسیدم از سالِ وفاتش
ندا آمد ز عالم رفت معصومؒ
۱۰۷۹ھ

(روضۃ القیومیہ، مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین، رود کوثر)
(نزہۃ الخواطر جلد ۵)



مکتوبات

خواجہ محمد معصوم سرہندی

(تلخیص و ترجمہ)

تلخیص و ترجمہ
"وسیلۃ السعادہ"

از مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوب (۱۱) شمشیر خاں[1] کے نام

اللہ تعالیٰ تمھاری ذاتِ بابرکات کو اپنی عنایات سے خوش رکھے، اور اتباعِ سُننِ مصطفوی سے تم کو مزیّن کرے، حقائق آگاہ محمد حنیف نے تمھاری مہربانیوں کا بہت کچھ اظہار کیا ہے، اور تمھارے پاس ایک ایسا مکتوب بھیجنے کی درخواست کی ہے، جو نصائح پر مشتمل ہو، اُن کی درخواست کے پیشِ نظر یہ چند کلمے غیر مربوط طریقے پر لکھ رہا ہوں۔

---

[1] اس نام و لقب کی تین شخصیتیں ہیں، جو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے زمانے میں پائی جاتی ہیں:- (۱) شمشیر خاں بن علی خاں ترین۔ ان کے متعلق تاریخ محمدی قلمی (رضا لائبریری رام پور) میں ہے "از کبارِ عظمائے شاہجہانی و عالمگیری بود قلعہ داری کابل فوت شد و پدرش در سنہ ۱۰۳۵ھ گذشت۔ ان کا انتقال سنہ ۱۰۵۳ھ میں ہوا ——— (۲) میر محمد یعقوب مخاطب بہ شمشیر خاں بن شیخ میر بن میر محمد جان خوافی۔ یہ بھی اُمرائے عالمگیری میں سے تھے، جنگِ افغانانِ کابل میں مقتول ہوئے (تاریخ محمدی)۔ (۳) شمشیر خاں ابنِ شیر خاں — (بقیہ صفحہ ۲۰ پر)

مخدوما ــــــ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مہمل پیدا نہیں کیا، اور اُس کو اُسی کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے، کہ جو دل میں آئے کرے، اور خواہش نفس کے مطابق زندگی گذارے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اوامر و نواہی کا مکلف کیا ہے، اور گوناگوں احکام کا اس کو مخاطب بنایا ہے۔ لہٰذا اسکے بغیر چارۂ کار نہیں، کہ انسان انھیں احکام کے مطابق زندگی بسر کرے، اور جو خواہشات ان احکام ربانی کے خلاف ہوں، اُن کو خیرباد کہہ دے ــــــ اگر ایسا نہ کرے گا، تو مولائے حقیقی کے غضب و قہر اور عذاب و عقوبت کا مستحق ہوگا ــــــ وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں، جو تعمیلِ حکمِ مولیٰ میں کمر ہمت باندھے ہوئے ہیں، اور پوری توجہ کے ساتھ اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں ــــــ

دُنیا زراعت کی جگہ ہے، زراعت کے وقت عیش و آرام میں مشغول ہونا، اور خالی لذتوں میں مبتلا ہونا اپنے آپ کو اس سرمدی آرام سے جُدا رکھنا ہے (جو دُنیا میں صحیح طریقے پر زندگی گذارنے پر آخرت میں ملے گا) عقل دُور اندیش "لذاتِ باقیہ مرضیہ" کو چھوڑ کر "لذاتِ فانیہ مبغوضہ" پر ہرگز فریفتہ نہیں ہو سکتی ــــــ

تصحیح عقائد کے بعد علمائے اہلِ سُنّت و جماعت کی صائب رائے (جو کہ کتاب و سُنّت سے ماخوذ ہے) کی موافقت بیحد ضروری ہے، نیز ادائے فرض و واجبات اور اجتناب از محرمات کے بغیر کام نہیں چل سکتا ــــــ

(ص ۱۹ کا بقیہ حاشیہ) یہ اُمرائے شاہجہانی میں تھے، سنہ ۱۰۵۲ھ یا ۱۰۵۳ھ میں فوت ہوئے (تاریخ محمدی)
یہ مکتوب الیہ غالباً میر محمد یعقوب مخاطب بہ شمشیر خاں ہیں۔ ۱۲

نماز بہترین عبادت اور معتبر ترین طاعت نماز ہے، جو کہ ستون دین اور درمیان مسلم و کافر فارق مبین ہے، اور جو "قرب" نماز کی ادائیگی کے وقت حاصل ہوتا ہے، وہ نماز سے باہر مشکل ہے، پس نماز کو پانچ وقت جماعت، جمعیت قلب، تعدیل ارکان اور اسباغ وضو کے ساتھ اوقات مستحبہ میں پڑھنا چاہیئے (اسکے بعد چند احادیث فضائل صلوٰۃ کی تحریر فرمائی ہیں)۔

زکوٰۃ "اموال نامیہ" میں زکوٰۃ رغبت کے ساتھ دینی چاہیئے، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، کہ صدقہ و زکوٰۃ مال کو گھٹاتے نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے ایک سال گذرنے پر اور خرچ سے زائد مال پر (ایک خاص نصاب مقرر کر کے) چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے لئے فرض کیا ہے۔

بڑی بے انصافی ہوگی، اگر ہم ادائے زکوٰۃ میں تساہل اختیار کریں، اور حیلہ کر کے اس کو ترک کر دیں ــــ جان اور مال سب اللہ کی ملکیت ہیں، اگر اللہ تعالیٰ تمام مال فقراء میں تقسیم کرنے کا حکم دے دیتا، اور جان کو طلب کر لیتا، تو "بارگاہ صمدی" کے نیازمند شوق تمام کے ساتھ جان و مال قربان کر دینا اپنی سعادت مندی سمجھتے۔ ؎

گر بہ نقد جاں توانستے خریدن وصل دوست

طالب وصل تو بودے ہر کہ جانے داشتے

روزہ روزۂ ماہ رمضان ذوق و شوق کے ساتھ رکھنا، اور اس مدت "گرسنگی" و "تشنگی" کو اپنی سعادت شمار کرنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے :-

"ابن آدم کا ہر عمل دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ثواب پاتا ہے"۔ ــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ــــ مگر روزہ ــــ (کہ اسکے ثواب کا ٹھکانہ ہی نہیں)

روزہ میرے لئے ہے، میں اس کی جزا خود براہِ راست عطا کروں گا (یا میں خود اس کی جزا ہو جاؤں گا) ــــــ انسان اپنی خواہشوں کو اور اپنے کھانے پینے کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے ــــــ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی تو اُس وقت جب وہ روزہ افطار کرتا ہے، دوسری اُس وقت جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا ــــــ روزہ دار کے مُنھ کی (خلوئے معدہ کے باعث ایک خاص قسم کی) بُو اللہ کے نزدیک مُشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے ــــــ روزہ ڈھال ہے ــــــ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ بیہودہ گوئی نہ کرے اگر کوئی اسے بُرا بھلا کہے بھی تو اُس سے کہہ دے (یا اپنے دل میں کہے) کہ میں تو روزہ دار ہوں" (بخاری و مسلم)

حج شرائط وجوب کی موجودگی میں حج بھی کرنا چاہیئے، اور بیت اللہ کے ذریعہ اللہ کا تقرب ڈھونڈھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے، کہ: ــــ

"حجِ مقبول کا ثواب جنّت ہے"

مسلمانی کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، ان میں سے ایک شہادتِ توحید و رسالت ہے، اور چار مذکورۂ بالا ہیں ــــــ اگر ان پانچ چیزوں میں سے ایک بھی نہ ہوگی، تو "خانۂ دین" ویران اور ناتمام رہے گا۔ بعد تصحیح عقائد و اعمال صوریہ ــــــ "سلوک طریقۂ صوفیا" بھی ضروری ہے، تاکہ معرفتِ حق حاصل ہو جائے، اور نواہشاتِ نفسانی کی آویزش سے نجات ملے ــــــ میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ جو بندہ اپنے مولا کی معرفت سے خالی ہے، اور اس کو نہیں پہچانتا، وہ کیسے اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور کس طرح

دوسری چیزوں سے مانوس ہے؟ (حالانکہ اس کا حال تو یہ ہونا چاہئے تھا، کہ)

بچہ مشغول کنم دیدۂ و دل را کہ مدام
دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

مکتوب (۱۳) مولانا محمد حنیفؒ[۱] کے نام

"وصول فیض" اور "برکاتِ طریق" "رعایتِ آداب" کے بغیر میسّر نہیں۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا ہے ـــــ "عدمِ رعایتِ آداب" میں ضرر کا پلّہ غالب رہتا ہے، اور نفع موقوف ہو جاتا ہے۔

دوسری بات یہ لکھنی ہے، کہ تم "ضبطِ اوقات" میں کوشش کرو اور اہم امور میں وقت صرف کیا کرو، ایسا نہ ہو کہ وقت یوں ہی خرچ ہو جائے ـــــ "کثرتِ اختلاطِ مردم" سے بھی بچتے رہو، کیونکہ (بے ضرورت زیادہ میل جول) "نسبتِ باطن" کی رونق برباد کرتا ہے ـــــ "بے نیّتِ صالحہ" مخلوق سے (زیادہ) ملنا جلنا خالق سے انقطاع کا سبب بن جاتا ہے ـــــ ایک بزرگ کا مقولہ ہے، کہ: "بدوں کی صحبت سے

---

[۱] فرزندوں کے بعد آپ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے پہلے خلیفہ ہیں، آپ کو خلافت دے کر کابل روانہ کر دیا گیا تھا، وہاں کے گرد و نواح میں بے شمار لوگ آپ کے مُرید ہوئے، اپنے پیر و مرشد کے زمانۂ حیات ہی میں ۱۰۷۵ھ میں وفات پائی، آپ کے سانحۂ ارتحال سے پیر و مرشد کو بہت غم ہوا، آپ کا مزار کابل کے قریب مانا خانو گاؤں میں واقع ہے۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

پرہیز کرو، اور نیکوں کی صحبت بھی اتنی رکھو، کہ حق عزّ و جل سے انقطاع نہ ہونے پائے"

اپنے مُریدوں اور مسترشدوں سے ایسا سُلوک کرو، کہ اُن کی نظروں میں تمہارا رعب قائم رہے، ایسی بے تکلّفی نہ برتنا جس سے وہ بالکل گستاخ ہوجائیں اور اُن کی اصلاح میں خلل واقع ہوجائے، ان دنوں چونکہ حواس پراگندہ ہیں اسلئے کوئی اور بات نہیں لکھ سکتا (پراگندگیٔ حواس کا باعث یہ ہے کہ) شب دوشنبہ ہفتم ماہ ذی الحجہ (۱۳۶۵ھ) کو والدہ صاحبہ (زوجۂ حضرت مجدّد الف ثانیؒ) نے سفرِ آخرت اختیار کیا، اور پسماندگان کو باسینۂ بریاں اور باچشم گریاں چھوڑ گئیں ——— ان کا وجودِ مُبارک "وسیلۂ سعادتِ کونین" اور "دریچۂ رضامندیٔ ربّ المشرقین" تھا ——— اب اس راہ سے کسبِ فیض سے محرومی ہوگئی ———

——— اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ———

——— احباب ان کے لئے ایصالِ ثواب کریں ———

وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا

مکتوب (۱۵) مولانا محمد حنیف کے نام: ———

بعد الحمد و الصلوٰۃ و بعد ارسال سلام ——— واضح ہو کہ اس طرف کے فقراء کے احوال مستوجبِ شکر ہیں، اللہ تعالیٰ سے تمہاری سلامتی، عافیت، استقامتِ شریعت، اور ترقیٔ درجاتِ معنویہ چاہتا ہوں ———

مخدوما! ——— موت پَرتو انداز ہو رہی ہے، اور "اجل مسمّیٰ" قریب ہے، اور مجھ سے کچھ کام نہ ہوسکا، اتنے دُور دراز سفر کیلئے سامان

درست نہیں کیا گیا ——— جاء الموت بما فیہ، جاءت الراجفہ تتبعھا الرادفہ (موت آگئی، اس کے بعد راجفہ اور رادفہ بھی گویا آہی گئے) ہائے عمر کا عمدہ حصّہ (شباب) ہوا و ہوس میں بسر ہو گیا، اب ظاہر ہے، کہ نکمّی عمر (پیری) میں کیا بن سکے گا، اور اس وقت کے عمل کا کیا اعتبار ہو گا، تحالت کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاتا ہوں، اور (آخرت کے لئے کوئی عذر سمجھ میں نہیں آتا) کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے :- ؎

کنوں چہ عذرِ گناہانِ خویشتن خواہم
کہ شرم، خوں چکدم از بدن بجائے عرق

مکتوب (۱۷) مولانا محمدؒ حنیف کے نام :———

حامدًا و مصلیًا ——— تمہارا مکتوب مرغوب پہنچا ——— خوشوقت کیا ——— جو کچھ "واردات" لکھے ہیں، بہت عمدہ اور عالی ہیں قل رب زدنی علمًا ——— مُریدوں کی اصلاح میں سرگرم اور بے آرام رہو، خدا کرے کہ سرد قلبی اور بے فکری نصیبِ اعدا ہو جائے۔

ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ :- "تصوّف اضطراب و بےچینی کا نام ہے" جب سکون آ گیا، تصوّف نہ رہا ——— طالب بے اضطراب اور بے سوزش نہیں ہوتا ——— کوئی عارف بغیر درد و حزن کے نہیں ہے ——— جب

؎ کہئے کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

فخرِ کائنات علیہ افضل الصّلوات "دوامِ فکر" اور "تواصلِ حزن" کے ساتھ موصوف تھے، تو دوسروں کا کیا ذکر ہے ـــــــــــ والسّلام علیکم وعلیٰ اھل بیتکم۔

مکتوب (۱۹) مولانا محمدؐ حنیف کے نام :ـــــــــــ

برادرِ گرامی مولانا محمدؐ حنیف سلام مسنون ـــــــ بہت مدّت ہوگئی تمھاری کوئی خیر خبر نہیں ملی ـــــــ فکر ہے۔

مخدوما! "وقت کار" ہے، گفتار کا زمانہ نہیں ہے ـــــــ کالی کالی راتوں کو گریہ و استغفار سے روشن کردو، اور کلمۂ طیّبہ کی کثرت سے برابر رطب اللسان رہو، موافق فرصت وحال، تلاوتِ قرآن مجید سے "حظِ وافر" جمع کرلو، طولِ قرأت کے ساتھ نماز (نوافل) پڑھو، اور تعلیم و تعلم پر حریص ہو۔ جاءت الراجفہ تتبعھا الرادفہ۔

مکتوب (۲۵) مولانا محمدؐ حنیف کے نام :ـــــــــــ

بعد حمد وصلوٰۃ وارسالِ سلام مسنون! ـــــــــــ یہاں کے فقراء کے احوال واوضاع مستوجبِ حمد ہیں ـــــــــ مدّت سے تمھارا کوئی خط نہیں آیا ـــــــ انتظار ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ "عافیتِ صوری" اور "جمعیتِ معنوی" عطا فرمائے، اور آفات سے مامون ومحفوظ رکھے ـــــــــ کمرِ ہمّت "احیائے سنّت" کے لئے باندھو، ایسے وقت میں جبکہ "ظلماتِ بدعت"

نے عالم کو گھیر رکھا ہے، خاص طور پر احیاءِ سنّت عظیم الشان کام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ :۔ "جس کسی نے میری کسی سنّت کو اس کے مُردہ ہو جانے پر زندہ کیا، اُس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا" ——— یہ حدیث تم نے بھی سُنی ہوگی ——— اغنیاء کی صحبت پر راغب نہ ہونا ——— فقر کو عزیز جاننا اور ورع و تقویٰ کے بجان و دل طالب بنے رہنا ——— کسی گناہ کو چھوٹا نہ جانو ——— اِس دُور افتادہ (کاتبِ تحریر) کو دُعائے خیر میں یاد رکھو۔

ع "ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند"

والسّلام علیکم! ......

مکتوب (۴۴) حاجی محمّد عاشور بخاری[1] کے نام :———

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ——— سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نیز صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین ——— بہ برکتِ صحبت آنحضرت ﷺ، کمالِ زہد، تبتُّل، توکّل، انقطاع، صبر و قناعت وغیرہ اوصافِ حمیدہ سے موصوف تھے، اُن کے "قلب و قالب" کی "صورت و حقیقت" میں یہ نسبتیں اور یہ کمالات پوری طرح جلوہ آرا تھے ——— باقی تمام اُمّت کے

---

[1] آپ حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ بہت مستقیم الاحوال تھے، پیر و مرشد آپ پر بہت مہربان تھے، مکتوباتِ معصومیہ کی ایک جلد آپ نے مرتّب کی ہے۔

(روضۃ القیومیہ رکن دوم)

افراد ہر چند سعی بسیار کریں، اِس درجۂ بلند کو نہیں پہنچ سکتے، اور ان امور میں صحابۂ کرامؓ کے برابر نہیں ہو سکتے، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ مشائخ طبقۂ اعلیٰ کے "صورت قلب و قالب" پر یہ نسبتیں پرتو انداز ہو جائیں ——— اور انتہائی جد و جہد سے اکابر صحابہ سے مشارکت صوری حاصل ہو جائے۔

مکتوب (۳۶) مُلّا عبدالرزاق[ل] کے نام: ———

یہ مکتوب اٹھارہ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے، یہاں تین سوالوں کے جوابات کا ترجمہ کیا جا رہا ہے

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ——— صلاح آثار برادرم مُلّا عبدالرزّاق نے چند سوالات کئے ہیں، اُن کے جوابات حسب گنجائش فرصت لکھے جاتے ہیں: ———

پہلے اور چھٹے سوال کا ماحصل یہ ہے کہ بعض اوراد اور قرآن کی سورتیں جو "داخلۂ طریقہ" سے پہلے بطور وظیفہ وہ پڑھا کرتے تھے، آیا اُن اوراد کو اب بھی پڑھا جائے یا نہیں؟ نماز تہجّد و چاشت پہلے کی طرح اب بھی جاری رہے؟ اور مطالعۂ کتب فقہ و کتب علم کلام اور بعض سورتوں کا حفظ اب بھی جاری رہے یا نہیں؟ ———

جواب یہ ہے کہ اہل طریقت مبتدی کے لئے علاوہ فرائض و (واجبات) و سُنن مؤکدہ اور ذکر مقرّر کے اور کچھ تجویز نہیں کرتے ——— اور میں مبتدی کے لئے توسع کر دیتا ہوں ——— تمہارے لئے کہ تم درجۂ مبتدی سے بہت کچھ

ل آپ خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

ترقی کر گئے ہو ـــــــ بدرجۂ اولیٰ اجازت ہے کہ اورادِ مسنونہ علاوہ ذکر کے پڑھا کرو، نمازِ تہجّد و چاشت، اوابین اور اس کے علاوہ سنن زوائد بھی ادا کرو ـــــــ نمازِ تہجّد اور قیامِ لیل تو یہ کہنا چاہیئے کہ "ضروریاتِ طریقۂ صوفیا" سے ہے ـــــــ تعلیم و تعلم، طریقت کے منافی نہیں ہے، بلکہ یہ کام نیتِ صالحہ کے ساتھ ہو تو نسبت باطنیّہ کے لئے مؤید ہے، شوق سے کتب دینیہ کے مطالعہ میں مشغول رہو، اور تعلیم و تعلم کی طرف رغبت کرو ـــــــ البتہ ایک وقت مقرر کر کے تعلیم و تعلم کا اہم کام انجام دو، اور باقی اوقات کو "ذکر و فکر" سے معمور کردو ـــــــ قرآن کی سورتیں ضرور حفظ کرو۔

دوسرا سوال یہ کیا ہے، کہ عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ فرائض و سُنن کے علاوہ کسی اور عمل کو بغیر کسی بزرگ کی اجازت کے نہ کیا جائے، یہ کہاں تک درست ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو اعمالِ حسنہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہیں اور وہ عام ہیں "خصائصِ آنحضرت ؐ" میں سے نہیں ہیں، اُن کو بہ نیّتِ ثوابِ اُخروی انجام دینے میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مستقل "اذن" اور "سند" ہے تمام اُمّت کے واسطے۔

البتہ بعض اعمال واذکار اور ادعیّہ درقیات جو حاجت برآری اور کشائشِ مشکلات کے لئے ہیں اُن کی تاثیر، مرشد یا اُستاد کی اجازت پر موقوف ہے۔

مکتوب (۴۹) حاجی حرمین میر غضنفرؒ کے نام :۔۔۔۔۔۔

(حج کی مبارکبادیں)

بعد الحمد والصّلوٰۃ ۔۔۔۔۔۔ خدا کا شکر ہے کہ تم سعادتِ عظمیٰ کو پہونچے، حج وعمرہ ادا کرلیا، مقاماتِ مقدّسہ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کی زیارت نصیب ہوئی، اور اس علاقے کی برکات سے حصّہ پایا، پھر عافیت کے ساتھ مع الجماعۃ مراجعت کی، ہمارے پاس جلد آؤ، ہم سراپا انتظار ہیں، اور زائرانِ کعبۂ مقصود کی برکات کے امیدوار۔ ع

"نشانِ آشنا داری بیا نزدیک من بنشیں"

والسّلام اولاً و آخراً۔۔۔۔

مکتوب (۵۱) ایک صالحہ خاتون کے نام :۔۔۔۔۔۔

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ۔۔۔۔۔۔ سوال کیا تھا کہ اپنی حیات میں اپنی قبر بنالینا طریقۂ مسنونہ ہے یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ یہ عمل حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ نیز کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہوا ہے، ہاں بعض سلف (مثلاً

۱؎ میر غضنفر مخاطب بیکہ تازخاں - امرائے عالمگیر شاہی میں سے تھے، ۱۱ رمضان ۱۰۹۱ھ کو اجمیر میں فوت ہوئے (تاریخ محمدی قلمی، رضا لائبریری رام پور) ۔۔۔۔۔۔ روضۃ القیومیہ رکن دوم میں آپ کو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں شمار کیا ہے۔۱۲

عمر بن عبدالعزیزؒ) سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنی حیات میں قبر بنالی تھی ــــ علماء کی اس بارے میں مختلف آراء ہیں، بعضے کراہت کے قائل ہوئے ہیں، اور بعض بے کراہت جواز کے اور بعض استحباب کے۔

ایک سوال یہ تھا کہ عادت شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کھانے میں کیا تھی؟ ـ

جواب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کھانا بقدر ضرورت تناول فرمایا کرتے تھے، اتنا کہ قوام بدن بن جائے، پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے ــــــ روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں تناول فرمایا ...... مرغوب ترین طعام حضورؐ کے نزدیک وہ ہوتا تھا جس پر زیادہ ہاتھ واقع ہوں (زیادہ آدمی ساتھ بیٹھ کر کھائیں) یعنی جماعت کے ساتھ تناول فرماتے تھے، تنہا نہیں ــــــ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں، جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اگر اتنے پر صبر نہیں کر سکتا تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ کھانے کے لئے ہو، ایک تہائی پانی کے لئے، اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے ہو" ــــــ طعام کھاتے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھتے تھے، اور یہ عمل سنت مؤکدہ ہے ......

نیند ــــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حد اعتدال کے ساتھ تھی، آپ کا دل مبارک نہ سوتا تھا، فقط آپ کی آنکھ سوتی تھی۔

لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ــــــ چند نوع کا تھا ــــــ لباس نفیس بھی آپؐ نے زیب تن فرمایا ہے اور معمولی لباس بھی ــــــ سوتی کپڑا زیادہ

استعمال فرماتے تھے ـــــ اُونی بھی پہنا ہے ـــــ خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ لباس میں آپ تکلّف نہ فرماتے تھے، وقت پر جو میسّر آگیا پہن لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روزِ ولادت اور یومِ وفات پیر کا دن ہے، اس دن کے آخری حصّے میں وفات ہوئی ـــــ منگل کا دن گذار کر شبِ چہار شنبہ کے نصف میں، اور ایک روایت کی رو سے آخری شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کو دفن کیا گیا۔

یا خیر من دفنت فی التراب اعظمہ[1]

فطاب من طیبھن القاع والاکم

روحی الفداء لقبر انت ساکنہ

فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک بھی دریافت کی ہے، اس بارے میں چند اقوال ہیں۔ ایک قول کی رو سے ساٹھ سال، ایک قول سے تریسٹھ سال، اور یہی صحیح ترین قول ہے، اور ایک قول سے پینسٹھ سال ـــــ علماء نے ان اقوال کو اس طرح جمع کیا ہے، کہ جس نے (۶۳) سال کہے ہیں اُس نے سالِ ولادت اور سالِ وفات کا شمار نہیں کیا ہے، اور جس نے (۶۵) سال لئے ہیں اُس نے

---

[1] اے وہ بہترین مدفون کہ جس کے استخوانہائے مبارک کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے معطر ہو گئے، میری روح آپ کی اُس قبرِ مقدس پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں، اس قبرِ اقدس میں مجسّم جود و کرم موجود ہے۔

سالِ ولادت اور سالِ وفات کو بھی محسوب کرلیا ہے، اور جس نے (۶۰) سال کا قول کیا ہے اُس نے فقط دہائیوں کو لیا اور کسر کو چھوڑ دیا ہے — والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب (۵۳) حاجی شریف[1] کے نام :— (ملخصاً)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول (جو قرآن مجید میں ہے) فاخاف ان یقتلون (میں ڈرتا ہوں کہ فرعونی مجھے قتل کردینگے) تبلیغ سے عذر و انکار نہ تھا بلکہ بیانِ حال تھا، اور اس طرف اشارہ تھا، کہ میں قتل ہو جاؤں گا، تو تبلیغ میرے ذریعہ سے نہ ہو سکے گی، اگر "عذر و ابا ہوتا" تو یہ کیوں فرماتے —

واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرًا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری (میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ لیں، اور میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار اور شریکِ کار بنا دے)۔

مکتوب (۶۱) حافظ ابوالقاسم[2] بن محمد مراد لاہوری کے نام :—

بعد الحمد والصلوٰۃ — صحیفۂ گرامی نے مشرف و مسرور کیا — چونکہ وہ "دیدِ قصور" اور "احوالِ ماضی وحال" کے تاسف پر مشتمل تھا، اور وصول الی المطلو

---

[1] آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے صاحبِ ارشاد و مشیخت خلیفہ تھے۔ (روضہ رکن دوم)

[2] آپکے والد مولانا محمد مراد لاہوری کے حالات نزہتہ الخواطر (جلد ۵) میں درج ہیں، آپکے حالات نہ مل سکے۔

کی طرف اشارہ کر رہا تھا، اس لئے اس کو پڑھ کر مسرّت پر مسرّت ہوئی ــــــ اللہ تعالیٰ اِس "احساسِ کوتاہی" کو اَور زیادہ کر دے، عُجب و پندار سے رہائی دے، آتشِ شوق دل میں بھڑکا دے، اپنے تک پہونچنے کے تمام موانع سے یکسو کرے ــــــ اَور طلب و محبّت میں "یکجہت و یک رو" کر دے ــــــ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْب ــــــ مخدوما ــــــ مقصدِ اعلیٰ اس فانی زندگی کے اندر "تحصیلِ معرفتِ حق" ہے، اَور معرفت[۲] دو قسم کی ہے :ــــــ

(۱) وہ معرفت جس کو علمائے عظام بیان کرتے ہیں۔

(۲) وہ معرفت جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں۔

معرفت کی پہلی قسم نظر و استدلال سے تعلق رکھتی ہے، اَور دوسری کشف و شہود سے۔ پہلی قسم کی معرفت "دائرۂ علم" میں داخل ہے، اَور "تصوّر و تعقّل" کے قبیل سے ہے اَور دوسری معرفت "دَورۂ حال" میں داخل ہے، اَور "تحقّق" کی جنس سے ہے۔ پہلی قسم وجود عارف کو فنا کرنے والی نہیں ہے، اَور دوسری نوع وجود سالک کو فنا کرنے والی ہے۔ پہلی قسم از قسم علم حصولی ہے، اَور دوسری از قبیل علم حضوری ــــــ اس لئے کہ اس دوسری قسم کی معرفت میں نفسِ سالک فنا ہو جاتا ہے اَور حق حاضر ہو تا ہے۔ پہلی قسم میں حصولِ معرفت، منازعتِ نفس اَور انکارِ نفس کی کشمکش کے ساتھ ساتھ ہے (اس لئے کہ نفس ابھی اپنی صفاتِ رذیلہ پر قائم ہے، تمرد و سرکشی سے باہر نہیں ہو سکا ہے) اس صورت میں اگر ایمان ہے تو محض "صورتِ ایمان" ہے، اَور اگر اعمال صالحہ ہیں تو "صورت اعمال صالحہ" ــــــ (حقیقت ایمان و اعمال نہیں) وجہ یہی ہے کہ نفس ہنوز کفر میں مبتلا ہے، اَور مولیٰ تعالیٰ کی مخالفت کر رہا ہے ــــــ اس ایمان کو

"ایمانِ مجازی" کہتے ہیں، یہ ایمانِ مجازی "زوال وخلل" سے محفوظ نہیں ہوتا۔

دوسری معرفت چونکہ وجودِ سالک کو فنا کرتی ہے، اور "اسلام نفس" کا نتیجہ بخشتی ہے، اس لئے اس منزل میں ایمان، زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہوتا ہے ــــــ "حقیقتِ ایمان" اس مقام پر ہوتی ہے، اور "حقیقتِ اعمالِ صالحہ" بھی یہیں جلوہ گر ہوتی ہے حقیقت کبھی منتفی نہیں ہوا کرتی، اس کو بقا لازم ہوتی ہے۔

یاایُّھا الّذین اٰمنوا اٰمنوا[1] ــــــ میں اشارہ اسی ایمان کی طرف ہے

امام احمد بن حنبلؒ اسی معرفت کے طالب تھے، کہ علم واجتہاد کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتے ہوئے مشہور بزرگ حضرت بشر حافیؒ کی رکاب کے ساتھ خادمانہ طریقے پر چلتے تھے، لوگوں نے اس ادب واحترام کا سبب دریافت کیا، تو امام احمدؒ نے فرمایا، کہ:۔ بشرؒ کو خدا کی معرفت مجھ سے زیادہ حاصل ہے۔"

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی عمر کے اخیر دو سال میں اسی مقصدِ اعلیٰ کی تکمیل کی، اور ان کا مشہور مقولہ ہے:۔ "لولا السنتان لھلك النعمان"۔ــــ (اگر تکمیل مقصد کے یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا) ــــــ دیکھو اعمال میں وہ کتنا اونچا درجہ پہلے ہی سے رکھتے تھے۔ اجتہاد و استنباط کی برابر کون سا عمل ہو سکتا ہے، اور درس و تعلیم کے پائے کو کون سی طاعت پہنچ سکتی ہے (مگر پھر بھی وہ تکمیل کی طرف مائل ہوئے)۔

جاننا چاہئے، کہ "قبولیتِ اعمال" پورے طریقے پر "کمالِ ایمان" کے بقدر ہے

---

[1] اے ایمان والو (حقیقی) ایمان پیدا کرو۔۱۲

اُور "نورانیتِ اعمال" "کمالِ اخلاص" سے ہے، جتنا ایمان کامل تر اُور اخلاص تمام تر ہوگا، اعمال میں نورانیت وقبولیت اُسی قدر ہوگی۔ کمالِ ایمان اُور کمالِ اخلاص "معرفت" کے ساتھ وابستہ ہے، اُور یہ معرفت فنا کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو فنا میں راسخ تر ہوگا ایمان میں کامل تر ہوگا، اسی وجہ سے ایمانِ صدّیقِ اکبرؓ ایمان اُمّت پر راجح ہے۔ حضرت صدّیقِ اکبرؓ "فنا" میں فرد کامل تھے۔۔۔۔۔۔

اِس طویل تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ہوش مند پر لازم ہے کہ وہ مقصدِ اصلی میں سچّے دل سے غور و تامّل کرے۔ جس کسی کو معرفتِ مذکورہ حاصل ہے، وہ لائق مُبارکباد ہے، اُس نے "مقصدِ آفرینش" پورا کر لیا، اُور کمالِ عبادت کے ساتھ زندگی گُذار دی۔

ارشادِ باری ہے:- "وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون"ع

یہاں عبادت سے مراد معرفت ہے ــــــ جس کسی کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے وہ جان و دل سے اس کی طلب میں کوشش کرے، اُور جس جگہ اس کی خوشبو سونگھے، وہاں پہنچے ــــــ افسوس کہ جو چیز فانی زندگی میں مطلوب ہے اُسے انسان حاصل نہ کرے، اُور دوسرے لایعنی امور میں مصروف ہو۔۔۔۔۔۔ ایسا شخص کل بروزِ قیامت کس طرح زبانِ عذر کھول سکے گا؟ ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند
تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

ع ہم نے جن اُور انسان کو اطاعت و فرمانبرداری کے لئے پیدا کیا ہے۔

مکتوب (۶۲) حاجی مصطفیٰ[۱] کے نام :______

...... تم نے بعض مادی چیزوں کے حاصل نہ ہونے کے بارے میں لکھا ہے" اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے وہ بہتر ہے ____ تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو، اور مادی اشیاء کے حصول میں خواہ مخواہ مشقت مت جھیلو ____ ألیس اللہ بکافٍ عبدہٗ[۲] ____ یاد رکھو کہ ہماری عزّت "ایمان و معرفت" کے ساتھ وابستہ ہے ____ مال وجاہ کے ساتھ نہیں تکمیل ایمان میں کوشش کرو، اور مراتب معرفت حاصل کرنے میں پوری جد و جہد کرو ____ جتنا بھی اس مقصدِ اعلیٰ میں مشقت جھیلو گے اتنا ہی زیبا و مستحسن ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے :- "جو شخص اپنے تمام غموں کو ایک غم یعنی غم آخرت بنادے گا، اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں کو دُور کر دے گا۔"

مکتوب (۶۳) شیخ غرب[۵] کے نام :______

...... جس کے دو دن مساوی گذریں (اگلے دن پہلے دن کے مقابلہ میں کوئی دینی ترقی نہیں کی) وہ گھاٹے میں ہے، اپنے اوقات کو وظائف و طاعات میں مصروف

---

[۱] آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں سے ہیں، بنگالہ میں آپ کو قبولیت تامہ حاصل ہوئی ۔ روضۃ القیومیہ میں آپ کو حاجی مصطفیٰ بنگالی لکھا گیا ہے ۔ (روضہ رکن دوم)

[۲] کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں ؟

[۵] شیخ غرب = آپ شیخ نورؒ فرزند اخون درویزہؒ خلیفۂ شیخ آدم بنوریؒ کے مخصوص مرید تھے صبح و شام درس مکتوبات مجدد الف ثانیؒ میں مشغول رہتے تھے ۔ (روضہ رکن اوّل ص۳۵۲) (بقیہ ص۳۸ پر)

رکھو ــــ اس فرصتِ قلیلہ کو "تعمیرِ باطن" اور "تنویرِ قلب" میں لگادو "تعمیرِ ظاہر" "تخریبِ باطن" کا سبب ہے، اور "تخریبِ ظاہر" "تعمیرِ باطن" کا ــــ اور ہم بوالہوس تعمیرِ ظاہر ہی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ بھلا باطن کی ایسی صورت میں کیا خاک خبرگیری ہو سکے گی۔

مکتوب (۶۷) حافظ محمد محسن[۱] (دہلوی) کے نام:ــــ

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات ــــ مکتوب مرغوب کے ورود سے، جو از راہِ محبت، اس مسکین کے نام زد تھا ــــ مسرور ہوا ــــ چونکہ "احوالِ عالیہ"

(ص۳۷ کا بقیہ حاشیہ) تاریخ محمدی میں ۱۰۹۶ھ کے تحت ایک شخصیت عرب شیخ نام کی ملتی ہے، جس کے متعلق یہ الفاظ ہیں:ــ عرب شیخ مخاطب بہ مغل خاں ابنِ طاہر خاں از امرائے عالمگیر شاہی۔ ۲۲ر شعبان (۱۰۹۶ھ) در صوبہ داری مالوہ فوت شد۔ (تاریخ محمدی قلمی رضا لائبریری رام پور)۔

مأثر الامراء جلد سوم میں عرب شیخ نام کے ان ہی امیر کا تذکرہ مفصل طور پر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مغل خاں عرب شیخ پسر طاہر خاں بلخی ــــ ان کا مغل خاں خطاب تھا، عہدِ عالمگیری کے منصب دار تھے، دربارِ عالمگیری میں سال بہ سال ترقی کرتے رہے، آخر میں صوبہ دارِ مالوہ ہوئے، اور منصب سہ ہزاری و پانصدی و سہ ہزار سوار سے ممتاز ہوئے۔ ۱۰۹۶ھ میں انتقال ہوا۔ ۱۲

[۱] آپ شیخ عبد الحق محدث دہلوی[رح] کی اولاد سے تھے، خواجہ محمد معصوم[رح] کے بلند پایہ خلیفہ اور جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، اپنے زمانہ کے دہلی کے تمام علماء سے فائق تھے، ان سے حضرت نور محمد بدایونی[رح] اور دیگر حضرات نے اخذ فیض کیا، ۱۱۴۲ھ میں وفات پائی، مزار دہلی میں مقبرہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی[رح] کے غرب میں ایک چبوترہ پر ہے۔ (تذکرہ علماء ہند و مزارات اولیاء دہلی و نزہۃ الخواطر جلد ۶)۔ ۱۲

اور "اذواقِ سنیہ" پر مشتمل تھا، اس لئے اس نے مسرّت پر مسرّت بخشی ....

تم نے لکھا تھا کہ کبھی کبھی ایک "نسبت" وارد ہوتی ہے، یعنی ایک نورِ محض ظاہر ہوتا ہے، اور خود کو اُس نور میں گُم پاتا ہوں، اس نسبت کا نام سمجھ میں نہیں آتا، کہ کیا رکھا جائے؟۔ اس پر نور کا اطلاق اس کی حقیقت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ وہ ایسا امر ہے کہ تحریر و تقریر سے باہر ہے ـــــــ کسی چیز سے اس کی تعبیر نہیں کی جاسکتی، اور اس "مرتبۂ مقدّسہ" کے ظہور سے عجز و حیرت کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

مخدوما! حضرت مجدّد صاحب قدس سرہٗ نے "مراتب تعینات" کے اوپر ایک اور مرتبہ بھی بیان کیا ہے، اور اس کو "نورِ صرف" سے تعبیر کیا ہے، نیز اس کو "حقیقتِ کعبہ" قرار دیا ہے، تم جو چیز محسوس کرتے ہو، اگر وہی حقیقت ہے جس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے تو زہے سعادت ـــــــ اُس کا سایہ بھی ہے تب بھی غنیمت ہے ـــــــ الغرض جو کچھ بھی ہے کبریتِ احمر ہے، اس نسبت کی اصلیت اور بلندی کی وجہ سے ہی یہ بات ہے جو تم نے لکھی ہے، کہ اکثر اوقات یہ نسبت نماز میں وارد ہوتی ہے، بالخصوص نمازِ فرض میں، جو بجماعت ادا کی گئی ہو۔ فراغتِ نماز کے بعد بھی جب تک محلِ نماز میں بیٹھے رہتے ہو یہ حالت باقی رہتی ہے بعد ازاں چھُپ جاتی ہے۔

مخدوما! ـــــــ نماز معراجِ مومن ہے، اور نمونۂ "حالتِ معراجیہ" ہے ـــــــ ساجد، اللہ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے الخ تم نے یہ حدیث سُنی ہوگی... ... نیز حدیث میں آیا ہے ـــــــ بندہ جب کہ نماز میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی طرف متوجہ

ہو جاتا ہے الخ ــــــ پھر فرائض کی خصوصیت جداگانہ ہے ــــــ اور جماعت نورٌ علیٰ نور ہے ــــــ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ: "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نور سے روشن و منوّر کر دے گا جو اندھیروں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں" (اس کے بعد چند احادیث مسجد میں جانے اور مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت اور ثواب کے بیان میں تحریر کی ہیں) ــــــ لکھا تھا کہ جو ترقی تلاوتِ قرآن مجید میں مفہوم ہوتی ہے، وہ دوسری چیزوں میں کم ہے خصوصًا وہ تلاوت جو نماز میں طولِ قنوت کے ساتھ کی جاتی ہے ــــــ ہاں ــــــ یہ ترقی، تلاوت و نماز دونوں کا (مجموعی) نتیجہ ہے ــــــ کلام، صفتِ حقیقی ہے اپنے موصوف سے جُدا نہیں ہوا کرتا ــــــ اس صفت سے تعلق رکھنا موصوف سے کمالِ تقرب کا باعث ہے .... والسّلام

مکتوب (۶۹) محمد باقر[1] فتح آبادی کے نام:ــــــ

تم نے دریافت کیا تھا، کہ حضرت حق جل مجدہٗ کا عشق ازراہ "دیدن" ہے یا ازراہ "دانستن"۔ (جواب یہ ہے کہ) ازراہ "دیدن" نہیں ہے، کیونکہ دیدار کا وعدہ تو آخرت میں ہے ــــــ ازراہ "شنیدن و دانستن" ہے ــــــ

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ✽ بسا کیں دولت از گفتار خیزد

---

[1] اعظم خاں میر محمّد باقر عرف ارادت خاں = سادات میں سے تھے۔ پہلے جہانگیر کے یہاں پھر شاہجہاں کے یہاں منصب دار رہے، شاہجہاں جب برہانپور آئے تو ان کو مقابلہ خاں جہاں لودی۔ اور تسخیر مملکت نظام شاہیہ کا حکم دیا، (بقیہ ص۴۱ پر)

تم نے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ اگر از راہ دانستن ہے تو ہم خدائے تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنے اسماء وصفات کے ساتھ ہے ایمان لائے ہیں، پھر کون سی وجہ ہے کہ باوجود اس "دانستن وشناختن" کے عشق مجازی کی برابر بیقراری اور بے آرامی ہمارے اندر نہیں ـــــ اور نہ ویسی آتش شوق ہمارے دلوں میں بھڑکتی ہے۔ (جواب) اس کی دّو وجہیں ہیں ـــــ وجہ اوّل یہ ہے کہ محض "دانستن" موجب عشق نہیں ہوتا، اگر محض جاننا عشق کے لئے کافی ہوتا، تو تمام مسلمان عاشق وشیدا ہونے چاہئے تھے، اور وہ اپنے وجود اور اپنے غیر سے کلیتہً آزاد ہوتے، کیونکہ یہ چیز لازمۂ عشق ہے ـــــ درحقیقت عشق و "گرفتاریِ دل" عطیۂ ربّانی ہے، اگرچہ اس عشق کا ترتب "دانستن" پر ہی ہوتا ہے، مگر عالم اسباب میں یہ عشق سلوک وریاضت سے وابستہ ہے، اور (ساتھ ہی ساتھ) ایسے شیخ کامل کی صحبت کی بھی ضرورت ہے، جو مقامات "سلوک وجذبہ" طے کئے ہوئے ہو ـــــ وہ معرفت جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں، اسی عشق وولولہ کا نتیجہ ہوتی ہے ـــــ وجہ دوم یہ ہے کہ وہ عشق جو "مراتب بیچونی" سے تعلق رکھتا ہے اس میں بے کیفی ہوتی ہے، اور وہ باطن ہی کا حصّہ ہوتا ہے، ظاہر تک وہ سرایت کم کرتا ہے، کیونکہ ظاہر سراسر "بیچونی" کے

(ص۱۴۶ کا بقیہ حاشیہ) چنانچہ انھوں نے دونوں کام انجام دیئے۔ دھارور کے قلعہ کو فتح کیا، اور اُس کا فتح آباد نام رکھا، (غالباً اسی وجہ سے فتح آبادی کہلاتے ہوں) آخر میں جونپور کی حراست ان کے سپرد ہوئی، اور وہیں ۱۰۵۹ھ میں ۷۶ سال کی عمر پا کر انتقال کیا "اعظم اولیا" تاریخ وفات ہے۔ جونپور میں دریا کے کنارے ایک باغ نصب کیا تھا، اسی میں دفن ہوئے۔ (ماٰثر الامراء جلد اوّل)۔

خلاف ہے، اس کے برعکس عشقِ مجازی "چوں وچند" سے متعلق ہے، اور یہ ظاہر کا حصّہ ہے، اس کے آثار ظاہر میں زیادہ ہوتے ہیں (بیقراری، بے آرامی، آہ ونعرہ وغیرہ) عشقِ حقیقی بے کیف ہے، اور عشقِ مجازی والے آثار اس میں کم ہوتے ہیں، عشقِ حقیقی کا اثر فنافی المحبوب ہونا، اور ماسوا سے آزادی ہے۔ یہ حقیقتِ عشق ہے، اور عشقِ مجازی صورتِ عشق ہے —
حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ عشقِ مجازی میں، محب ومحبوب کے درمیان مناسبتِ صوری موجود ہے، اس لئے اس کے آثار بھی صورت میں زیادہ ظاہر ہوتے ہیں —
عشقِ حقیقی میں مناسبت صوری مفقود ہے، لہٰذا اس کے آثار بھی ظاہر میں کم پائے جاتے ہیں، عشقِ حقیقی فنا وبقا تک پہنچا تا ہے جو مقاماتِ باطن سے ہیں —
ہاں "مقاماتِ ظل" میں مناسبت، درمیان محب ومحبوبِ حقیقی پائی جاتی ہے، اگر یہاں اس کے آثار کچھ نہ کچھ ظاہر میں نمودار ہو جائیں تو البتہ گنجائش ہے، اسی وجہ سے عشقِ حقیقی میں بھی کبھی کبھی چیخ پکار اور نعرہ یہ چیزیں پائی جاتی ہیں، جب معاملہ "ظلِ" سے اوپر کو چلتا ہے، اور غیب الغیب پر بات پہنچتی ہے، تو اس منزل میں بے چینی اور بے آرامی کم ہو جاتی ہے، چنانچہ "کمالاتِ نبوت" کے مقام میں محبت بمعنیٰ "ارادۂ طاعت" رہ جاتی ہے اور بس، بے آرامی وبے چینی اس میں نہیں ہوتی، یہ محبّت اس طرح کی ہوتی ہے جیسا کہ ہر کسی کو اپنی ذات کے ساتھ ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ نازک ولطیف — اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے وجود سے زیادہ بظاہر کوئی محبوب نہیں، اِلّا ماشاء اللہ — پھر بھی اس سلسلے میں کوئی بے آرامی اور تڑپ نہیں پائی جاتی — تم نے لکھا تھا کہ توفیقِ عبادتِ خدائے تعالیٰ میں اپنے کو بہت قاصر وعاجز پاتا ہوں، اُمورِ اخروی کے انجام دینے

کی قدرت بہت کم دیکھتا ہوں۔

مخدوما! تم نے یہ جو کچھ لکھا ہے گویا اس فقیر کی بجنسہ ترجمانی ہے، میں خود اپنی بے توفیقی کا تم سے کیا اظہار کروں ـــــ اس ناکارہ سے علاج طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عاریت طلب کرنے والے سے عاریت طلب کرنا، یا کسی محتاج و مفلس سے سوال کرنا ـــــ یہاں تو طبیب خود بیمار ہے ـــــ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے، اور مراتب کمال کی طرف رہنمائی کرے۔ والسلام۔

ـــــــــــــــــ

مکتوب (۱۷) شیخ مظفر کے نام :ـــــ

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ـــــ اللہ تعالیٰ "ابواب فیوض" کو ہمیشہ مفتوح رکھے ـــــ تمہارا مکتوب پہنچا ـــــ باعث مسرت ہوا ـــــ تم نے اظہارِ اشتیاقِ ملاقات کیا ہے ـــــ اس جانب سے بھی اپنی ملاقات کا اشتیاق تصور کرو ۔۔ ۔۔ ۔۔ مخدوما! اتباعِ سنت میں جان و دل سے کوشش کرو۔

سرورِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادات و عبادات کے جزو کل میں تشبّہ کو سعادتِ عظمیٰ سمجھو، یہی چیز "برکات" کا ثمرہ دیتی ہے، اور یہی "درجاتِ عالیہ" کا نتیجہ بخشتی ہے ـــــ محبوب کی شکل اختیار کرنے والے بھی محبوب و مرغوب بن جاتے ہیں، اس حقیقت کی گواہ یہ آیت کریمہ ہے ـــــ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ [اے محبوبؐ! کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو، تو میری اتباع کرو (اس اتباع کی برکت سے) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا (اور تم ترقی کر کے اللہ کے محبوب بن جاؤ گے)]۔

اپنے اوقات کو معمور رکھو ـــــ نماز کو طول قنوت کے ساتھ ادا کرو، اور کالی کالی راتوں کو گریہ و استغفار سے روشن کردو ـــــ کلمۂ طیبہ کی اتنی تکرار کرو کہ سوائے مرادِ حق کے تمام مرادوں سے دل خالی ہوجائے ـــــ والسلام اوّلاً و آخراً ـــــ

مکتوب (۴۷) شیخ بایزید[۵] (سہارنپوری) کے نام: ـــــ

(سفرِ حج بیت اللہ کا ارادہ ہوجانے پر)

اللہ تعالیٰ تم کو ماسوا کی غلامی سے آزاد، اور جذبات معنویہ سے لذّت یاب کرے ـــــ تمہارا مکتوب پہنچا، سبب مسرّت ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مخدوما! ـــــ امید ہے کہ ماہ ذی الحجہ کے آخر میں ۲۰ سے لیکر ۲۹ تک کسی تاریخ میں سرہند سے (حج کے لئے) روانگی ہوگی، اور بندرگاہ سورت سے کعبۂ مقصود تک رسائی میسّر آئے گی۔ ع

"تا درمیانہ خواستۂ کردگار چیست"

---

[۵] آپ شیخ بدیع الدین انصاری سہارنپوری (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے صاحبزادے تھے، اپنے والد سے تحصیل علم کرکے سرہند پہنچے، وہاں حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے بیعت ہوئے ـــــ اور ان کا طریقہ میں مشغول رہ کر روحانی فوائد حاصل کئے، بالآخر حضرت خواجہ سرہندیؒ نے ان کو خلافت عطا کی، اور یہ سہارنپور آکر مسندِ ارشاد پر متمکن ہوگئے۔ آپ سے بہت سے مشاہیر نے سلوک طے کیا۔ قانع و متوکل تھے۔ درس و افادہ میں مشغول رہتے تھے، پیر کے دن ۱۰۷۰ھ میں انتقال کیا، قبر سہارنپور میں ہے۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۵)

عقل ہر چند عالمِ اسباب پر نظر کرکے پابندِ اسباب ہوتی ہے، لیکن عشقِ باری تعالیٰ کے راستے میں بندشِ عقل سے باہر آجانا چاہیئے، اور اپنی نظر تمام تر مسبب الاسباب پہ جمادینا چاہیئے، کسی نے بہت اچھا کہا ہے :- ؎

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کار از عقلِ مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

جو خواب تم نے دیکھا ہے وہ بہت عمدہ ہے، اللہ تعالیٰ امورِ منتظرہ کو قوت سے فعل میں لے آئے، طلب میں گرمی عطا فرمائے، اور ما سوا سے چھٹکارا دے اِنَّهٗ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ـــــ ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ :- "تصوّف اضطراب کا نام ہے، جب سکون آیا، تصوّف نہ رہا" ـــــ مرید کو اس صفت پر ہونا چاہیئے جو اس آیۂ کریمہ میں مذکور ہے :-

"حتیٰ اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم
انفسھم وظنوا ان لا ملجاء من اللہ الا الیہ" ـــــ (سورۂ توبہ)
(یہاں تک کہ جب تنگ ہوئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے ـــــ
اور ان کی جانیں ان پر تنگ ہوئیں، اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اب کوئی
پناہ نہیں اللہ سے، مگر اسی کی طرف) ـــــــــــ

اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں ـــــ تم بھی مجھ کو خدا کے سپرد کرو ـــــــ دعائے سلامتیٔ خاتمہ سے یاد رکھنا ؎

گر بماندیم زندہ، بردوزیم ❊ دامنے کز فراق چاک شدہ
ور برفتیم عذرِ ما بپذیر ❊ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

والسلام اولاً و آخراً ـــــــــ

مکتوب (۷۵) سلسلے کی ایک مستورہ کے نام :—

(تعزیت و نصیحت میں)

ہمشیرۂ عفیفہ محترمہ کو لکھتا ہوں، کہ —— خبرِ وحشت اثر (غالباً مکتوب الیہا کے شوہر کے انتقال کی خبر) کو سُن کر کیا بتاؤں کتنا صدمہ ہوا —— لیکن چونکہ ارادۂ آلٰہی یوں ہی تھا، اِس لئے سوائے صبر و شکیبائی چارہ نہیں ہے، اُور بجز تسلیم و رضا مفر نہیں —— اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ —— تمھاری دُنیا چلی گئی —— اللہ تعالیٰ تم کو آخرت دیدے، اُور اپنی محبّت عطا فرمائے —— اپنی آشنائی بخشے اُور ماسوا سے رہا کر دے۔

اُوقات کو یادِ حق سے معمور رکھو، اُور گذرے ہوؤں کو دعا و ایصالِ ثواب میں یاد رکھو —— آج یا کل ہم بھی اسی جماعتِ رفتگاں سے ملحق ہوں گے، اُور اپنے خانماں سے جُدا ہو جائیں گے، اُور "فرزنداں و خویشاں" کو الوداع کہیں گے —— توشۂ آخرت کو مہیا کرو —— قبر و قیامت کو نصب العین بناؤ۔

اللہ تعالیٰ تم کو اُجرِ عظیم عطا فرمائے، اُور جمعیتِ ظاہر و باطن عنایت کرے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔

مکتوب (۷۹) میرک معین[1] الدّین کے نام :—

الحمد للّٰہ ذی الجلال والاکرام والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہٖ سیّد الانام وعلیٰ آلہٖ الکرام وصحبہٖ العظام۔ . . . . .

---

[1] میرکِ معین الدّین احمد = مآثر الامرا، جلد اوّل میں تقریباً دس صفحات پر آپ کا مفصّل تذکرہ ہے۔
(بقیہ ص۴۷ پر)

"صحیفۂ گرامی" پہنچا ــــ مسرت ہوئی ــــ چونکہ وہ شوق و طلب پر مشتمل تھا، اسلئے مسرت میں اور اضافہ ہوا ــــ اللہ تعالیٰ "آتش شوق" کو مشتعل، اور "شعلۂ طلب" کو سربلند کردے، تاکہ ماسوا سے چھٹکارا ملے، اور خوشبوئے مطلوب مشام جان میں پہنچے۔ ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

جس قدر بھی شوق و طلب ہو غنیمت ہے، اور امید بخش ــــ

(ص۴۶ کا بقیہ حاشیہ) شروع میں صاحب مآثر الامراء، نے جو کلمات آپ کی شان میں لکھے ہیں اُن کو بجنسہٖ نقل کرکے باقی حالات کا خلاصہ لکھا جائے گا۔ ــــ

"خان آمرزش نشان میرک معین الدین احمد، امانت خاں خوافی، راستی نفس، درستی آئین دیدہ ور حقیقت بیں، فقیر مشرب، غنی مزاج، فرشتہ خوئے قدس امتزاج، پسندیدہ شیم، ستودہ اخلاق، صاحب مروت، بلند وفاق، سعادت سیمائے عالی فطرت، صافی ضمیر، والا فکرت، مؤسس قواعدِ دیانت و امانت، مشید بنیان فتوت و سماحت نیکو رائے خیر اندیش، کم کینہ و مہر بیش" ــــ

ان کے اسلاف کا وطن بلدۂ ہرات تھا، ان کے جدِ کلاں میر حسن قصبہ خواف میں آرہے تھے میر حسن کے بیٹے میرک کمال اپنے لڑکے میرک حسین کے ساتھ عہدِ اکبری میں ہندوستان آگئے تھے ـ میرک حسین جنت مکانی (جہانگیر) کے دربار میں عزت یافتہ ہوئے، عہدِ شاہجہانی میں دیوانیِ دکن ان کے سپرد ہوئی، پھر والیِ بلخ کے پاس بحیثیت سفیر بھیجے گئے تھے ــــ ان میرک حسین کے خلف ارشد میرک معین الدین تھے ــــ (بقیہ ص۴۸ پر)

اس صحیفے میں گم شدہ "نسبت" کے حصول کی درخواست بھی کی گئی ہے ـــــــ مخدوما! ـــــــ جو کچھ طالب کو ضروری ہے یہ ہے، کہ اظہارِ طلب اور جو لوازمِ طلب ہیں اُن کا اظہار شیخ سے کر دے، مگر "طریق وصول" کا تعین شیخ کے حوالے کرے ـ مریض کے ذمے بس اپنے مرض کا حال حاذق طبیب سے بیان کرنا ہے، ازالۂ مرض کے طریقے کا تعین چاہنا (کس طرح اور کیا علاج ہوگا؟) بالکل غلط بات ہے ـ مکرّما! ـــــــ "افادہ و استفادہ" کا دار و مدار ـــــــ صحبت شیخ پر ہے ـــــــ ایک مستعد طالب اپنی استعداد و محبت کے مطابق کسی شیخ کامل کے باطن سے فیضیاب ہوتا ہے، اور رفتہ رفتہ وہ "رذائل اوصاف" سے خالی ہو کر "برنگِ شیخ کامل" ظہور پذیر ہو جاتا ہے ـــــــ بزرگوں نے کہا ہو کہ فنا فی الشیخ ہونا ہی فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے ـــــــ اگر صحبت میسر نہ ہو تب بھی خالی محبت سے شیخ کی توجہ کے بقدر بہرہ یاب ہو سکے گا، لیکن صحبت یافتہ اور غیر صحبت یافتہ میں بہت بڑا فرق ہے ـــــــ

(ص۴۷ کا بقیہ حاشیہ) باپ کی وفات کے وقت یہ نو عمر تھے، بعد تحصیل علوم رسمیہ، نوکریِ بادشاہ پر فائز ہوئے ـ ۱۰۵۰ھ میں (بعہدِ شاہجہاں) بخشی گری اور واقعہ نویسی صوبۂ اجمیر کا کام ان کے سپرد ہوا، پھر دکن چلے گئے، شیخ معروف بھکری نے اپنی تالیف ذخیرۃ الخوانین میں (جو ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہے) لکھا ہے کہ ـــــــ "میرک معین الدین پسر میرک حسین خوافی کے باپ دادا کی بزرگی آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ میرک معین الدین اس عالم جوانی میں فہم و فراست اور حُسنِ خط کے اندر بہرۂ کامل رکھتے ہیں" ـــــــ شاہجہانی جلوس کے اٹھائیسویں سال دارا شکوہ کی ہمراہی میں جنگ قندھار کے لئے متعین ہوئے ـــــــ (بقیہ ص۴۹ پر)

(دیکھو) حضرت اویس قرنیؒ ہر چند آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن مبارک سے نفع مند ہوئے، اور اعلیٰ درجۂ ولایت کو پہنچے، لیکن مرتبۂ صحابہؓ کو نہ پہنچ سکے ــــ ہاں خیر التابعین ضرور ہو گئے ــــ تم کو فقراء سے جو محبت ہے اس کو نعمت عظمیٰ تصوّر کرو، اور اس دولت میں اضافہ کی فکر کرو ــــ المرء مع من احب (انسان کا حشر اُس کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبّت رکھتا ہے) یہ حدیث تم نے سُنی ہوگی ــــ

(۱۵۵ کا بقیہ حاشیہ) وہاں سے لوٹنے پر اُسی سال (مطابق ۱۰۶۶ھ میں) شاہجہاں کی طرف سے خدمتِ دیوانی و بخشی گری اور واقعہ نویسی صوبۂ ملتان سے ممتاز ہوئے۔ بہت زمانے وہاں رہے۔ پنجاب کی پبلک آپ کے صلاح و تقویٰ کو دیکھ کر مریدوں کی طرح پیش آتی تھی، اور اب تک (بارھویں صدی کے آخر تک) آپ میرک جیو کے نام سے وہاں کے لوگوں کی زبان پر ہیں۔ ملتان سے ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر ایک باغ اور حویلی بنائی، جو "کوٹلہ میرک جیو" کے نام سے مشہور ہے ــــ عہدِ عالمگیری میں آپ کو دیوانی کابل ملی، اور خطاب امانت خاں سے نوازے گئے۔ منصب میں بھی اضافہ ہوا، بعدہٗ یہ کسی وجہ سے مستعفی ہو گئے۔ مگر چونکہ ان کا نقش امانت عالمگیرؒ کے دل پر ثبت تھا، اس لئے فوراً خدمت حراستِ دارالسلطنت لاہور اور وہاں کی قلعہ داری تفویض کی، اور رخصت کیے وقت دیوانی صوبۂ لاہور بھی عطا کی ــــ لاہور میں بھی حویلی خوافی پورہ اور چوک کلاں کے متصل حویلی و حمام تعمیر کئے ــــ بائیسویں سال جلوس عالمگیری میں جبکہ بادشاہ اجمیر میں خیمہ زن تھے، آپ نے دیوانی صوبجاتِ دکن سے امتیاز حاصل کیا، پچیسویں سال عالمگیری میں خجستہ بنیاد اورنگ آباد میں دو شاہی توحویلی نظام شاہ مشہور بہ بستر بنگلہ، میرک معین الدین کا محل سکونت رہا، اس کے بعد میرک نے چاہا کہ (ص۵۸ پر)

اُمید ہے کہ فقراء کے باطن سے بہرۂ کامل حاصل کروگے، اور "فیض مند" ہوگے ــــــ یہ فقیر اُپنے اندر اتنی لیاقت نہیں دیکھتا، کہ تم کسی "امرِ عظیم" کی درخواست مجھ سے کرو ــــــ لیکن چونکہ ازراہِ حُسنِ ظن لکھا ہے، اس لئے اُمید ہے کہ تمھارے اس ظن کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے ساتھ معاملہ ہو، اور ویرانے سے خزانہ برآمد ہوجائے ــــــ یہ بھی حدیثِ قُدسی ہے: "انا عند ظنِ عبدی بی" (میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں) ــــــ بہرحال میں توجہ غائبانہ سے

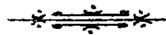
(ص ۴۹ کا بقیہ حاشیہ) گڑھی ہرسول میں جو اورنگ آباد سے ڈیڑھ کوس ہے، ملتان کی طرح اپنی بود و باش کیلئے جگہ بنائیں۔ بادشاہ نے حویلی ملک عنبر کو جو متصل شاہ گنج ہے ان کے لئے تجویز کیا، وہ جگہ بلبی کوٹلہ کے نام سے مشہور ہے میر کِ معین الدین کا انتقال ۱۰۹۵ھ میں ہوا۔ شہر اورنگ آباد کے جنوب میں نزدیک درگاہ شاہ نور حمامیؒ دفن ہوئے "سید بہشتی شد" سے تاریخ وفات نکلتی ہے (۱۰۹۵ھ)۔ حقائق آگاہ میاں شاہ نور حمامیؒ فرمایا کرتے تھے، کہ: "لوگ جو چیز مجھ سے طلب کرنے آتے ہیں، وہ یہ "بابائے پیر" اپنے پاس رکھتے ہیں" اشارہ میر کِ معین الدین احمدؒ کی طرف ہوتا تھا۔

خوافی خاں صاحبِ تاریخ لُبّ لباب نے لکھا ہے: "واقعی ایسا دیانت دار جو اپنی ترقی کو ملحوظ نہ رکھے، اور رفاہِ خلق کو کفایتِ سرکار سے بھی زیادہ ملحوظ رکھے، اور جس کی حکومت میں کسی کو کبھی مالی وجانی نقصان نہ پہنچا ہو، بجز امانت خاں (میر کِ معین الدین احمدؒ) کے کم سُنا، اور دیکھا گیا ہے" ــــــ عمالِ مطالبہ دار اور زمینداران نادار جیل خانے میں قریب بہ ہلاکت ہوجایا کرتے تھے، اُن کو جیل میں رکھنے سے سوائے بدنامیٔ سرکار کے اور کچھ فائدہ نہ تھا۔ اسی وجہ سے میر کِ معین الدین احمدؒ ان معزز قیدیوں کو قسطوں کے وعدے پر چھوڑ دیا کرتے تھے ــ چنانچہ لاہور میں ایک مرتبہ اس طریقہ سے دو لاکھ روپیہ کر (بقیہ ص ۵۱ پر)

دریغ نہیں کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ ـــــ اپنے اوقات کو طاعات میں مشغول رکھو، لہو و لعب سے بچتے رہو ـــــ "بیوفائی دنیا" "احوالِ گور" اور "ہولِ قیامت" کو پیشِ نظر رکھو ـــــ اور نجات کو اتباعِ سنّت و اجتناب از بدعت میں یقین کرو ـــــ اہلِ بدعت اور ملاحدہ سے تعلق صحبت نہ رکھنا، اس لئے کہ یہ لوگ دین کے چور ہیں۔ ... جو فقیر شرعی وضع پر نہیں، اور سنّتِ نبویؐ سے آراستہ نہیں، اس کو اپنی مجلس میں راہ نہ دینا، حاصل کلام (اس ارشادِ ربّانی پر پورا پورا عمل ہو) ـــــ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ

(ص۵ کا بقیہ حاشیہ)

نقصان کی خبر اخبار نویسوں نے پہنچائی، بادشاہ کو اس خبر سے کچھ گرانی ہوئی لیکن جب حقیقتِ حال پر مطلع ہوئے، تو تحسین فرمائی ـــــ دکن میں بھی دس بارہ لاکھ روپیہ کئی سال کا بقایا رعایائے سقیم الحال پر چلا آرہا تھا جس کے وصول کرنے کے لئے ہر سال احدیان و منصب داران مقرر ہوتے تھے، میرک معین الدین احمدؒ نے یہ تمام بقایا یک قلم معاف کر دیا۔ ایک دن عالمگیرؒ بادشاہ میرک معین الدین احمد کی دیانت کی تعریف کر رہے تھے انھوں نے عرض کیا کہ "سرکار! میری برابر تو کوئی بھی خائن نہ ہوگا، ہر سال ولی نعمت کے مال کو باقی داروں پر معاف کر دیتا ہوں ـــ بادشاہ نے فرمایا: "میں جانتا ہوں کہ تم میرا خزانۂ آخرت معمور کر رہے ہو" ـــــ میرک معین الدین احمد، اوضاعِ معیشت میں ضوابطِ اغنیاء سے بیگانہ اور دنیا داروں کے تکلفات سے ناآشنا تھے۔ ـــــ کتاب شرعۃ الاسلام (جو آدابِ شریعت میں ایک کتاب ہے) کا ترجمہ آپ کی مؤلفات میں سے ہے۔ خطِ شکستہ اور خطِ نستعلیق میں مہارت رکھتے تھے ـــــ آپ کے سات لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں، تقریباً سب سے اولادِ کثیر ہوئی ـــــ (ماخوذ از مآثر الامراء جلد اول ص۲۵۸ تا ۲۶۷ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی)



فخذوہ، وما نہاکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ الآیہ۔ (سورۃ حشر) (پیغمبر جو تم کو حکم دیں اُسے (بجان ودل) قبول کرو، اور جس چیز سے منع کر دیں اس کو چھوڑ دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو)۔

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب (۹۳) نذر بیگ سمرقندی کے نام: ——

حامداً اللہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم —— اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے، اور ایک لحظہ اپنی معیت سے نہ چھوڑے —— جو خط از راہ محبت ارسال کیا تھا —— پہنچا —— خوش وقت کیا، اپنے احوال اسی طرح لکھتے رہا کرو، تاکہ غائبانہ توجہ کا سبب پیدا ہو۔ ۔ ۔ ۔ جو خواب دیکھے ہیں خوب ہیں —— مبشرات ہیں —— اپنے کام میں سرگرم رہو —— احوالِ باطن، ذکر وفکر اور اس کے نتائج کے بارے میں کچھ تحریر نہیں کیا، اوّل اس کو لکھنا چاہیئے، دوسری باتیں اس کے ضمن میں ہوں۔ ع

طفیلِ دوست باشد ہر چہ باشد

—— حاصلِ کلام —— اس قدر مداومتِ ذکر کرو، کہ "ذکر وحضور" ملکۂ دل بن جائے ۔ ۔ ۔ اور "مذکور" کے علاوہ ہر چیز صحنِ سینہ سے رخصت ہو جائے، کوئی مراد اور مقصد غیر از حق سبحانہٗ باقی نہ رہے۔ ع

ایں کار دولتست کنوں تا کرا دہند

دوستوں سے دعا رسلامتی خاتمہ کی اُمید ہے ——

—— والسلام اوّلاً وآخراً ——

مکتوب (۹۵) سید علی[1] (بارہہ) کے نام : ـــــــــــ

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ـــــ مکتوب گرامی پہنچا ـــــ مسرت بخشی ـــــ ملاقات کا شوق ظاہر کیا ہے، یہ وقت پر موقوف ہے ـــــ لکل اجلٍ کتاب ـــــ دنیا تو محلِ جدائی ہے، دعا کرو کہ حق تعالیٰ آخرت میں ہمیں تمہیں جمع کرے ـــــ اللہ تعالیٰ کی ملاقات بھی آخرت کے لئے موعود ہے ـــــ موت اس کا "دریچہ" ہے ـــــ دنیا مزرعہ سے زیادہ نہیں ہے ـــــ جتنا عمل میں اخلاص ہوگا، ثمرات ونتائجِ اخروی اور درجاتِ قرب کی بھی زیادہ امید ہوگی ـــــ عمل، کتبِ شریعہ سے لیا جاتا ہے، اور "حقیقتِ اخلاصِ عمل" "اسلام حقیقی" اور "اطمینانِ نفس" سے متعلق ہے، اور اسلام حقیقی واطمینانِ نفس صحبتِ صوفیائے کرام سے وابستہ ہے ـــــ "عملِ بے اخلاص" جسمِ بے روح کی مانند ہے ... ... والسلام علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ ـــــ

مکتوب (۹۶) سید نور محمد[2] (بارہہ) کے نام :-

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ـــــ سیادت پناہ کو اس مسکین کا

---

[1] تاریخ محمدی میں ۱۱۱۹ھ کے تحت ایک شخصیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے :- "سید نورالدین علی خاں بن سید عبداللہ خاں بارہہ از امرائے عالمگیر شاہی در ہمراہی شاہ عالم در جنگ محمد اعظم کشتہ شد ۱۸ در ۱۱۱۹ھ) غالباً مکتوب الیہ یہی ہیں ـ ماثر الامرا جلد سوم ص۱۳۶ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی میں ان کو حسن علی خاں اور حسین علی خاں کا بھائی بتایا ہے ـ ۱۲

[2] تاریخ محمدی قلمی (رضا لائبریری رام پور) میں ان کا ذکر ۱۱۱۱ھ کے تحت ان الفاظ میں ہے (ص۲۸ پر)

سلام عافیت انجام ــــ جو خط از راہِ محبت بھیجا تھا، پہنچا ــــ خوش کیا ــــ اسی طرح اپنے احوال ظاہر و باطن لکھتے رہا کرو، یہ سلسلۂ خط و کتابت توجہ غائبانہ کا ذریعہ ہوتا ہے ــــ

مخدوما! ــــ اشرفِ عمر (جوانی) ختم ہوتی چلی جا رہی ہے، اور ارذلِ عمر (بڑھاپے) کی آمد آمد ہے ــــ افسوس ہے کہ اشرفِ اشیاء یعنی معرفت اللہ کو ارذلِ عمر کے حوالے کیا جائے، اور اشرفِ عمر کو ارذلِ اشیاء (ہوا و ہوس اور زینتِ دُنیا) میں صرف کیا جائے (ایسا نہ ہونا چاہئے) چاہئے کہ اوقات کو ذکر و فکر سے معمور کرو، اور توشۂ آخرت مہیا کرو ــــ والسلام علیکم و علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب (۹۸) حافظ محمد شریف لاہوری کے نام :ــــ

اللہ تعالیٰ مدارج قرب میں ترقیاتِ بے اندازہ نصیب کرے ــــ خط پہنچا ــــ خوش وقت کیا ــــ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بعافیت ہو ... ...

مخدوما! ــــ بندگی نام ہے "گردن نہادن" کا، اور اپنے ارادے سے باہر آجانے اور مرضیٔ خدا کے ساتھ وابستہ ہو جانے کا ــــ جو کچھ محبوب کی طرف سے پہنچتا ہے محبوب ہوتا ہے، انعام ہو یا تکلیف ــــ محب، فدائے محبوب ہوتا ہے، اُس کی

(صفحہ ۵۳ کا بقیہ حاشیہ) سید نور محمد بارہہ مخاطب بہ سیف خان از امرائے عالمگیر شاہی در شاہجہان آباد فوت شد ــــ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سادات بارہہ میں سے تھے ـ امرائے عالمگیری میں آپ کا شمار تھا ـ شنالہ میں دہلی میں آپ کی وفات ہوئی ـ ۱۱

نظر میں محبوب کے تمام افعال وکردار "رعنا وزیبا" ہوتے ہیں۔ ہر تلخی جو اس طرف سے پہنچتی ہے، عاشق اس کو شکر کی طرح استعمال کرتا ہے، اور شیریں کام ہوتا ہے۔ ۔ ۔
حدیث شریف میں ہے :- "عجبت من قضاء الله للمؤمن ان اصابه خیرٌ حمد ربه وشکر وان اصابه مصیبةٌ حمد ربه وصبر۔ یوجر المؤمن فی کل شیٍٔ حتی فی اللقمة یرفعها الی فی امرأته" (مومن کے حق میں اس فیصلۂ خداوندی سے متعجب ہوں، کہ جب مومن کو خیر پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے، اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بھی حمد کرتا ہے، اور صبر کرتا ہے ـــــ مومن کے ہر عمل پر اجر ملتا ہے، حتیٰ کہ اس لقمے میں بھی جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں دے)۔

ـــــ والسّلام اوّلاً وآخراً ـــــ

مکتوب (۹۹) سیّد نور بحر کے نام :-

الحمد لله والسّلام علی عباده الذین اصطفٰی ـــــ خط پہنچا ـــــ بہجت افزا ہوا ـــــ الحمدللہ! کہ تمہارے اوقات ذکر سے معمور ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اتباعِ سنّت میں کوشش کرو، بدعت اور اہلِ بدعت سے دور رہو۔ صحبتِ صلحاء و فقراء پابند شرع کی طرف راغب رہو ـــــ جس جگہ خلافِ شرع دیکھو وہاں سے گریزاں اور یکسو ہو جاؤ ـــــ ؎

با عاشقاں نشیں وہمہ عاشقی گزیں
با ہر کہ نیست عاشق ہرگز مشو قریں

اور عاشق صادق وہ ہے جو متابعت پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر راسخ ہے ـــــ

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ــــ سے اسی حقیقت کا اظہار ہو رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب (۱۰۱) مرزا خاں کے نام : ــــ

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التحیات ــــ اس طرف کے فقراء کے حالات مستوجب حمد ہیں ــــ تمھاری سلامتی، استقامت شریعت و سُنّت، اور ترقی درجات صوریہ و معنویہ کا خواستگار ہوں ــــ تمھارا خط پہنچا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مکرما! ــــ "ادعیہ و اذکار" جو فقیر نے تم کو بتائے تھے، وہ اس عنوان سے نہ تھے، کہ اس "طریقے" میں وہ شرائط کا درجہ رکھتے ہوں، یا سلوک طریق کا ان پر دار و مدار ہے، بلکہ اس طور پر تھے کہ تم خالی نہ رہو، اور حصولِ صحبت تک اپنے اوقات کو معمور رکھ سکو، غفلت میں اوقات ضائع نہ ہوں ــــ اس فقیر نے "رسالہ اذکار و ادعیۂ ماثورہ" (موقتہ و غیر موقتہ) کو احادیث معتبرہ سے مرتّب کیا ہے، بعض اذکار و ادعیہ کے فضائل بھی لکھے ہیں، اس رسالہ کی نقل تم کو بھیج دی گئی ہے، جس قدر بھی اس پر عمل کر سکو عمل کرو، رسالہ بڑا ہے، فارسی زبان میں ہے، فوائد کثیرہ کو متضمن ہے، اگر تمام رسالہ مطالعہ کرو تو بہتر ہے، یہ رسالہ کیا ہے ایک خزانہ ہے "سر اوقات قرب" کے اسرار کا، اور ایک دریا ہے "منازل قدس" تک پہنچانے والا ــــ کسی غواص کی ضرورت ہے کہ وہ اس کی گہرائی سے نفیس موتی حاصل کرے، اور کوئی پیراک ہو جو شناوری کر کے "شہر مطلوب" تک پہنچ جائے ــــ تم نے لکھا تھا کہ ہر چند صحبت شیخ کامل ــــ سلوک میں ــــ ضروری ہے لیکن اس سلسلۂ عالیہ میں غائبانہ بھی "افادہ و استفادہ"

کی محفل گرم ہوتی رہی ہے، جیسا کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت مجددؒ کے درمیان (غائبانہ افادہ و استفادہ ہوتا رہا) اشفاق پناہا! ــــ ہمارے حضرت (مجدد صاحبؒ) کو جو کچھ "مقامات ولایت" کے سلوک اور "منازل قرب" کی رسائی میں درکار تھا، وہ تمام تر حضرت خواجہؒ کی خدمت ہی میں ظہور پذیر ہوا، اور انھیں کی صحبتِ پُرنور میں مراتب کمال و تکمیل کا حصول ہوا ــــ چنانچہ یہ امر حضرت مجددؒ کے مکتوب سے ظاہر ہے ــــ ہاں یہ ضرور ہے کہ سلوک طے کرنے کے بعد جب (دہلی سے) مکان کو رخصت ہوگئے، تو مراسلات و مکاتبات کا سلسلہ جاری رہا، اور سوال و جواب ہوتے رہے، اس ضمن میں جو "افادہ و استفادہ" ہوا، تو وہ خارج از بحث ہے، کیونکہ یہ بعد از حصول کمال و مراتب سلوک ہے ــــ نفسِ حصولِ کمال اور کسبِ منازلِ سلوک کے لئے صحبتِ شیخ ضروری چیز ہے۔ ... حضرت ایشانؒ (حضرت مجددؒ) "نسبتِ محبوبیت" رکھتے تھے، اگر غائبانہ بے صحبتِ پیر بھی اخذِ فیوض و برکات کر لیتے تو گنجائش تھی کیونکہ محبوبوں کا معاملہ ہی جُدا ہوتا ہے، ان کو "اجتبا" کے راستے سے لیجاتے ہیں، اور کشاں کشاں منزل پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ ؏

"گر نہ آید بخوشی موئے کشانش آرند"

اگر پیرِ ظاہر کا واسطہ بھی نہ ہو، تب بھی ان کو اللہ تعالیٰ نواز دیتے ہیں، اور راہ میں نہیں چھوڑتے ــــ ان کے (محبوبوں کے) علاوہ باقی سب براہِ "انابت" چلتے ہیں، اور صحبتِ پیرِ ظاہر کے محتاج ہوتے ہیں، ان میں اور اُن میں بہت بڑا فرق ہے حضرت ایشانؒ کی محبوبیت حضرت خواجہ صاحبؒ کے نزدیک بھی مسلّم تھی۔ حضرت خواجہؒ ہمارے حضرتؒ کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے :- ـــ

عشق معشوقاں نہاں است و ستیر ٭ عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقاں تن زہ کند ٭ عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

اس فقیر نے جو کچھ لکھا ہے، وہ "راہِ انابت" سے متعلق ہے کہ عام طور پر راہ مریدی ہے اور اسی راہ کے متعلق میں نے تحریر کیا ہے، کہ ترقی اکثر و بیشتر صحبتِ شیخ ہی سے وابستہ ہے ......آں مکرم کے اخلاقِ کریمانہ سے کچھ دور نہیں، کہ دعائے سلامتیِ خاتمہ میں یاد رکھیں گے............ وسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات العلی۔

مکتوب (۱۰۶) مولانا برخوردار کابلی کے نام :

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ نجوم الھدیٰ ــــــ امابعد ــــــ مکتوب مرغوب جو اس مسکین کو لکھا تھا، اس کے ورود سے مشرف و مسرور ہوا ــــــ مقصدِ اعلیٰ کے طلب و شوق کا اظہار اس مکتوب میں کیا ہے، نیک اور مبارک بات ہے ــــــ اللہ تعالیٰ آتشِ طلب کو مشتعل کرے، شعلۂ شوق کو بھڑکائے، اور ماسوا سے کلیتہً رہائی دے کر قرب و معرفت کی بارگاہ تک پہنچائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ــــــ جو خواب دیکھا تھا وہ بالکل واضح ہے، اور "مناسبتِ معنویہ" کا پتہ دے رہا ہے ــــــ ہماری ملاقات ہونے تک کلمۂ طیبہ کی تکرار میں مشغول رہو، اور یہ ذکر موافقتِ قلب کے ساتھ کرو، جس قدر بھی کر سکو ــــــ اگر خلوت میں ذکر ہو تو بہتر ہے ــــــ یہ کلمۂ طیبہ "تطہیرِ باطن" میں تاثیرِ عظیم رکھتا ہے

اس کے ایک جزو (لَا اِلٰہَ) میں "ماسوائے حق" کی نفی ہے، اور دوسرے جزو (اِلَّا اللہ) میں معبودِ برحق کا اثبات ہے ــــ اور سلوک کا خلاصہ یہی ہے ــــ حدیث شریف میں ہے :۔ افضلُ الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ[1] ــــ طاعات پر حریص رہو، سُنّتِ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرو ــــ بدعت سے بچو، اور منکرات سے یکسو رہو ــــ ایک بزرگ کا مقولہ ہے، کہ :۔ اعمالِ نیک تو نیک و بد دونوں قسم کے اشخاص کر لیتے ہیں، لیکن معاصی سے اجتناب کرنا "صدّیق" کا خاص شیوہ ہے ــــ اس مسکین کو دُعائے سلامتیِ خاتمہ میں یاد رکھنا ــــ

(اس کے بعد ایک سوال کے جواب میں حدیث "استبدال خمیصہ" "بانجانیہ" پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ حدیث کے مختلف طُرق پیشِ نظر رکھ کر اس بات کو ثابت کیا ہے کہ نفیس لباس سالک کے لئے مضرت رساں نہیں ہے۔ حدیث کا اصل مفہوم ظاہر کرتے ہوئے شراح حدیث کی عبارات بھی پیش کی ہیں، اور اپنے ذاتی فہم سے بھی عجیب عجیب نکتے بیان کئے ہیں، چونکہ یہ بحث کئی صفحوں میں ہے، اور دقیق ہونے کی وجہ سے ماہرین حدیث کے سمجھنے کی ہے۔ اس لئے اُس کا ترجمہ چھوڑتا ہوں) ــــ

(اس مکتوب کے آخر میں فرماتے ہیں) ــــ تم نے لکھا تھا کہ کسی بدعتی، رشوت ستاں یا علی الاعلان فسق و فجور کرنے والے کے یہاں جانا اور کھانا تناول کرنا کیسا ہے؟ ــــ مخدوما! ــــ اس میں شک نہیں، کہ ۔۔۔۔۔۔ ایسے لوگوں کے یہاں جانے سے پرہیز اولیٰ ہے، بلکہ طالبانِ طریق کے لئے تو پرہیز لازم ہے ــــ ہاں مواضع ضرورت مستثنیٰ ہیں ۔۔۔۔ "باب لقمہ" میں (خلاصۂ کلام) یہ ہے، کہ اگر معلوم ہو کہ یہ کھانا

---

[1] لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سب سے بڑا ذکر ہے ۱۲۔

حرام طریقے پر ہے، تو اس کا کھانا حرام ہے، اور اگر یہ معلوم ہو کہ وجہ حلال سے ہے، تو حلال ہے، کچھ نہ معلوم ہو، تو وہ "مشتبہ" ہے اس کا نہ کھانا بہتر ہے۔

تم نے ایک بات یہ بھی لکھی تھی کہ بعض منکرین کہتے ہیں کہ مرید کرنا اس مخصوص طریقے پر بدعت ہے — مخدوما! — طلب حق کرنا اور راہِ دین میں رہنما منتخب کرنا اور اس سے ارادت کا تعلق قائم کرنا "ماموراتِ شرعیہ" میں سے ہے — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وابتغوا الیہ الوسیلہ[ع] — "افادہ واستفادۂ معنوی" کا سلسلہ جس کو بعنوانِ دگر "پیری و مریدی" کہہ لو — زمانۂ پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر اس وقت تک برابر جاری ہے — کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے جس کو مشائخِ کرام نے یوں ہی اپنی طرف سے گڑھ لیا ہو — تمام مشائخ کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ حضرت صدیقِ اکبرؓ کے واسطے سے، اور باقی سلاسل حضرت علیؓ کے ذریعہ سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں — پھر یہ طریقۂ بیعت بدعت کیسے ہوگیا؟ ہاں یہ کہہ لو کہ لفظ "پیری و مریدی" نیا لغت ہے، مگر الفاظ کا کوئی اعتبار نہیں — "رابطۂ معنوی" اور "افاضۂ معنوی" بحال خود رہے گا — اور یہ کہنا کہ اس مخصوص طریقے پر مرید کرنا بدعت ہے، معلوم نہیں کہ مخصوص طریقے سے کیا مراد ہے؟ ہمارے طریقے میں تعلیم وتعلم اور ذکر ہے — ذکر خود "ماموراتِ شرعیہ" سے ہے... ... یہ تو ایسا ہی ہوا کہ کوئی کہدے کہ صحیح بخاری پڑھنا، اور

ع اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلے کو طلب کرو۔ ۱۲

ہدایہ کا درس دینا بدعت ہے۔ ۔ ۔ ۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائرمن اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العُلیٰ۔

مکتوب (۱۱۰) عبدالحکیم کے نام:

(مواعظ ونصائح اور سیرت صالحین میں)

اے بھائی! ــــ ناجنس اور مخالفِ طریق کی صحبت سے بچتے رہنا اور بدعتی کی مجلس سے گریزاں رہنا ــــ یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ کا مقولہ ہے کہ:- ان تین اصناف سے اجتناب کرو:-

(۱) علمائے غافلین

(۲) قُرّائے مداہنین ــــ اور

(۳) متصوفۂ جاہلین

جو شخص مسندِ مشیخت پر بیٹھا ہوا ہے، اور اس کا عمل موافق سنّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے، اور نہ وہ خود زیورِ شریعت سے آراستہ ہے ــــ خبردار ــــ خبردار ــــ اس سے دُور رہنا، بلکہ (احتیاطاً) اُس شہر میں بھی نہ رہنا جس میں ایسا (مکار) رہتا ہو ایسا نہ ہو کہ کچھ عرصے بعد اس کی طرف دل کا کچھ میلان ہو جائے، اور کارخانۂ روحانیت خلل پذیر ہو ــــ ایسا شخص ہرگز اقتداء کے لائق نہیں ہوتا، وہ تو درحقیقت ایک چورہے پنہاں۔ ۔ ۔ ۔ ہر چند کہ اس سے طرح طرح کے خوارقِ عادات دیکھو اور اس کو دنیا سے بظاہر بے تعلق بھی پاؤ (کبھی اس کی طرف ملتفت نہ ہونا) اسکی صحبت سے اس طرح بھاگنا جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔

سیّد الطائفہ حضرت جُنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "کامیابی کے تمام راستے بند ہیں سوائے اس شخص کے راستے کے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے" ـــــ سیّد الطائفہ ہی کا یہ قول بھی ہے کہ: "مقربین صادقین" کا راستہ درحقیقت کتاب وسنّت کے ساتھ وابستہ ہے، اور وہ علماء جو شریعت وطریقت پر عامل ہیں اور وارث النبی کہلانے کے مستحق ہیں، وہ اقوال، اخلاق اور افعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوتے ہیں۔"

مکرّر لکھتا ہوں کہ آدابِ نبویؐ کا خیال نہ رکھنے والے اور سننِ مصطفویؐ کو چھوڑنے والے کو ہرگز ہرگز "عارف" خیال نہ کرنا، اس کے (ظاہری) تبتل وانقطاع، خوارقِ عادات، زہد وتوکل، اور (زبانی) معارفِ توحیدی پر فریفتہ وشیفتہ نہ ہو جانا ...... مدارِ کار، اتباعِ شریعت پر ہے، اور "معاملۂ نجات" "پیروی نقشِ قدم رسولؐ" سے مربوط ہے ـــــ محق ومبطل میں امتیاز پیدا کرنے والی چیز اتباعِ پیغمبرؐ ہی ہے ـــــ زہد وتوکل اور تبتل بغیر اتباعِ رسولؐ کے نامعتبر ہیں ـــــ "اذکار وافکار" اور "اشواق واذواق" بے توسل سرکارِ دوعالمؐ غیر مفید ہیں ـــــ خوارقِ عادات کا دار ومدار بھوک اور ریاضت پر ہے، اُس کو معرفت سے کیا تعلق؟۔

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے فرمایا ہے: "جس نے آداب سے سستی برتی وہ سنن سے محروم ہوگیا، جس نے سنن سے غفلت اختیار کی، وہ فرائض سے محروم ہوا، اور جس نے فرائض سے تہاون کیا، وہ معرفت سے محروم ہوگیا" ......

شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ سے لوگوں نے کہا، کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، انھوں نے فرمایا: "ہاں! گھاس کا تنکا بھی پانی پر چلتا ہے (یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہے)۔

پھر کہا گیا، کہ :- فلاں آدمی ہوا میں اُڑتا ہے۔ فرمایا :- (ٹھیک ہے) چیل اور مکھی بھی ہوا میں اُڑتے ہیں۔ پھر کہا گیا کہ :- فلاں آدمی ایک لحظے میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا ہے۔ فرمایا :- (اس میں کیا رکھا ہے) شیطان تو ایک دم میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے، اِن باتوں کی کوئی قیمت نہیں ہے، مردِ حق دراصل وہ ہے، جو مخلوق کے درمیان نشست و برخاست رکھے، بیوی بچے رکھتا ہو، اور پھر ایک لحظہ خدائے عزّ و جل سے غافل نہ رہے"۔

شیخ علی ابن ابی بکر قدس سرّہ نے "معارج البدایہ" میں فرمایا ہے، کہ :- "ہر انسان کا حُسن و کمال تمام امور میں ظاہرًا و باطنًا، اصولاً و فروعًا، عقلاً و فعلاً، عادۃً و عبادۃً کامل اتباعِ رسول میں مضمر ہے"۔

اگر کوئی گناہ وقوع میں آجائے تو بہت جلد اس کا تدارک توبہ و استغفار سے کر لینا چاہیئے، گناہِ پوشیدہ کی توبہ پوشیدہ طریقے پر، اور گناہِ آشکارا کی علانیہ طریقے پر توبہ ہو۔ توبہ میں دیر نہ کی جائے ____ منقول ہے، کہ :- کراماً کاتبین تین ساعت تک گناہ لکھنے میں توقف کرتے ہیں، اگر اس درمیان میں توبہ کر لی، تو اس گناہ کو نہیں لکھتے، ورنہ اپنے رجسٹر میں اس گناہ کا اندراج کر لیتے ہیں ____ جعفر بن سنانؒ فرماتے ہیں، کہ :- "توبہ سے غفلت کرنا ارتکابِ گناہ سے بھی زیادہ بُری بات ہے"۔ اگر جلدی توبہ میسّر نہ ہو سکے، تو جب بھی توبہ کرے غرغرۂ موت سے پہلے پہلے ... وہ توبہ مقبول ہے ____ حدیث میں آیا ہے :- اللہ تعالیٰ رات کو اپنا دستِ نوازش دراز کرتا ہے، تاکہ دن کا گنہگار توبہ کر لے، اور دن کو بھی اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کر لے ____ انسان کو چاہیئے کہ ورع و تقویٰ کو اپنا شعار بنائے، اور منہیات

میں قدم نہ رکھے، کیونکہ اس راہِ سلوک میں نواہی سے باز رہنا (درحقیقت) اوامر کے امتثال سے زیادہ ترقی بخش اور سود مند ہے ـــــــ ایک درویش نے کہا ہے، کہ: "اچھے اعمال تو نیک اور فاجر دونوں کر لیتے ہیں، لیکن معاصی سے بچنے کا (اہتمام) "صدیق" کا کام ہے"۔ ۔ ۔ ۔

حدیث میں آیا ہے، کہ:۔ "حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ـــــــ جو چیز تجھے شک میں ڈالے، اُس کو چھوڑ دے"الخ۔ ۔ ۔ ۔

اگر اپنے اور اہل و عیال کے لئے تجارت یا اس کے مانند کوئی حلال کسب کرے تو وہ مُضر نہیں ہے، بلکہ مستحسن ہے، کیونکہ سلف نے اس کو اختیار کیا ہے ـــــــ احادیث میں فضل کسب بہت کچھ بیان کیا گیا ہے ـــــــ اگر کوئی توکل اختیار کرے تو یہ بھی بہتر ہے، لیکن اِس شرط کے ساتھ کہ پھر کسی سے طمع نہ رکھے۔ ۔ ۔ ۔

ابو محمد منازلؒ نے فرمایا ہے، کہ: "توکل کسبِ حلال کے ساتھ ساتھ کرنا بہتر ہے بمقابلہ خالی توکل کے" ـــــــ کھانا کھانے میں اعتدال کا خیال رکھے، نہ اتنا زیادہ کھائے، کہ وہ کھانا عبادت میں کسل اور سستی پیدا کر دے، اور نہ اس قدر کم کھائے، کہ (ضعف کے باعث) اذکار و طاعات سے باز رہے۔ ۔ ۔ ۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کا ارشاد ہے، کہ:۔ "لقمۂ تر کھاؤ، لیکن (دینی) کام خوب کرو" ـــــــ حاصل کلام یہ ہے، کہ "طاعت" میں جس قدر کھانا ممد و معاون ہو، وہ خوب اور مُبارک ہے، اور اس "کارخانے" میں جتنی زیادتی طعام خلل انداز ہو جائے وہ البتہ ممنوع ہے ـــــــ

تمام افعال و حرکات میں اس کا قصد کرے کہ نیّت صحیح ہو، جب تک نیّتِ صالحہ نہ ہو

حتی الامکان کوئی قدم نہ اٹھائے ... ... لوگوں کے ساتھ اختلاط بقدرِ ضرورت کرے ... ... وہ اختلاط جو برائے افادہ و استفادہ ہو، البتہ محمود بلکہ ضروری ہے ——— ہر نیک و بد کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے، خواہ اس سے باطن میں انبساط پیدا ہو یا انقباض، جو شخص عذر خواہی کرے اُس کے عذر کو قبول کرنا چاہئے ——— اخلاق اچھے ہوں ——— (خواہ مخواہ) اعتراض کسی پر کسی پر نہ کیا جائے، نرم و ملائم گفتگو ہو ——— کسی کے ساتھ سختی و درشتی سے معاملہ نہ کرے، ہاں خدا کے لئے سختی کر سکتا ہے۔

شیخ عبداللہ نے فرمایا ہے، کہ: "درویشی نہ فقط نماز روزے کا نام ہے اور نہ صرف احیاءِ شب کا، یہ تو اسباب بندگی ہیں، درویشی یہ ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ کی جائے، اس خوبی کو حاصل کرے گا، تو واصل ہو گا۔"

محمد بن سالمؒ سے لوگوں نے دریافت کیا: "اولیاء کی پہچان کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا:- اولیاء کی علامات یہ ہیں ... ... لطفِ لسان، حسنِ اخلاق، بشاشتِ چہرہ، سخاوتِ نفس، قلتِ اعتراض، عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا، تمام مخلوقِ خدا پر شفقت کرنا خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار۔"

ابو عبداللہ احمد مقری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:- جوانمردی یہ ہے کہ تو جس شخص سے کدورت رکھتا ہو اُس سے حسنِ خلق سے پیش آئے، اور جس آدمی سے کراہت کرتا ہو اُس پر مال خرچ کرے، اور جس سے نفرت ہو اُس سے اچھا سلوک کرے۔"

بات چیت کرنے میں "رعایتِ قلت" مدِ نظر رہے۔ زیادہ نیند اور زیادہ ہنسنا بھی درست نہیں، کیونکہ اس سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔

اُپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرے، اُور خدمتِ مولیٰ میں چُست ہو جائے ـــــ ایسا کرے گا تو تدبیرِ امور سے فارغ ہو جائے گا (اُور سب کام غیب سے بن جائیں گے) سیّد الطائفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے، کہ:۔ دنیا کی تمام حاجتوں میں کامیابی کا رازان حاجتوں کو ترک کر دینے میں پوشیدہ ہے، جب دل ایک جانب (خدا کی طرف) ہو جائے گا، خداوند کریم سب کام پورے کر دے گا ـــــ حدیث میں ہے:۔ "جو شخص اُپنے تمام غموں کو ایک غم (غمِ آخرت) بنا دے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اُور آخرت کے تمام کام بنا دے گا" ـــــ نیز ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ اُپنے بندوں کو تیرے اوپر مہربان کر دے گا، کہ وہ تیرے کاموں کو (خود بخود) انجام دینگے۔

یحیٰی معاذ رازیؒ فرماتے ہیں:۔ "جس قدر تجھے اللہ سے محبّت ہو گی، مخلوقِ خدا بھی تجھ سے اتنی ہی محبّت کرے گی، تجھے خدا کا جس قدر خوف ہو گا، مخلوق بھی تجھ سے اتنا ہی ڈرے گی، اُور تو جتنا خدا کے حکموں میں مشغول ہو گا، مخلوق بھی تیرا اتنا ہی کہنا مانے گی"۔

کسی پر اعتماد سوائے فضلِ پروردگار کے نہ ہو ـــــ اہل وعیال کیساتھ نیک سلوک کرنا چاہئے، اُور بقدرِ ضرورت ان سے اختلاط ہو، تاکہ ان کا حق اُدا ہو جائے "موانستِ تام" ان سے نہ ہو، اِس صورت میں اللہ تعالیٰ سے اعراض کا اندیشہ ہے۔

ـــــ "احوالِ باطن" نااہل سے نہ بیان کئے جائیں ـــــ مالداروں سے حتی المقدور میل جول نہ رکھا جائے ـــــ جمیع حالات میں سنّتِ نبویؐ کو اختیار کیا جائے، بدعت سے حتی الوسع اجتناب ہونا چاہئے۔ ...... سالک کو چاہئے کہ حوادث میں متذبذب نہ ہو۔ عیوبِ مردم پر نظر نہ کرے، اُور اُپنے عیوب ہمیشہ پیشِ نظر رکھے ـــــ اُپنے آپ کو

کسی مسلمان پر ترجیح نہ دے، سب کو اپنے سے بہتر سمجھے ـــــ ہر مسلمان کے متعلق یہ اعتقاد رکھے، کہ اس کی برکت اور دعا سے مجھے کشود کار میسّر ہو سکتا ہے ...... سلف صالحین کے حالات پیش نظر رکھے ـــــ مساکین کی ہم نشینی پسند کرے ـــــ کسی کی غیبت کی جانب خود بھی مائل نہ ہو، اور جہاں تک ہو سکے دوسرے کو بھی اس سے روکے ـــــ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ بنائے ـــــ اللہ کے راستے میں انفاق مال پر حریص ہو ـــــ حسنات کے صدور سے خوشی محسوس کرے، اور سیئات کے ارتکاب سے دُور دُور رہے ـــــ حدیث شریف میں آیا ہے، کہ :- جو شخص ایسا ہو کہ اپنا گناہ اس کو ناگوار گذرے، اور نیکی اُس کو خوش کرے، بس وہ مومن (کامل) ہے۔

مفلسی سے ڈر کر بخیلی اختیار نہ کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- الشیطٰن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء (شیطان تم کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے، اور بُری باتوں کا حکم کرتا ہے) ـــــ قلتِ معیشت سے تنگدل نہ ہو، عیش کا زمانہ تو آگے آرہا ہے۔

اللّٰھم لا عیش الا عیش الاٰخرۃ ـــــ یہاں کی تنگی "وہاں" کی فراخی کا سبب ہو جائے گی ......

فقراء اور اخوانِ دینی کی خدمت میں کوتاہی نہ کی جائے ـــــ جعفر خلدیؒ نے فرمایا ہے، کہ :- "احرار" کی کوشش اپنے بھائیوں کے فائدے کیلئے ہوتی ہے،

عــه اے اللہ! عیش تو بس آخرت ہی کا عیش ہے۔ ۱۲

نہ کہ اپنے نفسوں کے لئے ـــــ ابو عبداللہ خفیفؒ فرماتے ہیں کہ :۔ "ایک درویش میرا مہمان ہوا، اتفاقاً اُس کو پیٹ کا مرض لاحق ہوگیا، میں نے اس کی خدمت تیمارداری اپنے اوپر لازم کرلی، تمام رات طشت اس کے لئے رکھتا، اور اُٹھاتا تھا، اتفاق سے تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی، تو اُس درویش نے مجھے لعنت ملامت کرنی شروع کی، اور غصّے میں آکر "لعنك الله"[۱] کہا ..... لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا، کہ جب اس نے تم کو لعنک اللہ کہا، تو تم نے اپنے نفس کو کس حال میں پایا؟ ۔ میں نے کہا، کہ :۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا، گویا کہ اُس نے مجھے دُعا دی، اور "رحمك الله" کہا ؂

صوفیا کی خدمت آداب کے ساتھ کرے، تاکہ ان کی برکات سے بہرہ ور ہو جائے ـــــ الطریقة کلها ادبٌ ـــــ کوئی بے ادب خدا رسیدہ نہیں ہوا ـــــ میں ارادہ کر رہا ہوں، کہ آدابِ صوفیاء کو علیحدہ (رسالہ کی شکل میں) جمع کروں ـــــ حضرت ایشان (حضرت مجدّد الف ثانیؒ) نے اس باب میں ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے، اور بعض "آداب ضروریہ" کو اس میں درج کیا ہے، اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ کرلینا ـــــ بالجملہ خاک اور بے وجود ہو کر ان بزرگوں کی خدمت میں پہنچے، ورنہ ان کی مصاحبت کی ہوس نہ کرے، کیونکہ اس کے خلاف کرنے میں احتمالِ ضرر غالب ہے، اور نفع بالکل نہ ہوگا ـــــ ابوبکر بن سعدانؒ فرماتے ہیں :۔ جو صوفیاء کی ہمنشینی اختیار کرے، اُسے

---

[۱] اللہ تجھ پر لعنت کرے۔

چاہئے، کہ "بے نفس وبے دل" اور "بے ملک" ہو کر ان کے پاس رہے، اور اگر اپنی چیزوں میں سے کسی چیز پر نگاہ رکھے گا، تو یہ امر اس کو مطلوب تک پہنچنے سے روکے گا۔

طلب حق جلّ مجدہٗ میں اپنے آپ کو آرام نہ دے اور مضطرب رہے ــــ ابوبکر طمستانیؒ فرماتے ہیں:۔ "تصوّف" اضطراب کا دوسرا نام ہے، جب سکون آیا، تصوّف نہ رہا ــــ محب کو بغیر محبوب کے چین میسّر نہیں ہوتا، اور اس کے ماسواء سے الفت نہیں ہوتی، اس کے اندرون سے ہمیشہ یہ ندا نکلتی ہے:۔ ؎

بچہ مشغول کنم دیدۂ و دل را کہ مدام
دل ترا می طلبد دیدہ ترا می جوید

مرید کو اس صفت پر ہونا چاہئے، جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے:۔

حتّٰی[1] اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجا من اللّٰہ الّا الیہ (توبہ) (جب کہ ان پر زمین تنگ ہو گئی باوجود کشادگی کے، اور ان کی جانیں ان پر تنگ ہو گئیں، اور انھوں نے جانا، کہ اللہ کے قہر سے نجات نہیں، سوائے اللہ کی طرف پناہ لینے کے)۔

جب مرید کی پیاس اس درجے پر پہنچے گی، اور تمام روئے زمین باوجود فراخی کے

---

[1] یہ آیت اُن تین صحابیوں کے بارے میں ہے جو غزوۂ تبوک کی شرکت سے رہ گئے تھے ــــ مقاطعہ کی وجہ سے پچاس دن تک ان پر سخت حالت گذری، بالآخر ان کی توبہ قبول ہوئی۔ ۱۲

اس پر تنگ و تاریک ہو جائے گی، تب یہ اُمید ہے کہ رحمت، جوش میں آجائے اور اس خانماں برباد عاشق کو اپنے آغوش میں لے لے :۔ ؎

دادیم تراز گنج مقصود نشاں
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

اس مسکین کا التماس تم جیسے دوستوں سے یہ ہے کہ اس مہجور و عاصی کو دعاؤں سے فراموش نہ کروگے، اور اللہ تعالیٰ کے کرم عمیم سے درخواست کروگے کہ یہ گنہگارِ تباہ کار کل قیامت کے دن (کم از کم) "زمرۂ عاصیانِ مرحوم" میں داخل و شامل ہو جائے :۔ ؎

کجا ما و کجا زنجیرِ زُلفش
عجب دیوانگی اندر سر افتاد

سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلامٌ على المرسلين والحمد لله ربّ العٰلمين ۔

مکتوب (۱۱۶) مولانا محمد امینؒ[1] لاہوری کے نام :۔

اس مکتوب میں پانچ سوالات کے جواب ہیں، سوال پنجم اور اس کا جواب یہ ہے :۔

---

[1] مولانا محمد امین بن مولانا خواجہ حسینی الهروی ثم اللاہوری = آپ ہرات میں پیدا ہوئے ۔ وہاں سے قندھار محل سکونت ہوا، شیخ زین الدین خوافیؒ سے حصولِ علم کیا ۔ (بقیہ ص۷۱ پر)

سوال پنجم: ۔صوفیاء کے مسلمات میں سے ہے، کہ اسلام حقیقی جو کہ "اطمینان نفس" کے ساتھ مربوط ہے، زوال وخلل سے محفوظ ہوتا ہے ـــــ حالانکہ منجملہ عقائد یہ بھی ہے، کہ "الایمان بین الخوف والرجاء"[عہ] ـــــ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ "واللہ لا ادری وانا رسول اللہ مایفعل بی ولا بکم"[عہ]

جواب:۔ ... ... جاننا چاہیئے، کہ "نفس مطمئنہ" بنص قطعی "راضی ومرضی" اور "بشّر بہ جنت" ہے، لیکن کسی شخص معین کے بارے میں "حصول اطمینان کا علم" یا تو علامات سے ہوگا، یا الہام سے، اور یہ امور ظنّیہ ہیں قطعیہ نہیں ـــــ یقین تو وحی اور اخبار انبیاء سے متعلق ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے:۔ واللہ لا ادری الخ ـــــ ابہام خاتمہ کے طور پر نہیں ہے، کیونکہ آپ کا اطمینان نفس اور حسن خاتمہ قطعی امر ہے ... ... بلکہ (آپ کا ارشاد) اس معنی کا اظہار ہے، کہ وہ تفصیلات جو میرے اور دوسروں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں پیش آئیں گی میں اُن کو نہیں جانتا، اسلئے کہ "علم غیب" حق سبحانہٗ کیساتھ مخصوص ہے۔

(ص کا بقیہ حاشیہ) عہد اکبری میں ہندوستان آئے، اور ملک پور (مضافات لاہور) میں بود و باش اختیار کی، آپ کی عمر ۹۶ سال کی ہوئی۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۵۔ ص ۳۶۱) ۔۱۲

عہ ایمان، خوف اور اُمید کے درمیان ہے۔ ۱۲

عہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں، درآنحالیکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ ۱۲

مکتوب (۱۱۹) مخدوم زادہ شیخ عبدالاحد[1] کے نام :- (اوّل حصّہ)

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

فرزندِ ارجمند شیخ عبدالاحد نے اِس مسکین سے دریافت کیا ہے، کہ "سالک" ادائے نماز کے وقت کس چیز کی طرف متوجہ ہو؟ ذاتِ حق کی طرف جو مسجود و معبودِ حقیقی ہے، یا قرآنِ مجید کی طرف جو کہ مدارِ نماز ہے، یا کعبہ کی طرف جو کہ "مسجود لہا" ہے؟ یا خشوع و خضوع اُور تعدیلِ ارکان کی طرف جو کہ "مامور بہا" ہیں، یا ان تمام امور کی جانب بیک وقت ساتھ ساتھ؟ اُور ان میں سے ہر شق پر کچھ شبہات پیش کئے ہیں۔ ... ...

سعادت آثارا! نماز پڑھنے والے کے لئے جو چیز ضروری اُور مامور بہ ہے وہ یہ ہے، کہ ارکانِ نماز کی طرف دھیان رکھے، قومہ، جلسہ وغیرہ میں طمانینت اور خشوع و خضوع ہو ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- قد افلح[ع] المومنون الذین

---

[1] آپ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے ابن الابن یعنی حضرت خواجہ محمد سعید سرہندیؒ کے صاحبزادے اُور حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے برادر زادے ہیں پہلے اپنے والد کے مرید ہوئے، پھر اپنے چچا حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے خلافت پائی، حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ابن خواجہ محمد معصومؒ سے بھی استفادۂ باطنی کیا ہے، آپ صاحب تصانیف اُور جیّد عالم تھے، آپ سے اُور آپ کی تصنیفات سے خلقِ کثیر نے نفع حاصل کیا۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۱۲۶ھ کو بروز جمعہ دہلی میں وفات پائی، سرہند میں دفن ہوئے ـــــــــ (روضۃ القیومیہ)

[ع] کامیاب ہوئے وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع والے ہیں۔ ۱۲

ھم فی صلوتھم خاشعون ـــــ اور نماز میں خشوع یہ ہے کہ نظر کو مثلاً قیام میں سجدہ گاہ پر رکھے (اسی طرح رکوع و سجود وغیرہ میں اپنی اپنی جگہ نظر رکھے) اسی کے ساتھ ساتھ قرأت قرآن پر توجہ ہو، اور "معانی و اسرار" میں تفکر ہو (اگر اہل معنی میں سے ہو) ورنہ اسی قدر تصوّر کافی ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا کلام ہے "ذات بحت" کی جانب توجہ کرنا ماموراتِ نماز میں سے نہیں ہے ـــــ

اس کے باوجود میں کہتا ہوں کہ امورِ مذکورہ (جو خشوع کے معنی بتاتے ہوئے میں نے ذکر کئے ہیں) کی جانب توجہ کرنا ذاتِ مسجود کی طرف توجہ کرنا ہے، بے ملاحظۂ اسمائے صفات۔

مکتوب (۱۲۱) شیخ ابوالقاسم کے نام :-

... دوستوں کی بے پرواہی اور عدم توجہ سے ملول نہ ہوں ان سب باتوں کو حق تعالیٰ کی طرف سے جانیں، بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو گھماتا ہے۔ ؎

از خدا داں خلاف دشمن و دوست

کہ دلِ ہر دو در تصرّف اوست

جو شخص تم سے دوستی رکھتا ہے وہ تم کو اللہ تعالیٰ سے ہٹا کر اپنی جانب مشغول کرنا چاہتا ہے، اور جو تم سے دوستی نہیں رکھتا، وہ (درحقیقت) تم کو حق تعالیٰ کی جانب مشغول ہونے کا موقع دے رہا ہے ـــــ اللہ کے ساتھ مشغول رہنا بہتر ہے یا مخلوق کے ساتھ؟ ـــــ

کسی نے کیا خوب کہا ہے :- ؎

یارب ہمہ خلق زمن بدخوکن ٭ وز جملہ جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دل من صرف کن از ہر جہتے ٭ در عشق خودم یک جہت و یک رو کن

مکتوب (نمبر ۱۲۳) شیخ ابوالقاسم کے نام :۔۔۔۔۔۔۔۔

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ۔۔۔۔۔ تمھارے خطوط پہنچے، مسرت بخش ثابت ہوئے ۔۔۔۔۔ تم نے آپس میں صلح صفائی کے متعلق لکھا ہے ۔۔۔۔۔ بہت اچھا ہوا ۔۔۔۔۔ "آتش فتنہ" جس قدر بجھے اتنا ہی اچھا ہے ۔۔۔۔۔ دوستوں سے بمقتضائے بشریت کوئی قصور ہو ہی جاتا ہے، اور کوئی ایسی بات سرزد ہو ہی جاتی ہے جو مخالف دوستی ہوتی ہے، ایسی غلطیوں سے درگذر کرنا چاہیے اور دوستوں کی خوبیاں پیش نظر رکھنی چاہئیں :۔ ع

اگر مردی احسن الیٰ من اسار

ایک شخص نے کسی (بزرگ) کے سامنے کسی شخص کی برائی بیان کی، انھوں نے کہا :۔ (بھائی) ہماری نظر تو اس کی اچھائیوں پر ہے، کہ وہ اس کی برائیوں سے زائد ہیں، ہم اس کی اچھائیاں لیتے ہیں، اور برائیوں سے درگذر کرتے ہیں۔ آقا اپنے غلام کے ساتھ بھی اسی نقطۂ نظر سے معاملہ کرتا ہے ۔۔۔۔۔ غلام کا غلام کے ساتھ بدرجۂ اولیٰ یہ معاملہ ہونا چاہئے ۔۔۔۔۔ تم نے لکھا ہے کہ "بعض صالحین" نے خبریں مجھ تک پہنچائی تھیں "بمقتضائے حسن ظن" میں نے ان کے قول پر اعتماد کر لیا تھا، اور آزردہ خاطر ہو گیا ۔۔۔۔۔ اہل علم سے اس قسم کی باتیں محل تعجب ہیں ۔۔۔۔۔ لگانے بجھانے والوں کی باتوں کو تو "حسن ظن" کے ساتھ قبول کر لیا، اور جانب دیگر

جو مستحق حُسنِ ظن تھی، وہاں حُسنِ ظن نہ کیا گیا (چہ خوب) ____ (سنو) جو شخص چغلخور ہے اُس کا قول ہر گز قابلِ قبول نہیں ____ چغلخوری کو قبول کر لینا چغلخوری سے بھی زیادہ بُرا ہے، اِسلئے کہ چغلخوری "دلالت" ہے، اور اس کا قبول کرنا "اجازت" ہے ____ ظاہر ہے کہ دلالت کرنے والا اور قبول کرنے والا دونوں برابر نہیں (بلکہ قبول کرنے والا بدتر ہے) ... ... والسلام اوّلاً و آخراً

مکتوب (۱۲۴) ہمت[۱] خاں کے نام :____

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کرکے اپنی مرضیات سے مکرم و مستفید کرے ____ مخدوما! حق تعالیٰ نے آدمی کو مہمل نہیں پیدا کیا ہے، اور اس کو اسی کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے، کہ جو کچھ سمجھ میں آئے اور جس طرح جی چاہے اُس کے مطابق اپنی

---

[۱] ہمت خاں میر عیسیٰ ____ اسلام خاں بدخشی کے صاحبزادے تھے، عالمگیرؒ کی تربیت میں نشو و نما پائی تھی۔ سلیم النفس، نیک ذات، کریم الاخلاق اور خیر خواہ کائنات تھے ۔ اربابِ علم و ہنر اُنکی محفل میں باریاب و کامیاب تھے ۔ طبیعت موزوں رکھتے تھے، یہ شعر انہی کا ہے :____

بجز خارے کہ مجنوں داشت در دل

بیابانِ جنوں خارے ندارد

اِن کے باپ کو تو خلد مکاں (عالمگیرؒ) کے دربار میں رسوخ تھا ہی، خود ان کی ذاتی لیاقت بھی قربتِ شاہی کا باعث بنی ۔ سال ششم جلوسِ عالمگیری میں ان کے باپ کو صوبہ داریٔ آگرہ ملی، تو ان کو فوجداریٔ آگرہ دی گئی ۔ بعد فوت پدر سال بہ سال ترقی مناصب ہوتی رہی ۔ الہ آباد کی صوبیداری بھی (ص۸۶ پر)

زندگی گزارے ـــــ ایحسب الانسان ان یترک سدی[ع] ـــــ انسان کی پیدائش کا مقصد "وظائف بندگی" کی ادائیگی ہے، تاکہ "معرفتِ خداوندی" حاصل ہو۔ بعض چیزوں کا اس نے حکم کیا ہے، اور بعض سے روکا ہے، اگر اوامر و نواہی کے خلاف زندگی بسر کرے گا "بندۂ سرکش" قرار پائے گا، اور عقوبت و غضب کا مستحق ہوگا ـــــ "وعیدات اخروی" یقینی طور پر سامنے آنے والی ہیں ـــــ اِنَّ عَذَابَ[ع] ربک لواقع ماله من دافع ـــــ

اللہ نے اپنے اس "کمالِ اہتمام" کے ماتحت جو دربارۂ انسان ہے بہت سے مؤکّل (فرشتے) اسکے سر پر مسلّط کر دیئے ہیں، تاکہ اسکے "افعال و اقوال" اور "حرکات و سکنات" کے محافظ رہیں، اور "رپورٹ" تیار کرتے رہیں ـــــ وائے بر جانِ آدمی نامراد، ایک شاہی "رپورٹر" ایک علاقے میں جاتا ہے، اس سے تو وہاں کے تمام باشندے لرزاں اور ترساں ہو جاتے ہیں، اعمالِ شنیعہ سے اجتناب کرتے ہیں، اور

(ف۷۵ کا بقیہ حاشیہ) ان کو ملی تھی، آخر میں جلوس عالمگیری کے چوبیسویں سال بلدۂ اجمیر میں بخشی گری اوّل کے منصب جلیل پر فائز ہوئے۔ اسی سال حفاظتِ اجمیر کی غرض سے خلد مکاںؒ نے ان کو اجمیر کے قلعہ میں رکھا ـــــ ۵ محرم الحرام ۱۰۹۲ھ کو انتقال فرما گئے۔ مستعدانِ روزگار میں سے تھے۔ ہمسروں میں ممتاز اور فصاحت و بلاغت میں مسلّم تھے۔ ہندی میں بھی شعر کہتے تھے۔ میرن تخلص کرتے تھے۔ ۱۲ ـــــ

(ماخوذ از مآثر الامرا، جلد سوم)

ع۵ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اُس کو یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ ۔ ۱۲

ع۵ بیشک تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے، اُس کو کوئی دفع نہیں کر سکتا ۔ ۱۲

یہاں اتنے "مؤکلانِ امین" دن کی رپورٹ شام کے وقت اور رات کی رپورٹ صبح کے وقت حضرت ذوالجلال کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، اور ہم جیسے غافل بالکل متنبہ نہیں ہوتے ـــــ کسبِ معاصی میں اور زیادہ دلیر ہوتے چلے جاتے ہیں ـــــ

ـــــ مخدوما! یہ عمرِ چند روزہ بہت عزیز چیز ہے۔ یہ فرصت غنیمت ہے، چاہئے کہ اہم امور میں صرف ہو ـــــ افسوس کی بات ہے اگر عمرِ عزیز بیہودہ اور لایعنی امور میں گذر ے ـــــ تھوڑی سی کوشش سے "ملکِ ابدی" ہاتھ لگ سکتا ہے اور ذراسی غفلت سے ہاتھ سے نکل بھی سکتا ہے ـــــ "ذکرِ کثیر" اہم مقصد ہے اور ورع و تقویٰ "عزائمِ امور" میں سے ہیں ـــــ دیکھیں کون جوان اسبابِ عیش اور خدم و حشم کے مہیا ہوتے ہوئے "کلمۂ حق" کو "سمعِ قبول" سے سُنکر اس بے غرض نصیحت کو پیوندِ جاں کرتا ہے :۔ ؎

دادیم تُرا ز گنجِ مقصود نشاں ٭ گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

مکتوب (۱۲۵) محمد معصوم کے نام :۔

بعد الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ المختصین بفضل اللّٰہ ـــــ

مکتوبِ مرغوب جو ازراہِ محبت ارسال کیا تھا مسرت بخش ہوا ـــــ "غلبۂ ضعفِ دماغ" کی شکایت لکھی تھی، اللہ تعالیٰ شفائے عاجل اور قوت عطا فرمائے ـــــ اگر ضعف کی وجہ سے "ذکرِ لسان" نہ ہوسکے، تو "ذکرِ قلبی" اور "تفکر" میں زیادہ مشغول رہو ـــــ جانتے ہو تفکر کس کو کہتے ہیں ؟ :۔ ع

ع "تفکر رفتن از باطل سوئے حق"

(باطل سے حق کی طرف جانے کا نام تفکر ہے) اہل اللہ کی عبادتیں، اور انکے مراقبے سب تفکر کے تحت ہوتے ہیں، وہ علمِ اسفل سے علمِ اعلیٰ کی طرف جاتے ہیں، دال سے مدلول کی جانب متوجہ ہوتے ہیں، ظل سے اصل کی سمت مائل ہوتے ہیں، صفت سے شان اور شان سے ذیشان تک رسائی حاصل کرتے ہیں ــــ حاصل کلام یہ کہ ذکر سے مراد غفلت کا دُور کرنا ہے، جس ذریعہ سے بھی غفلت سے برطرفی ہو، وہ داخلِ ذکر ہے ــــ اور ہر وہ کام جو "نیتِ صالحہ" کے ساتھ ملا ہوا ہو، خواہ بیع وشراء ہو یا اس کی مانند، سب ذکر ہیں ــــ امورِ دنیاوی بھی نیتِ صحیح کی شمولیت سے ذکر بن جاتے ہیں، اور "دوام آگاہی" حاصل ہو جاتی ہے۔

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود ۞ بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

دریچۂ ترقی ہمیشہ مفتوح باد

مکتوب (۱۴۶) مخدوم زادہ شیخ محمد اشرف[1] کے نام: ــــ

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ــــ مکتوب مرغوب پہنچا مسرت حاصل ہوئی ــــ اپنے "احوالِ ظاہر و باطن" اسی طرح لکھتے رہا کرو ــــ یہ امر

---

[1] شیخ محمد اشرف = آپ خواجہ محمد معصوم سرہندی کے چوتھے صاحبزادے ہیں ۱۰۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مکمل طور پر حاصل کی۔ علم معقول و منقول، فروع و اصولِ فقہ، کلام اور تفسیر و حدیث میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ کتب مشہورہ پر شروح و حواشی لکھے۔ اپنے والد سے بیعت ہو کر (بقیہ ص۹۵ پر)

توجہ غائبانہ کا باعث بنتا ہے ـــــ لکھا تھا کہ نماز فرض اور نماز تہجد میں کبھی ایک ایسی خاص حلاوت و کیفیت پیدا ہوتی ہے، جو تمام اعضاء پر چھا جاتی ہے، اس حالت کے طاری ہونے پر یہ جی چاہتا ہے کہ نماز طول کے ساتھ ادا کی جائے، اور حلقۂ فجر میں بھی اکثر یہ حالت وارد ہو جاتی ہے۔

سعادت آثارا ـــــ یہ حلاوت و کیفیت جو نماز، خصوصاً نماز فرض میں پیدا ہوتی ہے، اصلی کیفیت ہے، اور بیرونِ نماز والی کیفیت پر فضیلت رکھتی ہے ـــــ نماز کو طول قرأت کے ساتھ پڑھو، رکوع و سجود بھی دراز کرو، کبھی کبھی بغیر کسی بوریے اور فرش کے خالی زمین پر بھی نماز پڑھا کرو، اور اپنی پیشانی کو (براہِ راست) خاک پر چسپاں کر دیا کرو، کبھی کبھی جنگل میں جا کر جہاں کوئی شخص نہ دیکھے، طول و خشوع اور رغبت کے ساتھ (نماز نفل) پڑھا کرو ... ... تکرار کلمۂ طیبہ پر حریص رہو، اپنی "مرادات" اور "منتسبات" کی نفی کرو، اور "ظلال" سے "اصول" کی جانب مائل ہو جاؤ ... ... تم نے خواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اور یہ دیکھا کہ آنحضرتؐ تمہارا ہاتھ پکڑ کر تم کو اپنی جانب کھینچ رہے ہیں، اور تم

(صفحہ کا بقیہ حاشیہ) وادئ سلوک کو طے کیا ـــــ بالآخر خلافت سے نوازے گئے ـــــ آپ سے بیشمار تصرفات ظاہر ہوئے ـــــ سُنّتِ نبوی اور طریقۂ مجددیہ پر کامل طریقہ سے کاربند تھے ـــــ آپ نے ۱۷ صفر ۱۱۱۱ھ کو اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی، اور اپنے والد ماجد کے مرقد سے بہ سمت مغرب مدفون ہوئے ـــــ نزع کے وقت آپ حسبی اللہ ونعم الوکیل، بار بار پڑھتے تھے ـــــ

(روضۃ القیومیہ رکن دوم)

اپنی زبان سے کہہ رہے ہو:۔ یا رسول اللہ خذ بیدی، یا شفیع المذنبین خذ بیدی ــــــ یہ خواب بہت مبارک ہے، اور (سراپا) بشارت ہے ــــــ اُمید ہے کہ یہ دستگیری "وسیلۂ نجاتِ اُخروی" اور "دریچۂ درجات" بن جائیگی۔

"والسلام"

مکتوب (۱۴۸) مولانا محمد حنیف کے نام:۔

بعد الحمد والصلوٰۃ ــــــ صحیفۂ گرامی جو اس مسکین کے نامزد تھا پہنچا، مسرت بخشی ــــــ خدا کا شکر ہے کہ بعافیت ہو، اور "یاد احباء" سے فارغ نہیں ہو ــــــ "نسبتہائے خاصہ" کی آرزو کی ہے، اور "یارانِ حاضر باش" پر غبطہ کیا ہے ــــــ

مخدوما! ہم نے تم سے بھی کسی چیز کو اُٹھا نہیں رکھا ہے، حتی الامکان (تمہارے معاملے میں) کوئی کوتاہی نہیں کی ہے، اس کے باوجود دل برابر تمہاری جانب نگراں ہے، اور خواہانِ ترقی ہے، اس خط کے لکھتے وقت بھی تمہاری طرف توجہ کی گئی ــــــ تم "خلعتِ بیش بہا" میں ظاہر ہوئے، اور تمہارے انوار، عالم پر چھائے ہوئے نظر آئے ــــــ تم نے جو غبطہ (خانقاہ کے) حاضر باشوں پر کیا ہے، یہ غبطۂ محمود ہے ــــــ لیکن تم بھی کم درجہ نہیں ہو، اپنے ہمجنسوں میں ممتاز ہو ــــــ ہاں بعضوں کو جو خصوصیت از راہِ استعداد حاصل ہے، وہ امر دیگر ہے، اور خارج از بحث ہے ــــــ ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے موافق خصوصیت رکھتا ہے۔ ع

"ہر خوش پسرے را حرکاتے دگر است"

نہیں جو دولت حاصل ہے، اکثر کے ہاتھ اس سے خالی ہیں ـــــ اور جن امور میں تمہارے ہمعصر اس وقت "تنافس" کر رہے ہیں، اور جد و جہد سے اس کی فکر میں ہیں، مدت ہوئی تم ان امور کے مستحق ہو چکے ہو ... ... فیوض و برکات جو تمہاری صحبت میں ہیں دوسروں میں معلوم نہیں ہوتے ـــــ تمہارے مسترشدین تمہارے کمالات کا آئینہ ہیں، تمہارے ہی معانی ہیں جو صور مختلفہ میں جلوہ گر ہو رہے ہیں، اور تمہارا ہی حسن "لباس فیض" میں ظاہر ہو رہا ہے ـــــ اپنے مریدوں میں سے دو مریدوں کے حالات تم نے اس خط میں تحریر کئے ہیں ان کا مطالعہ کر کے بہت خوشی ہوئی الحمد للہ ـــــ میر عبد اللہ کے "حالات" دوسرے "طالب" کے مقابلے میں اونچے ہیں ـــــ مگر اتنی بات ملحوظ رہے، کہ اس قسم کے امور جب طالبین میں ظاہر ہوتے ہیں، تو کبھی تو ایسا ہوتا ہے، کہ "بمقتضائے استعداد" ہوتے ہیں، اور زیادہ تر ایسا بھی ہوتا ہے کہ "انعکاسی" طور پر وہ کمالات جلوہ گر ہو جاتے ہیں، خود ان کی استعداد اتنی نہیں ہوتی، خیر جو کچھ بھی ہو دولت عظیم ہے ـ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ

"مکتوبات معصومیہ" جلد اول ـــ "وسیلۃ السعادۃ"

(مرتبہ مولوی سید شرف الدین حسینؒ)

۷ .

اقتباس و ترجمہ ختم ہوا

الحمد للہ رب العالمین

تلخیص و ترجمہ

مکتوباتِ معصومیہ (جلد دوم) — "دُرّۃ التاج"

(مرتبہ مروج الشریعۃ خواجہ محمد عبید اللہ ابن خواجہ محمد معصومؒ)

مکتوب (۱۰) خواجہ دینار کے نام: ————

(در نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و ترغیب بر اتباع آنسرورؐ)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ——— **نقد سعادت دارین** متابعت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے، دوزخ سے نجات اور دار القرار (جنّت) کا داخلہ سیّد ابرار و قدوۂ اخیار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اتباع پر ہی موقوف ہے نیز رضائے پروردگار، پیروی رسول مختارؐ کے ساتھ مشروط ہے۔ توبہ، زہد، توکل اور تبتّل آنحضرتؐ کی تابعداری کے بغیر نامقبول، اوراد، اذکار و افکار، اشواق و اذواق بے توسل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غیر معمول ہیں۔ اولیاءؒ آقائے نامدارؐ کے بحرِ بے پایانِ فیض کے ایک جُرعے سے مستفیض، اور انبیاءؑ ان کے سرچشمۂ آب حیات کے ایک قدح سے سیراب ہیں۔ فرشتہ ان کا طفیلی ہے، فلک ان کی حویلی ہے۔ رشتۂ وجود انھیں کے وجود سے متصل، سلسلۂ ایجاد انھیں سے مربوط ہے۔ ۔ ۔ ۔ جملہ کائنات ان کی تابعدار اور تمام عالم کے بادشاہ اُن کی رضا کے طلبگار ہیں :۔ ؎

نماند بہ عصیاں کسے در گرو ❊ کہ دارد چنیں سیّدِ پیشرو

فانّ رسول اللہ لنورٌ یستضاءُ بہٖ؏ ❊ مھنّدٌ من سیوف اللہ مسلولُ

صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ وتحیاتہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہٖ۔

؏ بیشک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نور ہیں جس سے روشنی حاصل کیجاتی ہے اور (صد ۳۳ پر)

پس جوانان سعادت مند اور طالبانِ ہوش مند پر لازم ہے کہ ظاہراً و باطناً انکی اتباع میں کوشاں رہیں، اور جو بات متابعتِ رسولؐ کے منافی ہو اس سے روگرداں ہوں اور یقین رکھیں کہ اگر کوئی شخص ہزاراں ہزار فضائل و خوارق رکھتا ہو، اور متابعتِ رسولؐ میں سست ہو، اُس شخص کی صحبت و محبت سم قاتل ہے، اور جو شخص کوئی بھی فضیلت و کرامت نہ رکھتا ہو، لیکن اتباعِ رسولؐ میں اس کا قدم راسخ ہو، اس کی صحبت و محبت "تریاق نافع" ہے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا ۔ تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

علیہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ

مکتوب (۱۱) قلیج اللہ[1] کے نام: ـــــ (اس میں سات سوالوں کے جواب ہیں جن میں سے ایک کا ترجمہ کیا جاتا ہے) ـــــ

سوال ششم کا حاصل یہ ہے، کہ تیجے اور دسویں کو میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے کھانا پکانا، اور تیجے کے دن پھولوں کی رسم کرنا کہاں سے ثابت ہے؟۔

مخدوما! ـــــ اللہ کے واسطے کھانا کھلانا بغیر کسی "رسم و ریا" کے، اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا بہت اچھی بات اور نیک کام ہے، لیکن وقت کے متعین

(صفحہ ۸۲ کا بقیہ حاشیہ) وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک عمدہ تلوار (بھی) ہیں۔۱۲

[1] آپ قلیج محمد اندجانی کے قریبی عزیز تھے مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے۔ بعض قلمی مکتوبات معصومیہ میں آپ کا نام فتح اللہ لکھا ہے، مگر صحیح قلیج اللہ ہے۔۱۲

کرنے کی کوئی "معتبر علیہ" اصل ظاہر نہیں ہوتی ـــــ تیسرے دن مردوں میں پھول بانٹنے کی رسم بدعت ہے، البتہ عورتوں میں تیسرے دن سوگ اٹھانے کے لئے خوشبو لانا ثابت ہے، کیونکہ زوجہ کے علاوہ اہل قرابت میں سے کسی اور کو تین دن سے زائد سوگ رکھنا غیر مشروع ہے۔ ۔ ۔ ۔

مکتوب (۲۵) عبید اللہ بیگ کے نام :ـــــ (اس مضمون میں کہ ہر زمین کا ایک خاص حکم اور خاص فیض ہے)۔

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ـــــ اخوی اعزی مرزا عبید اللہ بیگ کی خدمت میں نگارش ہے، کہ ان کا خط جو میر ضیاء الدین حسین کے ہاتھ بھیجا گیا تھا، مل گیا ـــــ چونکہ احوال واذواق سنیہ پر مشتمل تھا اس لئے لذاتِ معنویہ حاصل ہوئیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ ترقیات پر گامزن رکھے، اور اتباعِ سنت میں استقامت بخشے ـــــ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ[1] ـــــ تمہارے صوبۂ دکن کے جانے میں بظاہر کوئی حکمت ضرور ہو گی ـــــ ہر زمین کے فیوض مختلف ہیں، ہر شہر کی ایک علیحدہ خاصیت ہے، اور ہر قریہ کا ایک جدا معاملہ ہے اہلِ بصیرت ہر توجہ سے فیض حاصل کرتے ہیں، اور ہر زمین سے ایک خاص کمال بہم پہنچاتے ہیں۔ حضرت ایشان ما (حضرت مجدد الف ثانیؒ) جس وقت کہ سلطانِ وقت (جہانگیر) کی ہمراہی میں لاہور تشریف رکھتے تھے، وہاں شروع شروع میں ایک دعاء

---

[1] عقلمند کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا

"درگذر حاجی سوائی" خواجہ قاسم کی حویلی کہنہ میں مقیم رہے، اس جگہ وہ "اسرار و معارف" ان پر فائض ہوئے جن کا تعلق "کمالات فنا" اور "عدمیت اشیاء" سے ہے، اور وہ مکتوب جو "ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا"ع ـــــ سے مشحون ہے، اور اس کے گرد و پیش کے چند مکتوبات اسی جگہ تحریر فرمائے ہیں ـــــ چونکہ وہ حویلی بہت پرانی تھی، لہذا ایک دوسری حویلی میں منتقل ہونے کا ارادہ فرمایا، جو "درگذر ملا" تھی۔ اس سے پہلے کہ دوسری حویلی میں اقامت گزین ہوں، حضرت والا نے فرما دیا تھا، کہ وہاں وہ "معارف و اسرار" فائض ہوں گے جن کا تعلق "کمالات بقا" سے ہے انشاء اللہ تعالیٰ ـــــ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۔۔ ۔۔ دوستوں سے دعا اور توجہ "حفظ بالغیب" کی امید ہے ـــــ والسلام

مکتوب (۲۲) مولانا محمد حنیف کے نام ـــــ (در تحریض بر احیائے سنت و اماتت بدعت و ترغیب بر متابعت و محبت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم) ـــــ

ـــــ حامداً و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم ـــــ اما بعد ـــــ ہنگام قرب قیامت ہے اور بوقت زیادتی ظلمات، ایک عالم ظلمات کے اندر غرق ہے، اور غرق ہوتا چلا جا رہا ہے کوئی جواں مرد درکار ہے جو اس خطرناک زمانہ میں احیائے سنت کرے اور بدعت کو مٹائے ـــــ "بے انوار سنن نبوی" راہ راست پانی محال ہے، اور "بے التزام اطوار نبوت" نجات ڈھونڈھنی محض خیال ہے، طریقہ صوفیاء کا سلوک اور

ع انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا تھا جس میں وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ ۱۲

"محبت ذاتیہ" کا وصول، بے اتباع حبیبؐ رب العلمین متحقق نہیں ہوسکتا ــــــ آیۂ :"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" ہمارے اس قول کی گواہ ہے ــــــ اپنی سعادت اسی میں سمجھنی چاہیئے، کہ عادات، عبادات اور معاملات میں آنحضرتؐ سے نسبت پیدا ہو ــــــ عالم مجاز میں دیکھو کہ جو شخص محبوب سے مشابہت اختیار کرتا ہے محب کی نظر میں وہ کتنا محبوب وزیبا اور مرغوب ورعنا معلوم ہوتا ہے ــــــ محبوب کے دوست محب کی نظر میں عزیز اور محبوب کے مبغوض، محبوب کی نظر میں مبغوض ہوتے ہیں ــــــ پس کمالات صوری ومعنوی آنحضرتؐ کی محبّت کے ساتھ وابستہ ہیں ــــــ افضل طاعات، موالات اولیاءؒ، اور معاداتِ اعداء ہے۔

ع

تولّی بے تبرّی نیست ممکن

مگر یہ بات صحابۂ کرامؓ کے بارے میں جاری نہیں ہوسکتی، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوستی، اکابر صحابہؓ سے تبری و بیزاری کے بغیر حاصل نہ ہو، جن لوگوں نے ایسا سمجھا ہے غلط سمجھا ہے، اسلئے کہ بیزاری اعداء سے ہونی شرط ہے، نہ کہ احباء سے ــــــ حق سبحانہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کی شان میں :- رحماء بینھم فرمایا ہے "رحماء"، جمع رحیم کی ہے، جو مبالغہ کا صیغہ ہے ــــــ پس چاہیئے کہ یہ بزرگ (صحابہؓ) آپس میں کمال مہربانی کے ساتھ موصوف ہوں، اور چونکہ صفت مشبہ استمرار ودوام پر دلالت کرتی ہے، اسلئے ضروری ہے کہ کمال مہربانی کی یہ صفت بطریق دوام واستمرار ہو ــــــ بغض، کینہ، حسد اور عداوت جو منافی رحم ہیں، دوامی واستمراری طور پر ان سے مفقود ہوں ــــــ حدیث شریف میں آیا ہے،

"ارحم امتی بامتی ابوبکر" (یعنی میری اُمّت میں میری اُمّت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکرؓ ہیں)۔ بھلا جو شخص "ارحم" ہو، اُس سے کینہ اور عداوت اُمّت کے حق میں کیسے متحقق ہو سکتا ہے۔

مکتوب (۲۹) میرزا عبید اللہ بیگ کے نام: ——— (امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ کی اہمیت کے بیان میں)۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

مخدوما! اہلِ زمانہ کی زبانوں پر عام طور پر یہ بات چڑھی ہوئی ہے کہ صوفیائے کرام کا مسلک و مشرب یہ ہے کہ مخلوق کے حال سے بالکل تعرض نہ کیا جائے، اور کسی سے بُرے نہ بنیں، چونکہ یہ بات خلافِ واقعہ ہے اور بہت سے فتنوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اسلئے دل میں یہ آیا کہ اس بارے میں کچھ لکھا جائے اور اس خیال کے مفاسد ظاہر کئے جائیں ——— نیز اس سلسلے میں وہ احادیث بیان کردوں، جو امر بالمعروف، نہی عن المنکر، حب فی اللہ، بغض فی اللہ، فضیلت جہاد فی سبیل اللہ اور علوئے مرتبۂ مجاہدین و درجاتِ شہداء سے تعلق رکھتی ہیں، اور صوفیائے کرام کی وہ باتیں بھی ذکر کروں، جو اس مقام سے مناسبت رکھتی ہیں، اور جن سے ان کا جادۂ شریعت پر مستقیم ہونا معلوم ہوتا ہے ——— کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں، جو اپنے آپ کو گروہِ صوفیاء سے منسوب کرتے ہیں، لیکن دائرۂ شریعت سے باہر نکلے ہوئے ہیں، ان کے متعلق بھی

کچھ لکھوں اور دوستوں کو ارسال کر دوں ومن اللہ سبحانہ العصمۃ والتوفیق۔

لہٰذا! جو شخص اس قسم کا لغو خیال رکھتا ہے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو سلکِ صوفیاء کے خلاف کہتا اور سمجھتا ہے) پتہ نہیں کہ وہ کس جماعت کے صوفیاء کے متعلق یہ بات کہتا ہے؟ ——— ہمارے پیروں یعنی مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ خود اتباعِ سنّت اور اجتناب از بدعت ہے، جیسا کہ ان حضرات کی کتابوں سے اور ان کے رسائل سے یہ بات ظاہر و ہویدا ہے ——— امر بالمعروف نہی عن المنکر بغض فی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، یہ چیزیں تو "سننِ مقررہ مصطفویہ" میں سے ہیں، بلکہ واجبات و فرائض میں سے ہیں ——— بنابریں امر معروف کو ترک کرنا، گویا اس طریقۂ علیہ (نقشبندیہ) کا ترک کرنا ہوگا ——— حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں، کہ: "ہمارا طریقہ "عروۂ وثقیٰ" ہے، اس میں دامنِ متابعتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھامنا اور آثارِ صحابہؓ پر چلنا (ضروری) ہے، اس راہ میں تھوڑے سے عمل سے "فتوحِ بسیار" حاصل ہوتا ہے، اور جو ان باتوں سے روگردانی کرے گا اس کے لئے خطرِ عظیم ہے" ——— طریقۂ سلف اور صوفیاء و مشائخ مستقیم الاحوال کا طرزِ عمل بھی یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھا ——— غور کرو صوفیائے کرام نے جو سلوک و ریاضت اور موعظت کے دفتر کے دفتر لکھے ہیں اور "مہلکات و منجیات" کی نشاندہی کی ہے، یہ امر معروف اور نہی منکر نہیں تو اور کیا ہے؟ ———

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ اپنے پیر و مرشد (حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ) سے نقل فرماتے ہیں، کہ انھوں نے فرمایا کہ: ——— "راہِ دوستی

"تاریک و باریک" ہے تمہیں چاہیئے کہ مخلوق خدا کو نصیحت کرو، اور لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈراؤ"۔۔۔۔۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرّہٗ جو کہ اہل وحدت وجود کے امام و پیشوا ہیں، انھوں نے اپنے زمانے کے ان صوفیوں کو جو طریقہ "سماع و رقاصی" اختیار کئے ہوئے تھے، اس فعل سے روکا ہے، اور ان باتوں کو ترک کرنے کے لئے امر فرمایا، بعض اشخاص شیخ موصوف کے فرمانے کے مطابق باز آگئے، اور اس طریقے کو چھوڑ دیا، اور بعضوں نے اپنا (غلط) طریقہ تو نہیں چھوڑا لیکن اپنے قصور کا اعتراف و اقرار کیا، جیسا کہ شیخؒ نے اپنے بعض ۔۔ ۔۔ ۔۔ رسائل میں اس کو بیان فرمایا ہے۔۔۔۔۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ میں امر معروف و نہی منکر کا ایک مستقل باب باندھا ہے اور اسکے وقائق بیان فرمائے ہیں، اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔

"جب کہ یہ بات ثابت ہوئی کہ نہی عن المنکر عدم قدرت کے وقت واجب نہیں، تو کیا نہی عن المنکر ایسے وقت میں جب کہ اپنی جان پر بن آنے کا گمان غالب ہو، جائز بھی ہے یا نہیں؟ پس ہمارے نزدیک ایسے وقت میں جائز ہے، اور افضل ہے، بشرطیکہ نہی کرنے والا اہل عزیمت وصبر میں سے ہو، پس یہ نہی عن المنکر جہاد فی سبیل اللہ مع الکفار کی مانند ہوگی ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ قصۂ لقمان میں فرماتا ہے، معروف کا حکم کر، منکر سے منع کر، اور جو مصیبت (نتیجے میں) پڑے، اُس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت کے کام ہیں"۔۔۔۔۔

انصاف کرنا چاہیے ــــــ یہ حضرات پیشوائے اہلِ ولایت اور مقتدائے صوفیائے کرام تھے، ان کا مسلک اگر مداہنت ہوتا، تو اتنا مبالغہ امر معروف میں کیوں کرتے؟ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

حضرت فضیل ابن عیاضؒ جو کہ اکابر صوفیاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں:۔ "جو شخص "صاحب بدعت" سے محبت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عمل حبط کر دے گا اور اس کے قلب سے ایمان کی نورانیت سلب کر لے گا، اور میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ یہ جان لے گا کہ کوئی شخص صاحب بدعت سے بغض رکھتا تھا، تو اس بغض رکھنے والے کو (یقیناً) بخش دے گا، اگرچہ اس کے نیک عمل قلیل ہی کیوں نہ ہوں ــــ اے مخاطب! تو جب کسی بدعتی کو ایک راستہ پر چلتا دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر لے"۔ ۔۔۔ ۔۔۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں اہلِ بدعت پر لعنت فرمائی ہے:۔ "جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے اُس پر اللہ کی، اُس کے فرشتوں کی، اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی ہے، نہ ایسے شخص کا فرض قبول نہ نفل" ــــــ

حدیث میں آیا ہے ــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اے عائشہؓ! وہ لوگ جنھوں نے دین میں تفریق پیدا کی، اور گروہ در گروہ ہوئے، وہ اصحاب بدعت اور اربابِ ہوا و ہوس ہیں، اُن کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی ــــ میں اُن سے بری ہوں، وہ مجھ سے" ــــــ

اگر مشرب صوفیائے کرام ترکِ امر معروف ہوتا تو کیوں ایک عظیم الشان صوفی یہ فرماتا، کہ:۔ جس روز صوفیوں کے درمیان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام نہ ہو

اُس دن کو اچھا دن نہ سمجھیں"۔۔۔۔ پس مطلب ظاہر ہے کہ جس روز صوفیاء مداہنت برتیں، وہ دن خیر کا دن نہیں ہے ۔۔۔۔ وہ لوگ جو تعرض نہ کرنے اور امر بالمعروف نہ کرنے کے قائل ہیں، ذرا سوچیں کہ وہ عذاب و ثواب اُخروی کے، اور اُن مواعید شدیدہ کے (جو اعمالِ بد کے بارے میں قرآن و حدیث میں ہیں) قائل ہیں یا نہیں؟ اگر قائل ہیں تو پھر کیوں کسی نامراد انسان کو "ہلکۂ عظیمہ" سے نہیں نکالتے، اور عذاب سخت سے بچا کر طریق نجات نہیں دکھاتے ۔۔۔ اگر کسی نابینا کے راستے میں کنواں یا سانپ ہو یا کوئی شخص دنیاوی مصیبت میں مبتلا ہو، تو یہ لوگ اس کو آگاہ کریں گے، اور چھٹکارے کی سبیل نکالیں گے، اور اس کے حال سے تعرض کرینگے۔۔۔ افسوس کہ وہ مصیبتِ اخروی پر جو کہ "اشد و ابقی" ہے، لوگوں کو متنبہ نہیں کرتے، اور راہِ نجات نہیں دکھاتے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرے سے قیامت، حشر و نشر اور میدانِ حشر میں جو کچھ ہوگا، اسکے قائل ہی نہیں ہیں۔ اعاذنا اللہ من اعتقادھم السوء ۔۔۔۔ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بُرے عقائد سے ہمیں محفوظ رکھے)۔

اگر مخلوق سے کچھ تعرض نہ کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند تھا، تو اُس نے انبیاء علیہم السلام کو کیوں مبعوث کیا، اور دعوتِ دینِ اسلام و بطلانِ ادیانِ دیگر کیوں کیا؟۔ اُمم سابقہ میں جن لوگوں نے ان انبیاء کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو اُن کو عذاب ہائے گوناگوں میں کیوں گرفتار کیا؟ اور کیوں اُن کا استیصال کیا؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ اُن کو یوں ہی اپنے حال پر چھوڑ دیتا۔۔۔۔ اور جہاد کس لئے فرض کیا؟ کہ وہ متضمن ایذائے قتلِ مسلمانان ہے، اور اس میں ایذائے قتل کفار بھی ہے؛ اور مجاہدین و شہدائے فی سبیل اللہ کی فضیلت جو نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے

کیوں بیان کی گئی؟

اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت سے انبیاء کو اصالتہً اور اولیاء کو تبعاً دعوت دین کے لئے مقرر فرمایا، اور ان کے ذریعے سے لوگوں کو عذاب و ثواب سے آگاہ کیا، اور اس طرح مخالفین اسلام پر حجّت قائم کی اور ان کی زبانِ عذر کو بند کر دیا ــــ لئلا یکون للناس حجۃ بعد الرسل ــــ

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "سچے" تابعدار دعوت و امر معروف میں آپ کے شریک ہیں، اور جو شخص تارکِ امر معروف ہے وہ درحقیقت تابع رسولؐ ہی نہیں ہے ــــ انصافاً غور کرنا چاہیئے کہ اگر فساق و کفار بعوض خدا نہ ہوتے تو بغض فی اللہ واجبات دین سے نہ ہوتا، افضل قربات اور ایمان کا مکمل کرنے والا نہ قرار پاتا، سبب وصولِ ولایت اور باعثِ رضا و قرب خداوندی نہ بنتا۔

حضرت عمرو بن الجموحؓ سے روایت ہے، کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا، کہ: "بندہ صریح ایمان نہیں پاسکتا، تاوقتیکہ اللہ کیلئے بغض نہ کرے جس کسی میں یہ صفت پیدا ہو گئی کہ وہ اللہ کے لئے محبّت رکھتا ہے اور اللہ کے لئے بغض رکھتا ہے، تو وہ مستحق ولایت ہو گیا" ــــ (رواہ احمد)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کسی نے اللہ کے لئے محبّت کی، اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھا، اور اللہ کے لئے عطا کیا، اور اللہ کے لئے منع کیا، اس کا ایمان کامل ہو گیا" ــــ (رواہ ابو داؤد)

ع ۔ تاکہ لوگوں کیلئے رسولوں کے آنے کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے۔

(اس کے بعد اس مضمون کی چند احادیث پیش کی ہیں)

لازم تو یہ ہے کہ دوستانِ محبوب سے محبت اور دشمنانِ محبوب سے عداوت لوازمِ محبت سے ہے، محبِ صادق بے اختیار ان دونوں باتوں کو عمل میں لاتا ہے اور "کسب و تعلّم" کا محتاج نہیں ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوستانِ دوست کس قدر اچھے نظر آتے ہیں اور دشمنانِ دوست کتنے زشت و بدنما معلوم ہوتے ہیں (یہ) محتاجِ بیان نہیں اور یہ بات عشقِ مجازی میں بھی بالکل ظاہر و نمایاں ہے، جو شخص دعوئ دوستی کرے اس کا دعوی ہرگز قبول نہیں ہوگا جب تک وہ (محبوب کے) دشمنوں سے اظہارِ بیزاری نہ کرے ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم الآیۃ"

ایک جگہ فرماتا ہے: ۔۔۔۔ "لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ الآیۃ"

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ طالبِ حق کو (غلط فہمی کے لوگوں سے) بیزاری بھی ضروری و ناگزیر ہے۔ (اس کے بعد چند آیات اس مضمون کی اور پیش کی ہیں)

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اہلِ دعوت و جادہ میں جو حضرت مستقیم الاحوال ہیں، ان کا دین متین میں متشرع اور پختہ ہونا بھی مشہور و ماثور ہے، تحریر کا محتاج نہیں۔

ہمارے حضرت (حضرت مجدد الف ثانیؒ) جو کہ وضو، طہارت، نماز اور آدابِ نماز میں انتہائی احتیاط برتتے تھے ۔۔۔ فرمایا کرتے تھے، کہ ۔۔۔ "میں نے یہ تمام احتیاط اپنے والد (حضرت شیخ عبدالاحدؒ) سے سیکھی ہے، محض کتابوں سے

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ: یعنی ابراہیم علیہ السلام کی سیرت میں تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

یہ باتیں حاصل ہونا مشکل ہیں"۔۔۔۔۔ میرے دادا[۱] باوجودیکہ مشرب وحدت وجود رکھتے تھے، اور فصوص الحکم (مصنفہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ) کے بہترین ماہر تھے لیکن شریعت کی پابندی بھی ان کے اندر بدرجۂ کمال تھی۔۔۔۔۔ میرے دادا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے، کہ میں نے یہ احتیاط اپنے پیرومرشد حضرت شیخ رکن الدین گنگوہیؒ سے اخذ کی ہے۔ حضرت شیخ رکن الدینؒ بھی مسلک توحید وجودی کے باوجود کامل طور پر شریعت کے پابند تھے۔ حضرت شیخ مذکورؒ نے یہ احتیاط اپنے والد و مرشد حضرت شیخ عبدالقدوس[۲] گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے

---

[۱] زبدۃ المقامات میں حضرت شیخ گنگوہیؒ کے تذکرہ میں ہے۔۔۔۔۔ باوجود کثرت جذبات و وفور غلبات در اتباع سنت سنیہ بغایت متقن بود و در التزام عزائم امور دینیہ سخت متمکن (ص۹۷)۔ زبدۃ المقامات میں حضرت شیخ گنگوہیؒ کے تذکرے کے اختتام پر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زبانی یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخؒ ایک مرتبہ دہلی تشریف لائے ہوئے تھے۔ شیخ حاجی عبدالوہاب بخاریؒ نے جو کہ حضرت سید جلال الدین بخاریؒ کی اولاد سے تھے، اور بڑے صاحب علم تھے، ایک تفسیر اپنی لکھی ہوئی حضرت شیخؒ کی خدمت میں مطالعہ کے لئے بھیجی۔ قطب گنگوہیؒ نے جب اس تفسیر کو کھولا تو اتفاق سے آیۂ تطہیر نکل آئی، شیخ عبدالوہابؒ نے اس مقام پر لکھا تھا کہ:۔ اولاد نبی سب کے سب مامون الخاتمہ ہیں، اور ان کی عاقبت یقیناً بالخیر ہوگی۔ حضرت شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ نے اس تحریر کے حاشیے پر تحریر فرمایا۔۔۔ "بر خلاف مذہب اہل السنۃ والجماعۃ" یعنی یہ بات اہل سنت وجماعت کے مسلک کے خلاف ہے۔۔۔ اور کتاب کو واپس کر دیا۔۔۔۔۔ اس موضوع پر کئی دن تک علمائے دہلی نے آپس میں مذاکرے کئے، بالآخر وہی بات حق نکلی جو حضرت شیخ گنگوہی قدس سرہٗ العزیز نے فرمائی تھی۔۔۔۔۔

[۲] شیخ عبدالاحد فاروقیؒ (زبدۃ المقامات ص۱۰۱)

حاصل کی تھی۔ شیخ گنگوہیؒ مشرب وحدت وجود میں بڑا درجہ رکھتے تھے، اکثر مغلوب الحال رہتے تھے، مگر اسکے باوجود تشرع اور احتیاطِ ظاہری میں بھی فردِ کامل تھے۔

حضرت خواجہ احرارؒ اگرچہ مشربِ توحید وجودی کی طرف مائل تھے لیکن ترویجِ شریعت میں قدم راسخ رکھتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے، کہ اگر میں (صرف) پیری مریدی کروں تو کسی کو بھی میرے زمانے میں پیری مریدی کرنے کی جرأت و ہمت نہ ہوسکے، مگر مجھ کو تو ترویج و اشاعتِ دین کے لئے مقرر کیا گیا ہے، نہ کہ (فقط) پیری مریدی کے لئے"۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ جو کہ علم حدیث میں صاحبِ اسناد تھے اور علم فقہ میں پایۂ اجتہاد رکھتے تھے، فرماتے ہیں، کہ: "بعض مشائخ نے "حاسبوا قبل ان تحاسبوا" (محاسبۂ آخرت سے پہلے اپنے اعمال کا محاسبہ کرو) کے پیش نظر اپنے دن اور رات کے اعمال کا محاسبہ اختیار کیا ہے، اور میں نے اس میں اور اضافہ کردیا اور وہ یہ کہ محاسبۂ اعمال کے ساتھ ساتھ، محاسبۂ خطرات بھی کرتا ہوں"۔ ————

سلطان العارفین سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادیؒ) جو گویا بانیِ مشربِ توحیدِ وجودی ہیں، وہ بھی سرتاپا شریعت سے آراستہ پیراستہ تھے۔ . . . .

اگر ترکِ امرِ معروف، وحدتِ وجود والوں کا مشرب و مسلک ہوتا، تو مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ جو محققینِ اربابِ وحدتِ وجود میں سے ہیں، کیوں اپنی مثنوی "سلسلۃ الذہب" میں ایسے لوگوں کی تردید کرتے، جو ترکِ امر کے قائل ہیں (چند اشعار سلسلۃ الذہب کے پیش فرمائے ہیں)۔ . . . . . عجیب تماشے کی بات ہے

کہ جو لوگ مشرب "کم آزاری" اور مسلک "صلح کل" اختیار کئے ہوئے ہیں، وہ یہود و گبر براہمہ، اور زنادقہ وغیرہم کے ساتھ تو اچھے ہیں، اُن سے صلح صحبت، انبساط محبت رکھتے ہیں، لیکن اہل سنّت وجماعت سے، جو کہ فرقۂ ناجیہ ہے، غلظت وعداوت کا معاملہ کرتے ہیں ـــــ ان کی صلح دوسروں سے ہے، اس جماعتِ حقّہ کو ایذا و آزار پہنچاتے ہیں، اور اس کو بیخ و بُن سے اُکھاڑنا چاہتے ہیں ـــــ اچھی "صلح کل" پالیسی ہے، کہ محمّدیوں سے عداوت اور "غیر محمّدیان" سے محبّت و مودّت ـــــ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر ترکِ تعرض محمود ہوتا، تو امرِ معروف ونہی منکر واجباتِ دین سے نہ ہوتے ـــــ اور اللہ تعالیٰ امر و نہی کرنے والوں کو خیرِ اُمّت کا لقب نہ دیتا ـــــ جیسا کہ فرماتا ہے:- كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاس الآية[1] ـــــ دوسری جگہ ان لوگوں کا ذکر فرماتا ہے:- الآمِرُونَ بِالمَعرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ المُنكَرِ وَالحَافِظُونَ لِحُدُودِ الله[2] ـــــ ایک جگہ فرماتا ہے:- المُؤمِنُونَ وَالمُؤمِنَاتُ بَعضُهُم اَولِيَاءُ بَعضٍ يَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَيَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ[3] ـــــ انبیاء علیہم السّلام، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام سلفِ صالحین نے کتنی کچھ کوششیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں صَرف کی ہیں، اور کتنی کچھ

---

[1] تم بہترین اُمّت ہو، جو لوگوں کی بہتری کیلئے پیدا کی گئی ہے۔

[2] نیک کاموں کا حکم کرنیوالے، بُری باتوں سے منع کرنیوالے، اور اللہ کے حدود کی محافظت کرنیوالے۔

[3] مومن مرد اور مومنہ عورتیں (دینی معاملات میں) ایک دوسرے کے ـــــ کارساز ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ ۱۲

بدایتیں اور مصیبتیں اس کام کے کرنے میں جھیلی ہیں، ایک عبث کام کے لئے اتنی جدوجہد کرنا (نعوذ باللہ) سر سے عقلی قرار پائے گی، اگر ترکِ تعرض مستحسن فعل ہوتا تو منکرِ شرعی کو دیکھ کر انکارِ قلبی کرنے کو کیوں اضعفِ ایمان قرار دیا جاتا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: ذلک اضعف الایمان عـہ۔ اگر کہا جائے کہ یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم عـہ۔ دلالت، ترکِ امر و ترکِ نہی پر کر رہی ہے ۔۔۔ تو میں کہوں گا کہ یہ بات غلط ہے، اس لئے کہ اھتدیتم میں جو اھتداء ہے، وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو بھی شامل ہے، جیسا کہ مفسّرین نے بیان کیا ہے ۔۔۔ اب معنی اس آیت کے یہ ہوئے، کہ جب تم اعمالِ صالحہ بجا لاؤ گے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے تو دوسروں کی گمراہی تم کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس آیت کی شانِ نزول بھی اسی معنی کی موید ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمان، اہلِ کفر کی طرف سے دل تنگ ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلّی اس آیت سے فرمائی، کہ جب تم اپنا کام انجام دے چکے، اور راہِ راست کی جانب رہنمائی کر چکے، اور کفر و طغیان سے ڈرا چکے، اس کے بعد ان لوگوں کا کفر تم کو مضرت نہیں پہنچائے گا ۔۔۔ اور جس جماعت نے اس آیت کو اپنے ظاہری معنی پر رکھا ہے اُس نے آیۂ امر معروف سے اس کو منسوخ مانا ہے ۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے

عـہ یہ ضعیف ترین ایمان ہے۔۱۲ ۔۔۔ عـہ اے ایمان والو! تم کو اپنے نفسوں کی فکر لازم ہے، جب تم ہدایت یاب ہو تو کسی کا گمراہ ہونا تم کو نقصان نہ دے گا۔۱۲

فرمایا کہ :۔ اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو (یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیہ) اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سُنا ہے، فرماتے تھے کہ :" لوگ جب منکر کو ہوتا ہوا دیکھیں، اور اُس کو نہ مٹائیں، تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب سب پر عام کر دے "۔ (رواہ ابن ماجہ والترمذی وصحہ)

اگر کہا جائے کہ امر معروف (تبلیغ) اور جہاد فی سبیل اللہ طریقۂ انبیاء ہے۔ اور طریقۂ اولیاء ترکِ تعرض اور ترکِ امر ہے، جیسا کہ اس وقت بعض اشخاص کہہ دیتے ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ امورِ مذکورہ کی فرضیت اور ان کے انجام دینے کی فضیلت اور ان کے چھوڑنے پر وعید نصوص سے ثابت ہے، اور فرضیت، وعد، وعید، کافۂ انام کے لئے ہوتے ہیں، ان میں کسی کی خصوصیت نہیں ہوتی، خواص و عوام، انبیاء و اولیاء "اتیانِ فرائض" میں برابر ہیں ... البتہ حصولِ نجات، اور "وصول بدرجات کمال" متابعتِ انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ وابستہ ہے ـــــ اولیاء نے جو کچھ بھی ولایت، محبّت، معرفت اور قربِ الٰہی سے حصّہ پایا ہے، وہ بہ طفیل انبیاء پایا ہے راہِ وصول انبیاء ہی کے اتباع پر موقوف و منحصر ہے ـــــ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ[عہ] ـــــ اس کے علاوہ جو راہ ہے وہ ضلالت و گمراہی کی راہ ہے اور شیاطین کا راستہ ہے ـــــ قرآن کی آیات :۔ فماذا بعد الحق الا الضلال[عسہ]۔

عہ اے رسول! کہہ دیجئے، کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبّت کرنا چاہتے ہو، تو میری پیروی کرو (اس عمل خیر کی بدولت) اللہ تعالیٰ تم سے محبّت کرے گا۔"

عسہ حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے؟۔"

اور۔ ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ـــــ اس دعوے پر شاہد ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا، اور فرمایا، کہ:۔ یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر چند خطوط اس خط کے دائیں بائیں کھینچے اور فرمایا۔ یہ شیاطین کے راستے ہیں ـــ بعدہٗ یہ آیت تلاوت فرمائی:۔ ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ عہ (رواہ احمد والنسائی والدارمی)

پس جو شخص متابعت انبیاء کے بغیر چاہے کہ راہ حق پر چلے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا، اور سوائے گمراہی کے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا، اگر کوئی چیز حاصل بھی ہوئی تو وہ "استدراج" ہوگا، کہ اس کا نتیجہ آخرت میں خسران وحرمان ہے ـــ ومن عہ یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین۔

محال است سعدی کہ راہ صفا ؎
تواں رفت جز در پئے مصطفٰے

حضرت جنید بغدادیؒ جو کہ رئیس صوفیاء ہیں فرماتے ہیں، کہ:۔ جس نے قرآن حفظ نہیں کیا، اور کتابت حدیث نہیں کی، وہ ہمارے مسلک میں مقتدی بننے کے قابل نہیں، اس لئے کہ ہمارا طریقہ سراسر مقید بالکتاب والسنۃ ہے۔

حضرت خواجہ احرارؒ سے منقول ہے، کہ وہ فرمایا کرتے تھے، کہ:۔ اگر تمام

عہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو۔۱۲

عہ جو شخص اسلام کے دوسرا طریقہ اختیار کرے گا، وہ قبول نہ کیا جائے گا، اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔۱۲

"احوال و مواجید" ہم کو دیئے جائیں، اور ہماری حقیقت کو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ منجلی نہ کریں، تو ہم اس کو سوائے خرابی کے اور کچھ تصور نہ کریں گے۔ اور اگر تمام خرابیاں ہمارے اندر جمع ہو جائیں، لیکن ہماری حقیقت کو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ نواز دیں، تو ہمیں کچھ خوف نہیں ـــــ انصاف کرو، جبکہ نبوت ختم ہو گئی، زمانۂ وحی منقطع ہو چکا، دین کامل ہو گیا، نعمت تمام ہو گئی، پھر آج کس دلیل اور کس سند سے دین متین (کے احکام) کو برطرف کیا جا سکتا ہے اور اپنے خواب و خیال کی بنیادوں پر انبیائے کلمۂ متفقہ کو، جو کہ وحی قطعی اور اخبار الٰہی سے ماخوذ ہے، کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے ـــــ عقل دُوراندیش کو کام میں لانا چاہیئے، خواب و خیال کے دھوکے میں نہ پھنسنا چاہیئے، شیطان کے راستے سے دُور رہا جائے، سنت سنیہ کی صراط مستقیم کو ہاتھ سے نہ دیا جائے، اتباع انبیاء علیہم السلام ہی بے شک و شبہ نجات دہندہ ہے، اور مثمر برکات ہے، سوائے اس کے سب باتیں "خطر در خطر" ہیں۔ فالحذر کل الحذر (الامان الامان) راہ نجات قطعی کو چھوڑ کر راہِ خطر اختیار کرنا، شیطان لعین کے جال میں گرفتار ہونا، اور اپنے آپ کو "سرحد ہلاکت" میں ڈالنا عقل سے بہت بعید ہے ـــــ جو "وجد و حال" اور خواب و خیال، کہ برخلاف پیغمبران برحق ہو، وہ ـــــ کسرابٍ بقیعةٍ یحسبہ الظمان ماءً ـــــ کا مصداق ہے ـــــ جب خدا سے واسطہ پڑے گا، اور گور و قیامت کی منزلیں درپیش ہوں گی، اُس وقت متابعت انبیاء

عہ میدان ہموار میں ریت کی مانند جس کو (مصنوعی لہروں کی وجہ سے) پیاسا آدمی، پانی سمجھتا ہے ۱۲

کے علاوہ کوئی چیز سودمند و دستگیر نہ ہوگی ـــــ ہاں اگر "احوال و مواجید" اور "کشوف و العلامات" متابعت انبیائ کے ساتھ جمع ہو جائیں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ (اس کے بعد آیات و احادیث کثرت سے اسی مضمون کی درج ہیں)۔

مکتوب (۱۳۱) ایک اہلِ زمانہ کے نام : ـــــ

تم نے لکھا تھا کہ میں نے ایسی ذلت و خواری کے ساتھ کبھی زندگی بسر نہیں کی جیسی اب کر رہا ہوں۔

مخدومِ من! ـــــ بندۂ عاجز جب اپنے جیسے عاجز بندے سے چاپلوسی، التجا، اور لجاجت کرے، تو اس کا یہی حشر ہونا چاہیئے کہ ذلت و خواری میں مبتلا ہو کیوں نہیں درگاہِ غنیٔ مطلق میں تضرع و زاری کرتا ـــــ درحقیقت وہی ذاتِ عالی اِس لائق ہے، کہ اُس کے سامنے التجا کی جائے ـــــ اُسی کے کرم سے مشکلات حل ہوتی ہیں (اس کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں) رزق کی وسعت اور تنگی بھی اُسی کی طرف سے ہے، نہ کہ اس کے غیر کی طرف سے ـــــ وان یمسسك الله بضرٍّ فلا کاشف له الا هو وان یردك بخیرٍ فلا رادّ لفضله یصیب به من یشاء من عباده ـ (سُورۂ یونس) ـ (اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی پریشانی، پس نہیں اُس کو کوئی دُور کرنے والا سوائے اُسی کے، اور اگر وہ تجھ کو بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرے، تو اُس کے فضل کو کوئی لوٹانے والا نہیں ہے، اور یہ بھلائی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے)۔

مکتوب (۴۳) حاجی محمدؐ افغان کے نام :۔۔۔۔۔۔۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔ وہ خط جو تم نے بھیجا تھا، پہنچا، خوشوقت کیا ۔۔۔۔ تم نے اپنے لئے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی ۔۔۔۔ کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے ۔۔۔۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ توجہ کی جائے گی ۔۔۔۔ لیکن ۔۔۔۔ اتنا جان لینا ضروری ہے کہ مدارِ کار، رابطۂ معنوی پر ہے جس کو دوسرے لفظوں میں محبت و اعتقاد اور تسلیم سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔۔۔۔ مسترشد کا اپنے مرشد سے جتنا یہ رابطہ قوی ہوگا، باطنِ شیخ سے اخذِ فیوض و برکات اسی قدر زیادہ کر سکتا ہے محبت خالص اور رابطۂ معنوی کا ہونا ایک قطب کامل کے باطن سے اخذ برکات کرنے کے لئے کافی ہے، چاہے توجہ نہ بھی ہو ۔۔۔۔ بے محبت و رابطۂ معنوی، محض توجہ بہت کم مؤثر ہوتی ہے ۔۔۔۔ تاثیر توجہ کے لئے محل درکار ہے ۔۔۔۔ ہاں وہ توجہ جو رابطۂ مذکورہ کے ساتھ جمع ہو نور علیٰ نور ہو جائے گی (الغرض) دارومدارِ قوت رابطہ اور اتباعِ سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے ۔۔۔۔ اگر کوئی شخص ان دو باتوں میں رسوخ اور پختگی رکھتا ہے، اس کو غم نہیں ۔۔۔۔ اس کے انجام کو رائگاں اور اس شخص کو کمالات اکابر سے محروم نہیں کریں گے ۔۔۔۔ اور اگر ان دو باتوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہوگا تو خطر در خطر ہے ۔۔۔۔ چاہے کتنی ہی ریاضت کرے ۔۔۔۔ والسلام ۔

مکتوب (۴۴) حافظ عبدالکریم کے نام :۔۔۔۔۔۔۔

(حیاتِ دنیوی اور حیاتِ برزخ کے فرق کے بیان میں)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔۔۔۔ وہ حیات جو دنیا

تعلق رکھتی ہے، دو چیزیں چاہتی ہے حس اور حرکت ۔۔۔ اور وہ حیات جس کا تعلق برزخ سے ہے، محض حس ہے بغیر حرکت کے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ الحکیم مطلق ہے، اُس نے ہر محل کے مطابق حیات عطا فرمائی ہے ۔۔۔ برزخ میں حس کے بغیر چارہ نہیں، تاکہ "تالم و تلذذ" ہو سکے ۔۔۔ حرکت کی وہاں ضرورت ہی نہیں ۔۔۔ بخلاف نشاءِ دنیوی و اُخروی کے ۔۔۔ کہ وہاں دونوں چیزیں (حس و حرکت) درکار ہیں ۔۔۔ فافہم ۔۔۔ والسلام۔

مکتوب (۴۲) محمد وفا کے نام :۔۔۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔۔۔ تمہارا مکتوب مرغوب جو کہ محبت و ذوق کا مشعر تھا، پہنچا ۔۔۔ خوش وقت کیا ۔۔۔ اُمید کہ اسی طرح احوال لکھتے رہو گے، کیونکہ خط و کتابت، توجہ غائبانہ کا سبب ہے ۔۔۔ فقر و فاقہ سے دلتنگ نہ ہوں، اور تنگی معیشت سے جی تھوڑا نہ کریں ۔۔۔ اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ۔۔۔ (اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور وہی رزق میں تنگی کرتا ہے) ۔۔۔ طالبان حق کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل سے شاد و خرم رہیں، بلکہ "لذت گیر" ہوں ۔۔۔ جو کچھ بھی محبوب حقیقی کی جانب سے آئے، وہ محبوب ہے ۔۔۔ ایلام ہو یا انعام ۔۔۔ نعمت ہو یا نقمت ۔ ع

نئے تلخ است جور گلعذاراں

کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

ظاہری تنگی کے وقت، قاعدے کے لحاظ سے تو "کشائش" و "فتوحات معنوی" میں

اضافہ ہونا چاہیئے، اس لئے کہ خرابی ظاہر، طراوت باطن کا سبب ہے۔ بھلا تنگی ظاہر حضور باطنی میں خلل انداز کیسے ہوسکتی ہے؟ جو "احوال عجیبہ" تنگی سے پہلے (کشادگی) میں ظاہر ہوتے تھے، وہ تنگی میں کیوں ظاہر نہ ہوں گے؟ کیا تنگی کوئی بلا ہے؟ کیا یہ بات ہے کہ وسعت و فراخی ہی میں مولائے حقیقی سے تعلق ہو، اور زمانۂ تنگدستی میں قطع تعلق کر دیا جائے؟ (نہیں ہرگز نہیں، بلکہ) تنگدستی میں کلیتہً ظاہر و باطن سے بجانب حق تعالیٰ متوجہ ہوں، اور اس کی طلب سے باز نہ آئیں — تم نے اپنے کتنے اچھے حالات بیان کئے ہیں، اگر لطافتِ استعداد کو خاک میں ملا دیا، اور "جواہر زیروں" کو چھوڑ کر "خزف ریزوں" پر قناعت کر لی، تو قابل افسوس بات ہوگی ——

فیا ویلتا علیٰ من اعرض عن ذکر اللہ ویا حسرتا علیٰ من فرط فی جنب اللہ

(یاد رکھو) "قلتِ تمتعاتِ دنیویہ" سببِ سہولت حساب ہے۔ تم نے رفع تنگی معاش کے لئے بعد نماز فجر بعض آیات پڑھنے کی اجازت طلب کی ہے — اگر اس "رفع تنگی" میں نیتِ صالحہ ہو تو کیا مضائقہ ہے، پڑھ لیا کرو۔

مکتوب (۴۴) محمد صادق کے نام:

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ اجمعین — حق سبحانہ کا بندے کو صراط مستقیم کی ہدایت کرنا یہ ہے کہ

عہ پس افسوس ہے اس پر جو اللہ کے ذکر سے منہ پھیرکر، اور حسرت و پشیمانی ہے اس کے لئے جو تقصیر و کوتاہی کرے اللہ کے حق (کی ادائیگی) میں۔

وہ ہر اُس تنگی کو جو اُس کے سینہ میں ہو دُور کردے، اور کسی قسم کی تنگی اُس کے سینہ میں کسی راہ سے باقی نہ رہے ـــ "امتثالِ اوامر" اور "اجتناب نواہی" میں پوری آسانی اُس کو ہو جائے ـــ اور بندے کی رضا اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے تابع ہو جائے اس طور پر کہ اگر تمام دنیا بھی اُس سے برہم ہو جائے یا وہ سخت مصائب و آلام میں مبتلا ہو جائے، تب بھی کوئی کدورت اس کے باطن میں پیدا نہ ہو، اور ان امور کو وہ عین صواب اور انسب سمجھے، خوشی سے وہ ان تمام اشیاء سے راضی ہو ـــ بلکہ جو بلا اور مصیبت آئے اُس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے شمار کرے، اور اُس کا شکر ادا کرے۔۔۔ جب عارف کامل اس "کرامتِ علیا" اور "سعادتِ عظمیٰ" سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے ـــ ہدایتِ الٰہی سے "اہتداء" حاصل کرتا ہے ـــ "صراطِ مستقیم" اور "شرح صدر" اسی اہتداء کا نام ہے ـــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ" (انعام) (جس کسی کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہدایت کرے، اُس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کرتا ہے، اور جس کسی کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے، تو اُس کے سینہ کو نہایت تنگ کر دیتا ہے، گویا کہ وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے) ـــ والسّلام

مکتوب (۴۸) میر محمد خافی کے نام:

مخدوما! ـــ دل محلِّ نظرِ مولیٰ جلّ شانہ ہے ـــ دل کو پاکیزہ رکھنا چاہیئے ـــ حق تعالیٰ کی جائے نظر (دل) کو مخلوق کے منظر سے زیب و زینت میں کمتر نہیں کرنا چاہیئے۔

دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے، لهذا "ذکر و فکر" میں مداومت کریں، اور "سبق باطن" کو عزیز رکھیں ـــــ "وصفِ نیستی" کے ساتھ "دوام توجہ بجناب قدس" کو لذیذ نعمت سمجھیں، اور اس عالی درگاہ سے اپنے قوی تعلق کو "عزائمِ امور" میں سے قرار دیں۔ ؎

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

مکتوب (۵۰) شیخ اسد اللہ افغان کے نام: ـــــ

"اس مکتوب میں آٹھ سوالوں کے جوابات ہیں
سوال نمبر ۲ کا جواب یہاں پیش کیا جارہا ہے"

تم نے دریافت کیا ہے، کہ: "خوارق افضل ہیں یا معارف؟ اگر معارف افضل ہیں، تو کیا بات ہے، کہ فاسق و فاجر بھی (بعض اوقات) معارف بیان کر دیتے ہیں اور خوارق کا یہ حال نہیں" ـــــ

(جواب) واضح ہو کہ معارفِ الٰہی، خوارقِ عادات، اور "کشف مغیبات از مخلوقات" سے افضل ہیں کیوں؟ اس لئے کہ معارف "کشف اسرار ذات و صفات خالق" کا نام ہے، اور خوارق "کشف احوال مخلوقات" ہے پس جتنا فرق خالق و مخلوق میں ہے اتنا ہی معارف و خوارق میں سمجھنا چاہئے ـــــ پہلی چیز (معارف) خالق سے متعلق ہے، اور دوسری چیز (خوارق) مخلوق سے ـــــ علاوہ ازیں "معارف صحیحہ" داخل کمالِ ایمان، اور سبب "از دیادِ ایمان" ہیں، خوارق کی یہ حیثیت نہیں اور کوئی کمالِ انسانی خوارق سے وابستہ نہیں ہے ـــــ البتہ بعض کاملین کو

خوارق بھی حاصل ہوتے ہیں، لیکن فضیلتِ اہل اللہ، معارفِ الٰہی کی بناء پر ہے، نہ کہ کشف وکرامات کے ذریعے سے ـــــ اگر خوارقِ عادات، معارفِ الٰہی سے افضل ہوتے تو اُن اہل اللہ سے (جو معارف میں تو "قدمِ راسخ" رکھتے ہیں، لیکن اظہارِ خوارق کی جانب توجہ نہیں فرماتے، اور احوالِ مخلوق کے کشف کو توجہ بخالق کے مقابلہ میں اپنا تنزّل سمجھتے ہیں) ـــــ جوگیہ اور براہمہ جو (ریاضتوں کے ذریعہ اظہارِ خوارق کرتے ہیں) افضل ہوتے ـــــ تم نے عجیب عامیانہ سوال کیا ہے (یاد رکھو) خوارقِ عادات (کرامات) "کمالِ قربِ الٰہی" کی دلیل ہرگز نہیں ہوتے، یہ خوارق (اہلِ بطالت) کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں ـــــ ان خوارق کا تعلق تو بھوک اور ریاضت سے ہوتا ہے ان کو "قرب ومعرفت" سے کیا واسطہ؟ جو بھی طالبِ کشف وکرامت ہے، وہ "طالب وگرفتارِ ماسوا" ہے، اور قرب ومعرفت سے بے نصیب ہے۔ ؎

ز ابلیسِ لعین بے سعادت ؛ شود پیدا ہزاراں خرقِ عادت
گہے از در در آید گاہ از بام ؛ گہے در دل نشنیہ گہ درِ اندام
رہا کن طرّہات وشطح وطامات ؛ خیالِ نور و اسبابِ کرامات
کرامات تو اندر حق پرستی ست ؛ جز ایں کبر وریا وعُجب وہستی ست

یعنی کمالِ مرتبہ انسانی "فنا ونیستی" میں ہے ـــــ طاعات وعبادات، اور سلوک وریاضت سے فی الحقیقۃ غرض یہی ہے، کہ انسان اپنی "عدمیت" پر واقف ہو جائے، اور یہ جان لے، کہ ہستی مع اپنے تمام توابع کے اصل میں "مرتبہ وجوب" کا خاصہ ہے ـــــ جس وقت کوئی چاہے گا، کہ اظہارِ کرامت کرے، عوام کو اپنا معتقد بنائے، اور خود کو اس ذریعہ سے سب میں ممتاز کرے، یقیناً یہ بات "کبر وعُجب"

ہوگی، اور ایسا شخص عبادت وسلوک اور ریاضت کے فائدے سے بے بہرہ و محروم رہے گا، اور اُس کے لئے معرفت کا راستہ بالکل مسدود ہو جائے گا۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ فرماتے ہیں :۔ اکثر پڑھے لکھے بھی ، چونکہ "جنابِ قدس" سے بیگانہ ہیں، اس لئے مائل بہ دنیا ہیں۔۔۔۔۔ "کشفِ صور" و "اخبار از مغیبات" ان کے نزدیک بہت عزیز ہیں ۔ "کشفِ صور" والوں کو اہل اللہ، اور "مقربانِ خاص" تصور کرتے ہیں، اور "اہلِ حقیقت" کے کشف سے اعراض کرتے ہیں ۔ "اہلِ حق" جو کچھ "حق" سے خبر دیتے ہیں اُس کو باور نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہلِ حق ہوتے، تو مخلوقات سے متعلق خبر کیوں نہ دیتے، اور جب یہ احوالِ مخلوقات کے کشف پر قادر نہیں ہیں تو اُس سے اونچے درجہ کے کشف پر کس طرح قادر ہو سکتے ہیں ؟ نیز اہلِ معرفت کس طرح ہو سکتے ہیں ؟ ۔

یہ نادان نہیں سمجھتے، کہ اللہ تعالیٰ جو اہتمام اور غیرت ان "حضرات اہلِ حق" کے بارے میں رکھتا ہے، اُس کے باعث ان کو اس بات کا موقع نہیں ملتا کہ کشفِ احوالِ خلق کے پیچھے پڑیں، اور ماسوائے حق اُن کا ملحوظِ خاطر ہو، احوالِ خلق کے کشف میں پڑ جائیں، تو مرتبۂ علیا کے مستحق نہیں ہو سکتے ۔۔۔۔۔ پس اہلِ حق "شایانِ خلق" نہیں ہیں، جس طرح اہلِ خلق "شایانِ حق" نہیں ہیں ۔۔۔۔۔ اگر اہلِ حقیقت "کشفِ صور" کی طرف ادنیٰ توجہ بھی کریں، تو دوسروں سے بڑھ سکتے ہیں ۔۔۔۔۔ چونکہ ظاہری صفا و ریاضت والوں کی فراست اللہ تعالیٰ

کے نزدیک کوئی قدر نہیں رکھتی، اس لئے مسلمان، یہود، نصاریٰ، اور سائر طبقات اس میں شرکت رکھتے ہیں، اہل اللہ کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے (یہاں تک شیخ الاسلام ہروی کے کلام کا خلاصہ ہے)۔

ہاں بعض اولیاء کو کسی خاص مصلحت و حکمت کے پیش نظر اظہار خوارق کی اجازت عطا کر دی جاتی ہے ——— "عجب ہزار عجب" ہے. خوارق کی معارف کے ساتھ تم نے کیا نسبت تصوّر کی تھی، جو اس قسم کا مہمل سوال کیا؟۔ معارفِ الٰہی کو نااہل بھی بیان کرے، تو معارف کی شان میں کوئی نقصان واقع نہ ہوگا... یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک جوہر نفیس خاکروب کے ہاتھ میں آجائے، ایسی صورت میں اس جوہر نفیس کی "جوہریت" و "نفاست" میں کوئی نقصان نہیں آتا ——— پس یہ لکھنا اور کہنا مندفع ہو گیا، کہ معارف کو تو فاسق و فاجر بھی بیان کر دیتے ہیں، اور خوارق ایسے نہیں ہوتے ——— اور میں یہ بھی کہتا ہوں، کہ یہ مقدمہ "مشترک الالزام" ہے ——— خوارق میں بھی "محق و مبطل" شرکت رکھتے ہیں ——— پس یہ کہنا درست نہیں کہ خوارق ایسے نہیں ہوتے ——— نیز میں کہتا ہوں کہ یہ کلام اُن معارف و اسرارِ الٰہی کے کشف میں ہے، جس سے اہل اللہ ممتاز ہیں، اگر کوئی مکّار کشف و حال کی بنا پر نہیں بلکہ تقلیداً "بیان معارف" کرنے لگے، تو وہ مبحث سے خارج ہے ——— اگر کہا جائے کہ بہت سے مکّار دعوائے کشف و حال، معارفِ الٰہی بیان کرتے ہیں... تو جواباً کہتا ہوں کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ معارف جو اہلِ بطلان بیان کرتے ہیں، معارفِ الٰہی ہیں... "تسویلات شیطانی" ہمارے تمہارے احاطے سے باہر ہیں، کوئی کیا سمجھے کہ شیطان کن کن راستوں سے اپنے آدمیوں پر آتا ہے، اور

"باطل" کو "عنوانِ حقانیت" کے ساتھ پیش کرتا ہے، اور غیر حق کو حق ظاہر کرتا ہے تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً ــــــ

مکتوب (۵۱) محمد مقیم قصوری کے نام: ــــــ

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ ــــ صحیفۂ شریفہ پہنچا ــــــ مسرور و خوش وقت کیا ــــ اُمید کہ اسی طرح اس "دُور اُفتادہ" کو یاد کیا جاتا رہے گا ــــ جو اشعارِ عربی و فارسی تم نے ارسال کئے ہیں، اُن کا مطالعہ کیا ــــ خوب ہیں، اور بلند نظریے کے ماتحت ہیں ــــ ہمیں تمھاری یہ خصوصیت معلوم نہ تھی، خدا کرے یہ فضیلت اور زیادہ ہو ــــ قل رب زدنی علماً ــــ لیکن ــــ شعر میں "قواعد علوم عربیہ" کی رعایت ضروری ہے ــــ جب تک مہارت تامہ نہ ہو، شعر عربی بنانا کیا ضروری ہے ــــــ

مخدوما! ــــ شعر ہو، یا اُس کی مانند اور کوئی ظاہری فضیلت اعتناء کی درجۂ علیا کو پہنچے گی "فضائل صوری" میں شامل و داخل ہو جائے گی ــــــ اہلِ معنیٰ کے نزدیک ایسی فضیلتوں کا کوئی اعتبار نہیں ۔ ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی

رفتہ ز حروف در معانی

کوشش کرو کہ معنیٰ سے بالکلیہ "حظ کامل" حاصل کر لو ــــ حصولِ معنیٰ کے بعد حروف میں مشغولیت کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی ۔ ع

"ہر چہ خوباں کنند خوب آید"

لیکن تحقیق معنیٰ سے پہلے صورت حروف میں پھنس جانا بطالت ہے۔ خالی گفت و شنود سے کام نہیں چلتا ہے۔

مکتوب (۵۴) جاناں بیگم[1] کے نام:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــــ فعل الحکیم لا یخلو عن حکمۃ

جو کچھ "جمیل مطلق" سے پہنچتا ہے گوارا اور مرغوب ہے۔ ؎

مے تلخ است جور گلعذاراں
کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

---

[1] جاناں بیگم = عبدالرحیم خانخاناں کی صاحبزادی تھیں، علم و کمال کے اس درجہ پر پہنچی ہوئی تھیں، جس پر بہت سے مرد بھی نہیں پہنچ سکتے ـــ اکبر نے ان کی شادی اپنے بیٹے دانیال سے کر دی تھی ـــ دانیال کا گجرات میں انتقال ہو گیا، اور یہ بیوہ ہو گئیں، عالم بیوگی میں حج و زیارت سے مشرف ہوئیں ـــ انھوں نے ایک تفسیر قرآن بھی لکھی ہے ـــ فارسی میں بہترین شعر کہتی تھیں، ان کا ایک شعر یہ ہے: ؎

عاشق ز خلق، عشق تو پنہاں چساں کند
پیداست از دو چشم ترش خوں گریستن

جاناں بیگم نے ۱۰۷۰ھ میں انتقال کیا۔

(نزہۃ الخواطر، جلد ۵، بحوالہ مرأۃ جہاں نما)

مخدرات تیموریہ مؤلفہ سید ظہور الحسن دہلوی، جلد ۲، ص۶۷ پر بھی جاناں بیگم کے مفصل حالات
(بقیہ ص۱۱۲ پر)

بلا ـــــ "تازیانۂ محبوب" ہے، کہ محب کو "ماسوائے محبوب" کے التفات سے باز رکھتی ہے اور صرف محبوب ہی کی جانب رہنمائی کرتی ہے ـــــ بلا ـــــ کمندِ محبوب ہے، جو محب کے ہر رگ و ریشہ میں لٹکی ہوئی ہے، اور کشاں کشاں اُسی کی طرف لئے جا رہی ہے۔

من نہ باختیار خود می روم از قفائے او
آں دو کمندِ عنبریں می بُردم کشاں کشاں

. . . . اِس سبقت اصل کو ہی ہونا چاہئے، فرع جو کچھ رکھتا ہے اصل سے رکھتا ہے، کسی امر میں فرع استقلال نہیں رکھتا، یہ عشق و محبّت بھی جو فرع ہے، اُسی (محبوبِ حقیقی) کی طرف سے ہے، اور اُسی کا عطیہ ہے۔

اُدائے حقِ محبّت عنایتیست ز دوست
وگرنہ عاشقِ مسکیں بہ ہیچ خورسند است

نازِ محبوب ہر چند مقتضی استغنا و بے پرواہی ہے . . . . لیکن اگر غور سے دیکھو، تو عشق طرفین سے ہے، اور محبوب بھی "محبِ مشتاق" کی مانند محب ہے ـــــ

(ص ۱۱۱ کا بقیہ) درج ہیں ـــــ اس میں سے تین چار سطریں یہاں بھی درج کی جاتی ہیں ـــــ "جانان بیگم اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی، اس کے علم و فضل کا چرچا دُور دُور پھیلا ہوا تھا، اُسے فطرتاً علوم وغیرہ سے دلچسپی تھی، اور وہ اسی مشغلے میں اپنی زندگی بسر کرنا چاہتی تھی ۔ قدرت نے اس کی سرشت میں مادۂ علم کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا، اُسنے اپنی معلومات کا گرانبہا جوہر ظاہر کرنے کے لئے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی۔

(مخدرات تیموریہ)

کسی نے خوب کہا ہے:—— ؎

عاشقاں ہر چند مشتاقِ جمالِ دلبر اند
دلبراں بر عاشقاں از عاشقاں عاشق تر اند

لیکن عشقِ محبوب نہاں اور درپردہ ہوتا ہے۔ ؎

پری رو از بروں آلودۂ شرم
دروں از شعلہائے دوستی گرم

عشقِ عاشقاں بے پردہ، اور با "جوش و خروش" ہوتا ہے۔ ؎

عشقِ معشوقاں نہانست و ستیر ٭ عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر
لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند ٭ عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

مکتوب (۶۰) خواجہ محمد فاروق کے نام:——

(اس بیان میں، کہ شریعت تمام کمالات کی اصل ہے)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی —— ع

"از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است"

مخدوما! —— "کمالاتِ ولایت" صورتِ شریعت کا نتیجہ ہیں، اور "کمالاتِ نبوت" حقیقتِ شریعت کا ثمرہ —— پس کمالاتِ ولایت اور کمالاتِ نبوت میں سے کوئی کمال بھی ایسا نہیں ہے، جو دائرۂ شریعت سے باہر اور شریعت سے مستغنی ہو۔ ...

والسلام

مکتوب (۶۱) مولانا حسن علی[1] کے نام :

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ____ چونکہ یہ مقام (دنیا) "دارِ عمل" ہے "دارِ اجر" (آخرت) سامنے ہے اس لئے اپنے آپ کو "وظائف عمل" میں سرگرم رکھا جائے، اور بے تذبذب طریقۂ ماموره کو انجام دیا جائے ____ وقت عمل میں اجر طلب کرنا اور اس فکر میں پھنس جانا اپنے کو اجر سے باز رکھنا ہے "موطن لقائے حقیقی (آخرت) درپیش ہے ____ من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لآتٍ[2] ____

اس جگہ مطلوب کا انتظار، جو کہ محبت سے پیدا ہوتا ہے، مطلوب میں استغراق سے بہتر ہے اس لئے کہ پہلی چیز (انتظار) عمل ہے، اور ترقی بخش چیز ہے، اور دوسری چیز اجر ہے اور اس کا وعدہ دوسرے جہان کے لئے ہے۔ طالبوں کی تسلی کے لئے (کبھی کبھی) اس موعود کا نمونہ اور سایہ دکھا کر (یہاں بھی) آرام دیدیتے ہیں ____ بعض طالبین کو یہ آرام بھی نہیں دیتے، اور "امر موعود" میں کوئی نقصان نہیں کرتے

مکتوب (۶۴) سلطان محمد اورنگ زیب عالمگیرؒ کے نام :

(دینی جد وجہد اور نفس امارہ سے مجاہدے کے بارے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ____ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ____ امابعد! ____ ذرۂ احقر بعرض می رساند ____ بڑا اچھا حال ہے

---

[1] آپ خلفائے خواجہ محمد معصومؒ میں سے ہیں ۔۱۲ (روضہ رکن دوم)

[2] جو شخص اللہ سے ملاقات کی امیدواری رکھتا ہے، پس اللہ کی ملاقات کا زمانہ آنے والا ہے۔

دن کا جو اس "امرِ عظیم" کے لئے اپنی کمرِ ہمت کو چُست باندھے ہوئے ہیں، اور اس سلسلہ میں مشکل ودشوار سفر کو، جو فی الحقیقت مُثمرِ برکات اور وسیلۂ ترقی درجات ہے — ذوق وشوق کے ساتھ اختیار کئے ہوئے ہیں — رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ: "جنت میں سَو درجے ہیں، اور ان میں سب سے اونچا درجہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے ہے، اور ایک درجے کا دوسرے درجے کے درمیان اتنا فاصلہ جتنا کہ آسمان وزمین کے درمیان" (رواہ البخاری) — حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے، کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ: "اللہ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا مکہ مکرمہ میں حجرِ اسود کے قریب لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے سے بہتر ہے" (رواہ البیہقی وابن حبان فی صحیحہ) — (اس حدیث کے پیش نظر) علماء نے فرمایا ہے، کہ اس حساب سے اللہ کی راہ میں ایک ساعت قیام کرنا دس کروڑ مہینوں کے قیام سے بہتر ہے، اس لئے کہ مکہ میں لیلۃ القدر میں قیام کرنا (کم از کم) دس کروڑ مہینوں کے قیام کے برابر ہے — اور حضرت انسؓ نے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ: "جس کسی نے کسی رات اللہ کے راستے میں چوکیداری کی (من وراء المسلمین) اس کو ان تمام لوگوں کا اجر ملے گا، جو (محفوظ) علاقے میں (اطمینان سے) روزے رکھ رہے ہیں اور نمازیں پڑھ رہے ہیں" (رواہ الطبرانی باسناد جید) — علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس امر کی، کہ اللہ تعالیٰ حاکم کے اعمالنامے میں اُن اعمالِ حسنہ کے مثل لکھتے ہیں، جو اس علاقے میں لوگ امن کے ساتھ اس کی حمایت و حفاظت میں انجام دے رہے ہیں، یہ فضلِ عظیم کس قدر عالی شان ہے — افسوس! کہ

یہ دوراز کار (کاتب) اس نعمتِ خوشگوار سے بہ حسبِ ظاہر محروم ہے، اور بعض عوائق و موانع کی وجہ سے اس قسم کی "فی سبیل اللہی" جدوجہد سے مجبور ہے ——
یالیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما[عہ] —— لیکن از روئے باطن اپنے ساتھ ہی جاننا اور دعا و توجہ کی راہ سے مدد و معاون تصور کرنا —— ہم فقراء کا سرمایہ، اور راس المال یہی دعا اور توجہ ہے —— اگر گوشہ نشین فقراء سالہا سال ریاضت کریں اور چلّے کھینچیں اس عمل کو نہیں پہنچ سکتے (جو آپ کر رہے ہیں) وہ طاعات و عبادات جو "جدوجہد دینی" کے راستے میں ہوتی ہیں "طاعات عزلت" پر ان کا درجہ کہیں زیادہ ہے۔ اس راہ کی تسبیح کچھ اور ہی ثواب رکھتی ہے یہاں کی نماز بھی رتبہ علیحدہ رکھتی ہے۔ اس راہ کے صدقات و نفقات درجۂ بزرگ رکھتے ہیں، اس مقام کے اندر بیماریاں آئیں تو اُن کا ثواب بھی دوسرا ہے ——
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :——

"طوبیٰ لمن اکثر فی الجھاد فی سبیل اللہ من ذکر اللہ فان لہ بکل کلمۃٍ سبعین الف حسنۃ" (رواہ الطبرانی)

نیز ارشاد فرمایا، کہ:۔ سرحد کی چوکیداری کی حالت میں ایک نماز بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ملخصاً) —————— (رواہ ابوالشیخ وابن حبان)

نیز فرمایا، کہ:۔ اس راہ میں ایک درہم و دینار کا خرچ کرنا دوسری (نیک) راہ میں سات سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے (ملخصاً) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

عہ کاش! میں اُن کے ساتھ ہوتا، اور بڑی کامیابی پر فائز ہو جاتا ۱۲۔

نے یہ بھی فرمایا، کہ :۔ "جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی اور غازی کے اہل وعیال کی، اور مکاتب (غلام) کی آزاد کرانے میں امداد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایے میں رکھے گا، اُس دن جس دن اُس کے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا" (رواہ احمدؒ البیہقی)

—— اور فرمایا، کہ :۔ "جو اللہ کے راستے میں ایک دن یا ایک دن سے کم، یا ایک ساعت بھی بیمار ہوا، اُس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اور اس کے لئے ایک لاکھ ایسے غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے جن میں سے ہر ایک کی قیمت ایک لاکھ درہم ہو"

—— اس میں شک نہیں کہ وہ مہم جس کی طرف آپ متوجہ ہیں اللہ کے راستے ہی میں جدوجہد ہے —— (اس کے بعد مجاہدۂ نفس کے بارے میں فرماتے ہیں) نفس امارۂ انسانی، باوجود تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کے اپنے کفر وانکار پر مُصر ہے، احکام سماوی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، اوامر خداوندی کی تابعداری نہیں کرتا، یہ نفس چاہتا ہے کہ سب اسکے مطیع ہو جائیں اور وہ کسی کا مطیع نہ ہو۔ خودی کا دعویٰ اس کے اندر غالب ہے —— ندائے —— انا ربکم —— اس کے اندر سے نکل رہی ہے، لہذا اس سے دشمنی رکھنا پسندیدہ اور مقبول شے ہے، اور اس کی مخالفت، بروفق شریعت غرسم کرنا "جہادِ اکبر" ہے۔ اعدائے آفاقی کے ساتھ جہاد کا کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے اور دشمن اندرونی (نفس) سے جہاد دائمی ہے —— ارحم الراحمین کی یہ بڑی مہربانی ہے، کہ اُسنے بکمال رحمت حصول ایمان کے لئے (فقط) تصدیق قلبی کو کافی قرار دیا، اور "اذعانِ نفس" کی تکلیف نہیں دی۔ ؎

چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حُسنِ قبول
آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

ہاں افرادِ انسانی میں بعض وہ کاملین بھی ہوتے ہیں، جن کا نفس "امارگی" سے نکل کر "اطمینان" کی منزل میں آجاتا ہے، احکامِ الٰہیہ کا مطیع ہوجاتا ہے اور اس میں مجالِ مخالفت باقی نہیں رہتی، راضی و مرضی ہوجاتا ہے ___ (خطاب) یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ___ ایسوں ہی کے لئے وارد ہوا ہے ___ ایمانِ کامل اور اسلامِ حقیقی اسی مقام پر جلوہ گر ہوتا ہے، اور اسی قسم کا ایمان زوال و خلل سے محفوظ ہوتا ہے۔ بخلاف "معمولی" ایمان کے کہ وہ خلل و زوال سے محفوظ نہیں ہوتا ___ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برائے تعلیمِ اُمت، اسی کامل ایمان کو ان الفاظ میں طلب فرمایا ہے:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اسألك ایمانًا لیس بعدہٗ کفر ___

(قرآن کے اندر) یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا ... میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے ___ اور اس حدیث شریف میں بھی یہی ایمان مراد ہے:۔ "لن یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعًا لما جئت بہ" (تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہوگا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے ماتحت نہ ہوجائے)۔

عہ اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف چلی جا، اس حال میں کہ تو راضیہ اور مرضیہ ہے۔ ۱۲

عہ اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں، جس کے بعد کفر نہ ہو۔ ۱۲

طریقۂ صوفیہ میں مطلوب اولی، اسلامِ حقیقی کا حصول ہے، جو کہ نفس امّارہ کے "انقیاد" سے مربوط ہے، اور جو اسلام کہ حصولِ اطمینان سے پہلے محض تصدیقِ قلبی سے حاصل ہے اس کو اسلام مجازی کہتے ہیں ... ... پس عقلائے اولی الابصار کیلئے ضروری ہے، کہ وہ اپنے "حاصلِ کار" اور "نقدِ روزگار" میں خوب تامل کریں، اور جو کوئی یہ دولت مطلوبہ رکھتا ہے ــــ فطوبیٰ لہٗ وبشریٰ ــــ جو کچھ اس کی پیدائش کا مقصد تھا اس کو حاصل کرلیا، اور نعمتِ حق اس کے حق میں پوری ہوئی ــــ اگر یہ دولت (معرفت) نہیں ملی، تو اس کی طلب سے فارغ نہ ہو، اور جہاں کہیں سے اس کی خوشبو اس کے دماغ میں آئے اس کی تلاش کرے۔ ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند
تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

والسلام اولاً و آخراً ... ...

مکتوب (۷۰) مُلّا محمد افضل[۱] ولد شیخ بدرالدین سرہندیؒ کے نام: ــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ بسم اللہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم وآلہٖ اجمعین ــــ ایک حدیث نبویؐ میں آیا ہے: "القبر روضۃٌ من ریاض الجنۃ" ــــ قبر کے "روضۂ جنّت" ہونے کے معنی (بظاہر) یہ ہیں کہ قبر اور جنّت میں جو دوری و مسافت ہے وہ اُٹھ جاتی ہے، اور کوئی پردہ قبر و جنّت کے درمیان باقی نہیں رہتا ــــ گویا کہ زمین قبر کو جنّت کے ساتھ "فنا و بقا" کا

---

[۱] آپ شیخ بدرالدین سرہندیؒ مؤلف "حضرات القدس" کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۲

معاملہ حاصل ہو جاتا ہے ـــــ فافھم ـــ اور یہی معنی ہیں اس قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ـــــ ما بین قبری و منبری روضۃٌ من ریاض الجنۃ (میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے)۔

قبر کا روضۃٌ من ریاض الجنۃ بننا خاص خاص مومنین کے لئے میسر ہوتا ہے ہر ایک کو نہیں ـــــ جب قبورِ مومنین صفائی اور نورانیت پیدا کر لیتی ہیں، اور اس بات کی استعداد ان میں پیدا ہو جاتی ہے، کہ "جلوۂ جنت" ان میں منعکس ہو سکے، بالفاظِ دگر جب قبور مُصفّٰی آئینہ کی طرح ہو جاتی ہیں (تب ان کے اندر یہ شان ظاہر ہوتی ہے، کہ جنّت کا باغ بن جاتی ہیں......) والحمد للہ رب العلمین والسلام علیٰ رسولہ وآلہٖ اجمعین۔

مکتوب (۱۷) محمّد مومن بیگ کابلی کے نام: ـــــ

سلامٌ علیکم طبتم ـــــ ہ

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

حق تعالیٰ کی محبّت کے علاوہ دوسری اشیاء کی محبّت میں گرفتار ہو جانا، "امراضِ قلبیہ" میں سے شدید ترین مرض ہے ـــــ اس کے ازالہ کی فکر کرنا سب ضروری باتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ ع

"در خانہ اگر کس ست یک حرف بس است"

مکتوب (۷۲) مُلّا مسافر کے نام :۔۔۔۔۔ (رضا بقضائے الٰہی کی ترغیب میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔ برادرم مُلّا مسافر بعافیت اور یادِ خداوندی میں خوش وقت رہیں ۔۔۔ تمہارا خط پہنچا ۔۔۔ جو رنج و الم (انسان کو) پہنچتا ہے، وہ بہ ارادۂ خداوندی ہے ۔۔۔ اس پر راضی رہے بغیر چارہ کار نہیں۔ طاعات میں چُست رہو، تکالیف و امراض پر صبر کرو، اور عافیت کو کرمِ خداوندی سے طلب کرتے رہو ۔۔۔ خلائق میں سے کسی پر نظر نہ رکھو ۔۔۔ سب امور کو اللہ ہی کی طرف سے جانو ۔۔۔ دفعِ ضرر کو اُسی سے چاہو، کیونکہ اللہ کی مرضی کے بغیر نہ کوئی کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے، اور نہ کوئی ضرر دُور کر سکتا ہے ۔۔۔ راہِ بندگی یہی ہے ۔ والسلام۔

مکتوب (۷۳) مولانا حسن علی کے نام :۔۔۔۔۔

بسم اللہ حامداً و مُصلّیاً ۔۔۔۔ برادرم مُلّا حسن علی نے میرے ایک مکتوب بنام عبید اللہ بیگ (مکتوب ۲۹ جس کا ترجمہ گذر چکا) پر ایک شبہ تحریر کیا ہے، اور اس کا جواب مانگا ہے ۔۔۔ شبہ یہ ہے، کہ "حسن و قبیح" کا امتیاز "مقامِ شریعت" میں ہوا کرتا ہے، چنانچہ انھوں نے ایک رسالہ میں لکھا دیکھا ہے کہ: "طریقت میں سب سے صلح اور ہر کسی سے دوستی ہوتی ہے، بخلاف شریعت کے کہ وہاں دشمنوں سے جنگ اور دوستوں سے صلح ہوتی ہے" الخ ۔۔۔۔ عجیب واہیات شبہ ہے ۔۔۔ بھلا طریقت کا شریعت سے کیا تقابل ہے؟ اور ان دونوں میں مساوات کہاں سے آئی؟ ۔۔۔۔ شریعت تو ایسی قطعی وحی سے ثابت ہوئی ہے، جس میں شک و ریب کو بالکل گنجائش نہیں ۔۔۔ اس کے احکام میں

"نسخ و تبدیل" نہیں، تا قیامِ قیامت یہ احکام باقی رہیں گے ـــــ شریعت کے تقاضہ پر عمل کرنا تمام عوام و خواص کے لئے ضروری و لابدی ہے ـــــ طریقت کی یہ مجال نہیں کہ وہ شریعت کے احکام کو اُٹھا دے، اور اہلِ طریقت کو "تکالیف شرعیہ" سے آزاد کر دے ـــــ اہلِ سنّت و جماعت کے "عقائدِ قطعیہ" میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ بندہ (بحالتِ ہوش و حواس) ہرگز ایسے درجے پر نہیں پہنچتا کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں، جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، وہ "جرگۂ اسلام" سے باہر ہے ـــــ جس جماعت کو اللہ تعالیٰ اپنا دشمن قرار دے اور غلظت و شدّت کا حکم دے، اُس سے آشتی و دوستی رکھنا قاعدۂ اسلام سے خارج ہے۔ ...... یہ بات اور دعوائے محبّت خدا اور رسول ـــــ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، کیونکہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے بیزاری "لوازم محبّت" سے ہے ـــــ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض سالکین پر کچھ ایسے امور جو بظاہر مخالف کتاب و سنّت ہوتے ہیں وارد ہو جاتے ہیں ...... سالک ایسے وقت میں سررشتۂ شریعت کو ہاتھ سے نہ دے، دانتوں سے مضبوط پکڑ لے اور اپنے کشف و وجدان کے برخلاف اہلِ سنّت و جماعت کی تقلید کرتے ہوئے ان کا "اعتقاد و عمل" اختیار کرے ـــــ (بعض اوقات) راہِ سلوک کے خس و خاشاک انّی انا اللہ کا نعرہ لگا کر "سالک بیچارہ" کو مطالبِ اعلیٰ سے ہٹا کر اپنی پرستش کی دعوت دینا چاہتے ہیں ـــــ ایسے وقت میں "سالکِ مستقیم" کو ضرورت ہے کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی طرح لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن[ع] ـــــ کہہ کر

ع میں زائل ہو جانے والی چیزوں کو پسند نہیں کرتا ۱۲

وجّہت وجھی الآیہ ـــ کے بموجب میدان غیب الغیب میں دوڑ لگائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (پوری پوری) متابعت کرے تاکہ "زیغ البصر"عہ میں گرفتار نہ ہو۔

مکتوب (۴۴) شاہ نعمت اللہ[1] قادریؒ کے نام: ـــــ

بسم اللہ حامداً و مصلیاً ـــــ عنایت نامۂ نامی و صحیفۂ گرامی نے، جو اس "حقیر" کو ارسال فرمایا گیا تھا ـــــ مشرف کیا ـــــ امیدوار ہوں کہ اسی طرح اس "دوراز کار" کو کبھی کبھی "حاشیۂ ضمیر مہر تنویر" میں جگہ دیتے رہیں گے ـــــ

عہ میں نے اپنا چہرہ اللہ کی طرف متوجہ کر لیا ۱۲

عہ (کج بینی و پریشان نظری)

[1] آپ شیخ عطاء اللہ نارنولیؒ کے صاحبزادے تھے، آپ نے تحصیل علم کی خاطر جس سے شہر دہلی کا سفر کیا تھا، جونپور میں بھی ہیئت پڑھنے گئے تھے۔ بعد فراغت علم فیروزپور میں سکونت اختیار کر لی تھی، آپ مشائخ قادریہ میں اپنے زمانہ کے ایک ممتاز شیخ تھے، آپ کی وجاہت و قبولیت مسلّم تھی شاہزادہ شجاع بن شاہجہاں آپ سے بیعت تھا ـــــ عالمگیرؒ کے دربار سے بھی آپ کا تعلق ہو گیا تھا ـــــ آپ کی مصنفات میں ایک تفسیر القرآن ہے، جو جلالین کے طرز پر ہے، اور ایک ترجمۃ القرآن ہے جس کا نام "تفسیر جہانگیری" ہے۔ اس ترجمہ کو عہد جہانگیر میں دہلی میں رہ کر لکھا تھا ـــــ ملا محمود بن محمد جونپوری نے آپ سے تعلیم طریقت کو اخذ کیا تھا ۱۰۷۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد پنجم مؤلفہ مولانا حکیم سید عبدالحیٔ بن سید فخر الدین الحسنیؒ)

اس نامۂ گرامی کا آنا ــــ جو کہ عین کرم تھا ــــ میری طرف سے مراسلت کی ابتداء کئے بغیر ہوا ــــ گویا کہ یہ ایک "نعمت غیر مترقبہ" تھی ــــ اس کے پہنچنے کے بعد میں "کشائش و ترقی" کا اُمیدوار ہو گیا ہوں ــــ بیشک سبقت بزرگوں کی طرف سے ہی ہوتی ہے، اور کرم کریموں ہی کی جانب سے ہوتا ہے ... ...

اُمید گاہا! اس زمانہ میں جب کہ زمانۂ نبوت سے بُعد ہو گیا ہے "انوارِ سنّت" میں قلّت آ رہی ہے، اور "ظلماتِ بدعات" کا ہجوم ہے ــــ آپ جیسے "شاہبازوں" کا وجود بسا غنیمت ہے ــــ اگر ہم جیسے زاویۂ خمول کے ساکنین، ہزاروں ریاضتیں گوشۂ گمنامی میں بیٹھ کر کریں اور ہاتھ پاؤں ماریں ــــ آپ کے اُس ایک "کلمۂ حق" کے برابر نہیں، جو سلاطین کے دل میں اثر کر جائے ــــ بلکہ (ہماری ریاضتیں) اس کی گرد کو نہیں پہنچتیں ــــ اللہ تعالیٰ نے سلاطین کا عالم میں وہ درجہ رکھا ہے جو روح کا جسد میں ہے کہ صلاحِ رُوح، صلاحِ جسد ہے، اور فسادِ رُوح، فسادِ جسد ہے ــــــــ اسی طرح اصلاحِ سلاطین، اصلاحِ تمام عالم ہے ــــ بھلا کون سا عمل اس عمل کو پہنچ سکتا ہے ــــ مکرما! ــــ شیخ محمد صالح، جو کہ محافل و مجالس میں اکثر آپ کے ثنا گو اور آپ کے اوصافِ جمیلہ کے ناشر ہیں، نیز آپ کے اخلاق و احسانات کی باتیں سناتے رہتے ہیں، آپ کی طرف جا رہے ہیں ــــ باوجود اپنی ناقابلیت کے دو چار نامربوط کلموں کو (اُن کی معرفت) آپ کی یاد آوری کی غرض سے بھیج رہا ہوں، اور آپ کے "اوقاتِ شریفہ" میں خلل انداز ہو رہا ہوں ــــــ

ظلالِ افادت و ارشاد سایہ گستر و مبسوط باد ــــــ

مکتوب (۷۵) مرزا طاہر بیگ کے نام :

اللہ تعالیٰ تم کو ماسوا کی غلامی سے آزاد کرے، اور مدارج قرب میں ترقیات دے ۔۔۔ (سنو) بندۂ مقبول وہ ہے جو دوام ذکر کے ساتھ موصوف ہو، ایک لمحہ بھی غفلت و ہوائے نفس میں نہ گذارے، ذکر کو اغراض سے آلودہ نہ کرے، مخلص ہو، حتیٰ کہ اپنے "احوال و مواجید" بھی "ذکر" میں ملحوظ نہ رکھے ۔۔۔ (اگر ایسا ہوگا) تب بمقتضائے کریمہ اذکرونی اذکرکم (تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا) ۔۔۔ اُس طرف سے بھی اس کو یاد کریں گے ۔۔۔ کس نہج سے یاد کریں، اور کیسے کچھ عطایا سے نوازیں (پتہ نہیں) ۔۔۔ ذکر کے وقت ۔۔۔۔۔ "خلوسینہ" و "خلوص نیت" کے ساتھ متوجہ و حاضر رہے، بلکہ ایسا حضور ہو، کہ نفس بھی درمیان میں حاضر نہ ہو، اور وہ بھی اپنا سامان "صحرائے عدم" میں اٹھا کرلے جائے ۔۔۔۔۔ ع

"ایں کار دولتست کنوں تا کرا دہند"

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔

مکتوب (۷۷) شیخ عبدالحمید برہانپوری کے نام :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔ برادر گرامی شیخ عبدالحمید کو اس "دور افتادہ" کی طرف سے سلام عافیت پہنچے ۔۔۔ تمہارا مکتوب مرغوب، جو مجھے بھیجا تھا ۔۔۔ بلدۂ ملتان سے پہنچا ۔۔۔ اس کے مطالعہ نے فرحت فراواں بخشی ۔۔۔ "احوال سنیہ" و "مقامات علیہ" بھی اس میں مندرج تھے ۔۔۔ کیا عجب ہے کہ اگر

اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو بعض خصوصیات کے ساتھ مخصوص اور اکابر کے مقامات عالیہ سے سرفراز کر دے ـــ انّ ربّی رحیم ودود[عہ] ـــ لیکن اس کے لئے اتباعِ سنت اور اجتناب از بدعت شرط ہے، اور دوسری شرط یہ ہے کہ بندے کی خواہش "احکامِ شرعیہ" و "سُننِ مرضیہ" کے تابع ہو جائے ـــ لن یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ ـــ حدیث شریف ہے۔

حق سبحانہ مدارج قرب میں ترقی دے، اور سُننِ نبویہ پر مستقیم رکھے ـــ دوستوں سے دعائے سلامتی خاتمہ کا اُمیدوار ہوں۔

مکتوب (۷۹) خواجہ محمد حنیف کے نام:ـــ

(رموز و اسرار سورۂ قل اعوذ برب الناس کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــ حقیقتِ بندگی اور حلاوتِ طاعت اُس وقت حاصل ہوتی ہے، جبکہ تمام امور میں "قبلہ توجہ" اور "مرجع حقیقی" سوائے بارگاہِ صمدیت کے اور کوئی نہ ہو، ہوائے نفسانی سے گذر کر تمام اُمور اسی لم یزل و لایزال کے سپرد کر دیئے جائیں ـــ امر فانی پر پشت اعتماد نہ رکھی جائے، ورنہ نتیجہ مطلبِ اعلیٰ سے محرومی ہو گا۔

اے بھائی! ـــ دنیا میں کسی کی طرف رجوع ہونے اور کسی پر اعتماد کرنے کا باعث یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ مربّی ہے، اور تربیت "صوری و معنوی" اس کے شا

عہ بیشک میرا رب رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ ۱۲

وابستہ ہے (اب غور کرو) قل اعوذ برب الناس — کی روسے مربی حقیقی حق تعالیٰ ہی ہے، اور تربیت ظاہر و باطن حقیقتہً اس کے ہی ساتھ مربوط ہے ——— پیر، اُستاد اور مادر و پدر سے بموافق شریعت جو رجوع و تواضع کا معاملہ کیا جاتا ہے وہ اس لئے ہے کہ یہ لوگ بحکم الٰہی، مربی ہیں — چونکہ یہ تواضع بحکم خداوندی کی بناء پر ہے، اس لئے اس کو بھی فی الحقیقۃ خدا ہی کی طرف رجوع و تواضع قرار دیا جائے گا — یا — رجوع کا سبب سلطنت و بادشاہت ہوا کرتی ہے سلطنت و بادشاہت "ملک الناس" کی روسے اللہ ہی کے لئے مسلّم ہے — یا — معبودیت و الوہیت، رجوع کا سبب ہوتی ہے، کیونکہ عقل و عرف کی رو سے الٰہ و معبود کے ساتھ رجوع، اعتماد تواضع و خضوع کا معاملہ ہونا مستحسن بلکہ واجب و ناگزیر ہے — اور یہ معبودیت و الوہیت بھی بمقتضائے "اِلٰہِ النَّاس" جناب مقدس و بیچون حقیقی کے ساتھ مخصوص ہے۔

نفس انسانی اور وسواس شیطانی جن کی شرارت سے پناہ مانگنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔ من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس — یہ دونوں دشمن ہیں جو گھات میں لگے ہوئے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح اس مربی و معبود حقیقی اور بادشاہ حقیقی سے بندے کو دور و محجوب کر دیں، اور ماسوی اللہ میں پھنسا کر شرک جلی و خفی کی طرف رہنمائی کریں — ان دشمنوں کے شر سے بھی پناہ مانگنا بہت ضروری چیز ہے، ہمیشہ پناہ مانگتے رہو، اور وہ "اوصاف ثلثہ" جو اس سورۂ مبارکہ میں مذکور ہیں بدرجہ کمال اس ذات اقدس کے اندر تصور کرو، تاکہ شرارت دشمن سے بیخوفی ہو،

اور بارگاہِ قدس کا راستہ مل جائے ـــــــ ربنا آتنا من لدنک رحمۃ و ھیئ لنا من امرنا رشدا[1] ـــــــ

مکتوب (۸۳) خواجہ عبد الصمد[2] کے نام :ـــــــ

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ـــــــ اللہ تعالیٰ ابواب فتوح کو ہمیشہ مفتوح رکھے ـــــــ

اہل اللہ کے سیر و سلوک کے لئے یہ آیۂ کریمہ جامع ترین ہے ... ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق ـــــــ (تمہارے پاس جو کچھ ہے ختم ہونے والا ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ باقی ولازوال ہے)۔ طالب صادق جب تک تمام "متشبہات" سے خالی نہ ہوگا "انوارِ لایزال" کے ساتھ بقا نہ پائے گا ـــــــ ہر چند اصل اس معاملے میں باطن ہے، اور فنا و بقا، بالاصالۃ باطن ہی کے اوصاف ہیں، لیکن متاعہائے ظاہری کا زوال، اسبابِ معیشت کا فقدان اور اسقام و حوادثِ ظاہری بھی معاملاتِ باطنی کے مدد معاون اور ترقیاتِ معنویہ کا سبب ہیں۔

---

[1] اے ہمارے رب تو ہمیں اپنی رحمت سے نواز، اور مہیّا کر ہمارے کام میں بھلائی ۔۱۲

[2] خواجہ عبد الصمد (کابلی) = کابل سے دو کوس پر دیہہ یعقوبی ایک گاؤں ہے، آپ وہاں کے باشندے تھے ۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں ۔ خلافت دیکر حضرتِ والا نے ان کو وطن بھیجدیا تھا ۔ وہاں بہت سوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

(روضۃ القیومیہ رکن دوم)

کوئی "شاہباز" ہو کا رہے، جو اس آیۂ کریمہ کے اسرار کے سمندروں میں غوطے لگائے، نیز ما عندکم اور ما عند اللہ میں کلمۂ ما کی عمومیت سے بہرہ ور ہو۔

والسلام

مکتوب (۹۱) شیخ طاہر بدخشی (ثم جونپوری) کے نام:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— اللہ تعالیٰ مراتب قرب میں ترقی بخشے ——— (اُمید کہ) معارف آگاہ نے ہم "دُور افتادوں" کو فراموش نہ کیا ہوگا ——— حدیث المرء مع من احب کی رو سے ارتباطِ محبت جس قدر ہوتا ہے معیتِ معنوی بھی اسی قدر ثابت ہوتی ہے ——— اُمید کہ ایام مفارقت کے طول نے "نسبتِ سابق" میں کوئی خلل نہ پیدا کیا ہوگا، بلکہ ارتباطِ محبت اور قوی تر ہو گیا ہوگا۔ دوستوں سے یہی توقع ہے کہ نسبتِ مذکورہ بیش از بیش ہو گئی ہوگی۔ اس "فقیر" کو اس جماعت کے افراد سے جو حضرت "قطب المحققین"، "قدوۂ خدا طلبان" حضرت ایشان (حضرت

لہ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء میں سے ہیں، کافی عرصہ خانقاہ سرہند میں قیام کرکے اپنے پیرو مرشد سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ حضرت مجددؒ جب ان کے سامنے معارف بیان فرماتے، تو اُن کو سُن کر آرے اور بلکے کھلتے جاتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خوش طبعی کے طور پر فرمایا کرتے تھے، کہ ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ گویا یہ اسرار و معارف مولانا طاہر پر وارد ہوئے ہیں، اور میں ان کا ترجمان ہوں۔ حضرتؒ نے تعلیم طریقت کی اجازت دیکر جونپور روانہ کر دیا تھا۔ (ماخوذ از زبدۃ المقامات)۔

۷ رجب المرجب ۱۰۴۰ھ کو جونپور میں وفات پائی، اور وہیں آپ کا مزار ہے (نزہۃ الخواطر جزء خامس) حکیم سید عبدالحئیؒ)۔

مجدد الف ثانیؒ کے شرفِ صحبت سے مشرف ہوئی ہے، کچھ علیحدہ ہی قسم کی محبت ہے
یہ حضرات مجھے بالکل منفرد حیثیت میں نظر آتے ہیں، یہ سب سے ممتاز ہیں، اسلئے کہ
یہ لوگ آئینہ ہائے محبوب ہیں، اور اُن مرحوم کی جو آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں نشانی ہیں
—— محبوب کے خدام محبوب کی عدم موجودگی میں خاص طور پر محبوب و مرغوب ہوتے ہیں،
عشاق و شیفتگان کی نظروں میں اس جماعت کی بڑی قیمت ہے —— ہر چند یہ جماعت
"بے پرواہ" ہو، اور لوازمِ ارتباط سے دُور ہو، مگر ہم کو تو بہت ہی عزیز ہے ——
ان کی خدمت اور محبت ہم پر لازم ہے۔ بہر کیف —— دُعا سے غافل نہ ہوجئے، اور
توجہ فرمایئے، تاکہ کل بروزِ قیامت زمرۂ محبان و خادمان حضرت مجدد الف ثانیؒ
میں ہم سب یکجا محشور ہوں ......

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

مکتوب (۹۲) شیخ حمید کے نام :——

محبت آثار شیخ حمید دُعا و سلام —— اپنے احوال لکھنے سے غافل نہ ہو،
ادائے طاعات و عبادات میں خوب مشغول رہو، خدمتِ مولیٰ میں کمرِ ہمت کو اچھی
طرح باندھ لو —— آج کا دن کام کا دن ہے، کل کا دن اُجرت کا دن ہے ——
وقتِ کار میں منتظرِ اُجرت ہو بیٹھنا در اصل اپنے آپ کو اُجرت سے باز رکھنا ہے ——
اُدائے خدمت میں لذات کے درپے نہ ہو —— اگر لذت دیں تو نعمت ہے، نہ دیں تو

عہ اے اللہ! ہمارے لئے نور کامل کردے، اور ہمیں بخشدے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ۱۲

دامنِ اطاعت کو ہاتھ سے نہ چھوڑو ـــــ بندگی سے مقصود وہ محنت و مشقت ہے جس میں نفس و خواہش کی مخالفت ہے، نہ کہ وہ عیش و راحت جس کے ہوا و ہوس متمنّی ہیں ـــ وہ لذّت و راحت جو "اس طرف" سے عطا کی جاتی ہے چیز ہی دوسری ہے، نفس و ہوا کا اس میں بالکل دخل نہیں ہوتا ....

لیکن وہ لذّت چونکہ ایک عطیہ ہے، اس لئے طاعات کو اس کے نہ ملنے کی حالت میں موقوف نہیں کرنا چاہئے ـــ تحصیلِ طاعات میں جان و دل سے کوشش کریں، اور اُمیدِ نجات رحمتِ الٰہی سے وابستہ کریں، طاعات کو بھی اسی کی رحمت کا اثر و نتیجہ سمجھیں، اور اُسی کی توفیق کی جانب اس کو منسوب کریں، اپنے "حول و قوۃ" کو اس معاملہ میں بالکل دخیل نہ قرار دیں، تکبّر و عُجب سے برطرف رہیں، اگر کبھی "حول و قوۃ" کو اپنی طرف عائد ہوتا دیکھیں (حول و قوۃ کو اپنی ذاتی چیز سمجھیں) تو اس بات پر نادم و مستغفر ہوں ...... اطاعت بھی کریں، اور ساتھ ہی ساتھ استغفار بھی کرتے رہیں، اور اپنی اطاعت کو "شایانِ درگاہِ قدس" نہ جانیں ـــــ یہ ندامت اور یہ استغفار رفتہ رفتہ "دیدِ حول و قوۃ" (عُجب و تکبّر) کا علاج کر دینگے، اور اعمال کو قابلِ قبول بنا دینگے ـــــ ایک بزرگ نے کہا ہے، کہ:- (نیک) "عمل کر اور استغفار کر" ـــ طریقۂ بندگی یہی ہے ـــ اللّٰھم مغفرتك اوسع من ذنوبی ورحمتك ارجٰی عندی من عملی ـــــ ۵

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

والسّلام ....

مکتوب (۹۸) مولانا حسن علی کے نام :۔۔۔۔۔۔

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات سعادت آثار برادرم مولانا حسن علی کو واضح ہو کہ یہاں کے فقرا بحمد اللہ عافیت سے ہیں ۔۔۔ احباب دُور افتادہ کی خیریت مطلوب ہے چاہئیے کہ تم حالات لکھتے رہا کرو، اپنے اوقات کو معمور رکھو اور اہم امور میں صرف کیا کرو ۔۔۔۔ سرًّا و علانیۃً خوف و تقویٰ کے ساتھ رہو ۔۔۔۔ قوتِ جوانی کو طاعات میں مشغول رکھو، شب زندہ داری کو غنیمت سمجھو۔ "شبہائے تاریک" کو اذکار، افکار، گریہ و زاری" تذکرِ ذنوب" اور فکر گور و قیامت سے منوّر رکھو ۔۔۔۔۔

حتی الامکان عمل سنّت کو ہاتھ سے نہ دو، بدعت اور بدعتی سے اجتناب کرو، اور کوشش کرو، کہ "دوام حضور مع اللہ" "بے مزاحمت اغیار" حاصل ہو جائے ۔۔ ۔۔

حاصل کلام یہ ہے، کہ اگر نجات مطلوب ہے، تو اللہ تعالیٰ کی مرادات کو اپنی مرادات پر ترجیح دو، اور اپنے آپ کو تمام منتسبات سے خالی سمجھو ۔۔۔ ۔۔۔ طریقۂ بندگی یہی ہے ۔۔۔۔ اِنَّہٗ مُیَسِّرٌ لِکُلِّ عَسِیْرٍ وَھُوَ مَا یَشَاءُ قَدِیْرٌ وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ ۔۔۔۔

اُمید، کہ اس "بے حاصل" کو دُعائے سلامتی خاتمہ سے یاد رکھو گے ۔۔۔ غائبانہ دُعا قبولیت سے بہت قریب ہوتی ہے ۔

مکتوب (۹۹) خواجہ محمد فاروق کے نام :۔۔۔۔۔۔

(ترغیب تحصیل معرفت وضبط اوقات میں)

مخدوما! ۔۔۔ مطلوب اصلی، بنی نوع انسان کی ایجاد سے "تحصیل معرفت صانع" ہے، اور "معروف" میں فنا ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہو سکتی ۔۔۔۔

پس ہم جیسے مہجوروں کے لئے ضروری ہے کہ عمرِ گرامی کو اس دولت (معرفت) کے حاصل کرنے میں مشغول رکھیں، اور اس فانی زندگی میں فنا سے پہلے فانی ہو کر باقیِ حقیقی کی بقا کی طرف دوڑیں، افسوس کہ جو کچھ انسان سے طلب کیا گیا ہے اس کو انجام نہ دے اور امورِ دیگر میں مشغول ہو، نیز اس چیز کی تعمیر کے پیچھے پڑے جس کی تخریب مطلوب ہے اور سرمایۂ وقتِ عزیز کو لذاتِ فانیہ کے حصول میں مصروف کرے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ"۔ یعنی عیش و عشرت کی زندگی سے بچو، اس لئے کہ اللہ کے خاص بندے عیش و عشرت کے متوالے نہیں ہوا کرتے۔ کمال خجالت کی بات ہے کہ انسان اس "مہلتِ قلیلہ" میں مطلوبِ اصلی کو ـــــ اُس کی دعوت کے باوجود ـــــ آغوش میں نہیں لاتا، اُس کو لبیک نہیں کہتا، اور عذابِ "بُعد و حجاب" میں جو بدتر از عذابِ جحیم ہے، اپنے آپ کو ڈالتا ہے، اور لذاتِ قُرب و وصال سے بھاگتا ہے ـــــ فیا ویلتا علی من اعرض عن اللہ ویا حسرتا علی من فرط فی جنب اللہ ـــــ (اچھی طرح سمجھ لو، کہ) دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے ـــــ من کان فی ھٰذہٖ اعمی فھو فی الاٰخرۃ اعمی واضل سبیلا (جو شخص اس دنیا میں بے بصیرت رہا، وہ آخرت میں بھی بے بصیرت اُٹھے گا، اور وہ حد درجہ گمراہ ہے) ـــــ ؎

ترسم کہ یار از من نا آشنا بماند
تا دامنِ قیامت ایں غم بجا بماند

الغرض کام کرنا چاہیے، گفت و شنود سے کوئی راستہ نہیں کھلتا ـــــ اُمید کہ اس "دُور از کار" کے لئے وہاں کے صلحاء سے توجہ اور دُعا کی درخواست کرو گے۔ والسلام۔

مکتوب (۱۰۰) مرزا لطف اللہ کے نام: ——— (نصائح)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ——— صحیفۂ گرامی کے ورود سے مشرف ہوا ——— کیسی اچھی نعمت ہے کہ عنفوانِ جوانی اور زمانۂ عیش و کامرانی میں محبّتِ مطلوبِ حقیقی، سویدائے قلب میں نمودار ہوجائے، اور عشقِ محبوبِ ازلی جبینِ رُوح سے آشکار ہو ——— اللہ والوں اور درویشوں سے محبّت رکھنا اس محبّتِ حقیقی کا اثر ہے، اور ان سے محبّت رکھنا، محبّتِ حق کی بیّن دلیل ہے ——— پیرِ انصار قدس سرّہٗ فرماتے ہیں، کہ: "اے اللہ! تونے اپنے دوستوں کے ساتھ عجیب معاملہ کیا ہے، کہ جس نے اُن کو پہچانا، تجھ کو پایا، اور جب تک تجھ کو نہ پایا، اُن کو نہیں پہچانا" ——— اس گروہ سے محبّت رکھنے والا بھی اس گروہ کے ہمراہ ہے ——— حدیث: "المرءُ مع من احبّ" کو سُنا ہوگا۔

اے سعادت آثار! اس "موسمِ جوانی" اور فراغتِ حال کو غنیمت جانو، اور قوتِ شباب کو مولائے حقیقی کی اطاعت میں صرف کرو ——— کام کا زمانہ یہی زمانہ ہے ——— "بر تقدیرِ حیات و فراغ" "وقتِ پیری و سستیِ قویٰ" میں کیا کام ہوسکتا ہے ——— حدیث شریف میں آیا ہے، کہ: سات (قسم کے) آدمی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں ایسے وقت میں رکھے گا، جبکہ اُس کے سایے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ——— (وہ سات قسم کے اشخاص یہ ہیں) ——— (۱) امامِ عادل۔ (۲) وہ جوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی میں نشوونما پائی ہو۔ (۳) ایسا شخص جس کا دل مساجد میں اٹکا رہتا ہو۔ (۴) ایسے دو آدمی جو اللہ کے لئے آپس میں محبّت رکھتے ہوں، اسی للّٰہی محبّت پر مجتمع ہوتے ہوں، اور اسی پر اپنے اپنے گھر جانے کے لئے علیحدہ ہوتے ہوں۔ (۵) ایک وہ شخص

جس کو صاحبِ منصب و جمال عورت دعوتِ بدکاری دے، اور یہ شخص (انکار کرکے) کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ شخص جو (زیادہ تر) صدقہ پوشیدہ طریقے پر کرے حتیٰ کہ داہنے ہاتھ سے جو دیا اُس کا علم بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہونے دے۔ (۷) وہ شخص جو اللہ کو خلوت میں یاد کرے، اور اُس کی دونوں آنکھیں بہہ پڑیں۔ (رواہ البخاری ومسلم وغیرہما)

—— کوشش کرو، کہ (اخیر تک) اعمالِ خیر پر قائم رہو، اور یہ "نیابت امام" عدالت پر بھی مستقیم رہو —— یہ بات اچھی طرح جان لو کہ ہمارے بزرگوں کے طریقے کا حاصل اتباعِ سنت، اجتناب از بدعت اور جناب قدس سبحانی میں "وصفِ عجز و نیستی" کے ساتھ "دوامِ توجہ و نگرانی" ہے —— حتیٰ کہ ماسوائے انقطاعِ تام حاصل ہو جائے، نیز تمام اشیاء سے تعلقِ علمی و حبی ختم ہو اور ماسوا کی غلامی سے آزادی مل جائے —— نہ ماسوا کی خوشی سے خوش ہو، اور نہ اس کی غمی سے غمگین —— نیز دل کو مطلوبِ حقیقی کے ساتھ "حضور و آگاہی" اس قدر ہو، کہ "غیبت" اُس کے بعد نہ ہو —— وہ "حضور" کہ اس کے بعد غیبت ہو، اکابر کے نزدیک معتبر نہیں ہے —— جب تک "حضور و آگاہی" اس طرح کا ملکہ اور وصفِ ذاتی نہ بن جائے جس طرح سمع، صفتِ سامعہ ہے۔ اور بصر، صفتِ باصرہ ہے، اُس وقت تک یہ نسبتِ شریفہ متصور نہ ہوگی ... ...

میں نے (فقط) بزرگوں کے طریقے کا حاصل بتایا ہے، حقیقت تو اس گفتگو سے بالاتر ہے۔ یہ ایسا بھید ہے، کہ اس کی تعبیر اس قسم کی عبارات سے مشکل ہے ——

"من لم یذق لم یدر" (جس نے اس کا ذائقہ نہیں چکھا، اُس نے اس کو نہیں جانا) —— ان معانی کا معلوم کرنا "ذوق و وجدان کے ساتھ ساتھ" بے طول صحبتِ اکابر" دشوار ہے ... ... والسلام ——

مکتوب (۱۰۲) احبابِ اکبر آباد (آگرہ) علی الخصوص میر محمد نعمان[1] اکبر آبادیؒ کے نام:—

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ——— امّا بعد! یہ تحریر ایک "تذکار" ہے، اس خستۂ دل افگار کی طرف سے خردمند احباب کے لئے ——— فاعتبروا یا اولی الابصار ——— جاننا چاہیئے کہ آفرینشِ انسان سے مقصود، تحصیلِ معرفت حق ہے معرفت میں لوگ تفاوتِ استعدادات کی بنا پر مختلف ہیں ——— بعضہا فوق بعض ——— ہر ایک نے اپنے عرفان کے مطابق اس معاملے میں گفتگو کی ہے، لیکن جو بات صوفیاء کے یہاں متفق علیہ اور قدرِ مشترک کے طور پر ہے، نیز جو مدارج قرب میں لابد و ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ "معروف" میں فنا ہوئے بغیر معرفت ظہور پذیر نہیں ہوتی۔ ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا
نیست رہ در بارگاہِ کبریا

---

[1] میر محمد نعمان اکبر آبادی = آپ فرزندوں کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پہلے خلیفہ ہیں ——— آپ کے والد کا اسمِ مبارک سید شمس الدین یحییٰ تھا، جو میر بزرگ کے نام سے مشہور تھے ——— میر محمد نعمان کی ولادت بمقام سمرقند ۹۷۷ھ میں ہوئی ۔ عالم رؤیا میں حضرت امام اعظمؒ کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام نعمان رکھا گیا ——— بچپن سے آپ پر آثارِ درویشی نمایاں تھے، فقراء و مشائخؒ کی خدمت میں جایا کرتے تھے، ہندوستان آئے تو یہاں بہت سے درویشوں سے ملے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلویؒ کی خدمت میں دہلی آئے، اور ان کے الطافِ بے پایاں کو دیکھ کر طریقۂ نقشبندیہ میں داخل ہو گئے ——— حضرت خواجہؒ نے جب حضرت مجددؒ کو بیعت و ارشاد کی اجازت دی، اور اپنے مریدین کو آپ کے سپرد کر دیا، تو ان میں آپ بھی تھے ——— (بقیہ صفحہ ۱۳۷ پر)

پس یارانِ ہوشمند کے لئے ضروری ہے کہ "حاصل کار" اور "نقدِ روزگار" میں اچھی طرح غور و تامل فرمائیں جس کسی کو معرفت مذکورہ حاصل ہے فطوبیٰ لہ و بشریٰ (اس کیلئے خوش خبری ہے) اسے چاہیئے کہ اس "حاصل" کو امورِ غیر حاصلہ میں صرف کرے..... جس کسی کیلئے معرفت کا راستہ نہیں کھولا گیا، اور اس "دولت" کی طلب کا درد نہیں دیا گیا فالویل لہ کل الویل (اسکے لئے بڑی خرابی ہے) کیونکہ جو کچھ اسکی خلقت و پیدائش کا مقصود تھا اس نے، ادا نہیں کیا، اور اس دنیا میں جو چیز اس سے طلب کی گئی تھی اس کو انجام نہیں دیا، خواہشات و لایعنی امور میں اس نے سرمایۂ عمر گرامی کو صرف کر دیا، اور اپنی استعداد کی زمین کو باوجود اسباب حاصل ہونیکے بیکار چھوڑ دیا

(ص۱۳۵ کا بقیہ حاشیہ) جب یہ حضرت مجددؒ کی خدمت میں پہنچے، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ "تم ہمارے ہی ہو لیکن کچھ دنوں ہمارے پیر و مرشد کی خدمت میں اور رہو" حضرت خواجہؒ کے انتقال کے بعد حضرت مجددؒ دہلی تشریف لائے، تو میر صاحب نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس میں اپنی شکستہ دلی، بے نصیبی، اور بے استعدادی کا ذکر تھا، اور یہ بھی تحریر تھا کہ میرے پاس بجز اس کے اور کوئی وسیلہ نہیں، کہ میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہوں ـــــ حضرت مجددؒ پر اس عریضے کے مطالعہ سے رقت طاری ہوئی، اور فرمایا ـ میر، گھبراؤ نہیں ـــــ الغرض میر موصوف کو اپنے ہمراہ سرہند لے گئے۔ یہ سالہا سال آستانۂ مجددیؒ پر مقیم رہے، اور مقامات عالیہ سے سرفراز ہوئے بالآخر اجازت دے کر برہانپور بھیجدیا گیا۔ میر صاحبؒ دو دفعہ بعض وجوہ کی بنا پر شہر برہانپور سے چلے چلے گئے، تیسری مرتبہ پھر برہانپور ہی کے لئے مامور فرمایا گیا ـــــ اِس دفعہ جب آپ برہانپور تشریف لائے تو رنگ ہی دوسرا نظر آیا۔ آپ کی مجلس میں عجیب کیفیات کا ظہور ہوا (بقیہ ص۱۳۸ پر)

بیان کرتے ہیں کہ استاد ابو القاسم قشیریؒ نے بو علی دقاق قدس سرہٗ کو بعد وفات خواب میں دیکھا کہ بہت بیقرار ہیں اور رو رہے ہیں۔ دریافت کیا: "جناب عالی! بیقراری کا کیا سبب ہے؟ شاید آپ دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں" انھوں نے فرمایا: "ہاں! چاہتا ہوں، مگر برائے مصلحتِ دنیا نہیں، اور نہ اس لئے کہ وہاں مجلس آرائی کروں، بلکہ اس لئے کہ وہاں پہونچ کر کمر باندھوں، اور عصا ہاتھ میں لوں اور تمام دن ایک ایک دروازے پر جاکر عصا اور کنڈیوں سے دروازے کو کھٹکھٹا کر لوگوں کو بُلا کر کہوں کہ :- اے لوگو! ایسی غفلت اختیار نہ کرو، تم یہ نہیں سمجھتے کہ کس ذات سے غافل ہوئے بیٹھے ہو" ؎

صاحبِ خانہ را دہم آواز | کز پئے ہیچ ماندانہ ہمہ باز
عمر بگذشت در پریشانی | بنگر کز چہ باز میمانی

(ص ۱۳۷ کا بقیہ حاشیہ) بہت سے اشخاص سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل ہوئے، اور کتنے ہی بدکار صلاح و تقویٰ کے لباس سے آراستہ ہوگئے۔ صاحب زبدۃ المقامات مولانا محمد ہاشم کشمیؒ نے آپ ہی کی رہنمائی سے حضرت مجددؒ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اگرچہ آپ نے علوم ظاہر کی تحصیل کم کی تھی لیکن حضرت مجددؒ کے علوم و معارف سمجھنے کی خاص اہلیت رکھتے تھے۔ خود حضرت مجددؒ نے آپ کے فہم خداداد کی تعریف کی ہے۔ مکتوباتِ مجددیہ میں بہت سے مکاتیب آپ کے نام ہیں (ماخوذ از زبدۃ المقامات) ـــــ آپ نے اکبرآباد (آگرہ) میں بقول صاحب تذکرۃ العابدین ۱۰۵۸ھ میں وفات پائی ـــــ لیکن تاریخ محمدی (رضا لائبریری رام پور) میں ۱۸ صفر ۱۰۵۹ھ تاریخ وفات بتائی ہے، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی لکھا ہے قیل انہ مات فی ۱۰۶۱ھ یعنی بعض نے ۱۰۶۱ھ تاریخ انتقال بتائی ہے۔ ۱۲ (بقیہ ص ۱۳۹ پر)

پس ہم جیسے "مہجوروں" پر لازم ہے کہ عمر گرامی کو ایسے معانی میں صرف کریں اور اس زندگیِ فانی میں "حکمتِ وصول الی اللہ" کو چاہیں۔ سیرتِ صالحین و نعتِ عارفین سے اس معمّہ کا بیان اور اس حدیث کی تفسیر کریں۔ اس حکمتِ عملی کی طلب میں جان و دل سے کوشش کریں اور جہاں کہیں سے اس کی کوئی خوشبو مشامِ جاں میں پہونچے، وہاں جائیں ـــ چاہیے "دستِ طمع" اس گنجینہ کے نقد سے خالی ہی رہے، لیکن اس کی طلب سے اور اس کی گمشدگی کے درد سے فارغ نہ رہیں، اور متمرّدین کے جرگہ سے باہر رہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام
دل ترا می طلبد، دیدہ ترا می خواہد

"والسلام"

مکتوب (۱۰۸) محمد فاروق ولد خواجہ عبد الغفور سمرقندی کے نام: ـــــ

برخوردار سعادت آثار ـــ دُعا! ـــ چاہیئے کہ تم علومِ دینیہ میں کوشش بلیغ کرو۔ اس بات کی بھی سعی کرو کہ عمل علم کے مطابق ہو جائے۔ ناجنس، اہلِ تفرقہ اور اہلِ بدعت کی صحبت سے بچتے رہو۔ اپنے باطن کو "نسبتِ ماخوذہ" کے ساتھ معمور رکھو۔ اس کے دوام کی کوشش کرو، اور جو چیز منافیِ دوام ہو اُس سے

(صفحہ ۱۴۸ کا بقیہ حاشیہ) تاریخ محمدی میں فوت امیر نعمان عالی، اور فوت امیر نعمان سامی مادہ تاریخ وفات ہے، جس سے ۸۵۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ نزہۃ الخواطر (جلد ۵) اور وفیات الاخیار (مؤلفہ مولوی محمد احسن صابری نگرامی) میں ۱۸ صفر ۸۶۰ھ تاریخ وفات ہے ـــ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲

اعراض کرو — کیا اچھی نعمت ہے یہ کہ ظاہر، احکامِ شرعیہ سے آراستہ اور باطن "نسبت" سے آباد ہو — اپنے برادرِ کلاں کی صحبت کو غنیمت سمجھنا، ان کی مجلس میں اپنی مشغولیت رکھنا، اور جس طریقے پر وہ رہنمائی کریں، حتی الامکان اس کا لحاظ رکھنا — اپنے حالات برابر لکھتے رہنا، اور نسبت فقراء پر قائم رہنا — والسّلام

مکتوب (۱۰۹) خواجہ محمد فاروق کے نام: — (اس حالت کی تفصیل میں جو قیامت، موت، اور نوم میں ظاہر ہوتی ہے)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہٖ الکریم وعلیٰ من تبعہ فی سلوک المنہج القویم — سنا گیا ہے، کہ تم تعمیر اوقات میں کوشش بلیغ کرتے ہو، اور حتیٰ الامکان امور لایعنی میں مشغول نہیں ہوتے — اللہ کا شکر ہے — کتنی عجیب نعمت ہے، کہ ایام جوانی میں اور اسبابِ کامرانی کے ہوتے، جنابِ قدس کی جانب توجہ رکھتے ہوئے "جمعیتِ اوقات" میں کوشش کر رہے ہو، اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجالاؤ، اور اس نعمت کو اور زیادہ کرنے کی کوشش کرو — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَأَزِیْدَنَّکُمْ" (تم شکرادا کروگے، تو میں تمہارے لئے نعمت اور زیادہ کردوں گا) — جاننا چاہیئے، کہ "جمعیتِ صوری" جو ظاہر سے وابستہ ہے، اس "نسبتِ معنوی" کا اثر ہے، جو نصیبۂ باطن ہے، یہ لازم نہیں ہے کہ نسبتِ باطن پورے طور پر ظاہر پر جلوہ گر ہوجائے۔ اس لئے کہ "نسبتِ باطن" بمنزلۂ محبوب ہے، اور "ظاہر" محب کی مانند ہے، اور محبوب، قیدِ محب میں مشکل ہی سے آتا ہے۔ کرشمہ و ناز لازمۂ محبوب ہے......

عاشقِ بیچارہ جس قدر محبوب کا شائق و شیفتہ ہوتا ہے، محبوب اسی قدر ناز بڑھاتا ہے۔۔۔ عجیب معاملہ ہے کہ ظاہر باطن کی جتنی خدمت کرتا ہے اور اس کی ترقی میں جتنی سعیٔ جمیل ملحوظ رکھتا ہے، باطن اتنا ہی زیادہ اس سے بیگانہ ہوتا رہتا ہے، اور آغوشِ ظاہر سے دور ہوتا جاتا ہے ـــــــــ

طاعات و مجاہداتِ ظاہری "حسن و طراوت باطن" کے ازدیاد کا سبب ہیں اسی ظاہر کے مجاہدات سے باطن کا وصفِ محبوبی ـــــ کہ ناز و استغنا اس کے لوازم سے ہیں۔ کمال کو پہنچتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انتہا میں جا کر نسبتِ باطن "تدرک" سے بھی دور ہو جاتی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ "نسبتِ باطن جتنی بھی مجہول ہو زیبا تر ہے ـــــ

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، کا مقولہ ہے: ۔ العجز عن درک الادراک ادراک ـــــ (ادراک کی دریافت سے عاجز رہنا بھی ادراک ہے) ـــــ ظاہر کا یہ "تعطش و نایافت" اس وقت تک ہے، جب تک "کارخانہ ظاہر" قائم ہے، جب ظاہر میں خلل واقع ہوگا اور اس کے کوچ کی ندا بلند ہو گی، باطن میدان خالی پا کر بصد آب و تاب بے پردہ جلوہ گستر ہو جائے گا...... اس لئے کہ باطن کا پردہ تو اس نسبتِ ظاہر سے تھا جو کوچ کر گئی ـــــ اور چونکہ موت، مقدماتِ قیامت سے ہے، اس لئے اس وقت جو کیفیت رونما ہوتی ہے وہ بھی اتم و اکمل نیز "ظلیت" سے دُور، اور "اصالت" سے نزدیک تر ہوتی ہے ـــــ چونکہ نیند کو موت کے ساتھ "اخوت و مناسبت" ہے اس لئے بعضے خوش نصیبوں کو نیند کے عالم میں ایسی حالت رونما ہوتی ہے جو حالت موت کے مشابہ ہوتی ہے، اور حالتِ بیداری پر تفوق رکھتی ہے۔ ع

"رہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداریست"

اِس معاملہ کی تفصیل اِس حقیر نے ایک دوسری تحریر میں کی ہے وہاں دیکھ لینا۔

جب "برزخِ صغریٰ" کا معاملہ انجام کو پہونچے گا، اور "برزخ کبریٰ" نمودار ہوگا، نیز اجزائے منتشرہ اور "عظامِ رمیمہ" کو جمع کریں گے اور معاملہ خلل و نقصان سے پاک و صاف ہو جائے گا، اُس وقت "دولتِ قرب" بالاصالۃ بدنِ عنصری کو حاصل ہوگی، اور بدن اس آیتِ کریمہ کا مصداق ہو جائے گا۔ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین (ہم چاہتے ہیں کہ نعمت فراواں دیں اُن لوگوں کو جو ضعیف کر دیئے گئے ہیں زمین میں، اور پیشوا کریں ہم اُن کو اور وارث بنائیں)۔

اس "بدنِ نامراد" کو جس نے دنیاوی شدائد جھیلے تھے، ایذائے خلق برداشت کی تھی، جو اوامر و نہی کے بوجھ کے نیچے دبا رہا تھا اور پھر تلخیٔ مرگ چکھی تھی، بعدہٗ "خاکساریٔ گور" سے واسطہ رکھا تھا، آتشِ فراق اور سوزشِ اشتیاق سے جلا تھا ——— بصد خوبی و ناز، خلائق کے بھرے مجمع میں سریرِ سلطنت پر بٹھا دیں گے، اور کمالِ عزتِ و جاہ کے ساتھ "لطائفِ عالمِ امر" کا امام و پیشوا بنا دیں گے۔ برخلاف معاملہ دنیاوی کے کہ یہاں پر "باطن" معاملاتِ قرب میں اصل ہے، اور ظاہر اس کا تابع ہے ——— یہ بات نہیں ہوگی کہ باطن سے نسبت سلب کر کے ظاہر کو دے دی جائے گی ——— نہیں ——— بلکہ صورت یہ ہوگی کہ باطن بدستورِ سابق متمکن و قادر رہے گا، البتہ ظاہر کو ایسا قرب عطا کریں گے کہ باطن باوجود اپنی شان و شوکت کے ظاہر کے تابع ہونے کی آرزو کرے گا، اور اپنی نسبت کو اُس (ظاہر) کی نسبت کے پہلو میں محو دیکھے گا۔

مکتوب (۱۱۱) مولانا محمد صدیق[1] پشاوری کے نام :

بسم اللہ حامداً للہ تعالیٰ ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم ___ صحائفِ گرامی پے بہ پے پہونچے، خوش وقت کیا۔ صد شکر کہ یادِ فقراء سے غافل نہیں۔ اور نظرِ ہمت کو ایک مطلوب پر جما لیا ہے۔ .. تم نے اکثر خطوط میں خوفِ خاتمہ کے غلبہ کو لکھا ہے۔

مخدوما! ___ یہ تو ایسا غم ہے کہ "تا لبِ گور" ہمراہ ہے۔ کسی مسلمان کو اس غم سے خالی نہیں رہنا چاہیے، تھوڑا ہو یا بہت ہونا چاہیے ___ جس کا یہ غم زیادہ ہے اس کے کمالِ ایمان کی علامت ہے، تم اس نعمت کا شکر بجا لاؤ ___ لئن شکرتم لازیدنکم۔

تم نے لکھا تھا کہ حصولِ ایمانِ کامل کے بارے میں کوئی بشارت حاصل نہیں ہوئی ___ خدا کا شکر ہے کہ تم سوالِ ایمانِ کامل کی بشارت حاصل کر چکے ہو جیسا کہ تم نے لکھا تھا کہ میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے استدعا کرتا تھا کہ وہ مجھے "ذرۂ ایمان" نصیب کرے۔ الحال اس بیماری میں جو ماہِ رمضان میں تم کو لاحق ہوئی، تم کو الہام ہوا کہ ہماری درگاہ میں کوئی کمی نہیں ہے، تم ایمانِ کامل کو مانگو" ___ کریم جب کسی ایسی چیز کے سوال کی دلالت کرتا ہے جو اس کے پاس ہے تو یہ امر اس کے عطاو بخشش کی دلیل ہوا کرتا ہے (یوں اگر

---

[1] مولانا خواجہ محمد صدیق پشاوری = آپ حضرت خواجہ محمد معصوم کے قدیم خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کو خلافت دیکر پشاور بھیجا گیا، وہاں قبولیتِ عامہ نصیب ہوئی۔ بہت سے لوگ آپ کے طفیل گمراہی کے بھنور سے نکل کر نجات کے ساحل پر پہونچے، اور بہت سوں نے آپ سے خلافت حاصل کی۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم) - ۱۲ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

بہ نظرِ تحقیق دیکھو، تو) بشارتِ صحیح بھی ہو، تو چونکہ قطعی نہیں (بذریعۂ وحی نہیں) اسلئے نفس ابہام باقی ہے، اور خوف دامنگیر ہے..... تم نے (اپنے مرید) صوفی محمد شریف کی کج ادائیوں کو بار بار لکھا ہے.......

مخدوما! ـــــ اس نے جو کچھ بھی بے ادبی اور بے اَدائی کی ہے، تنہا تمہارے ساتھ نہیں کی، اس سلسلے کے تمام بزرگوں کے ساتھ کی ہے، تم اسکے پیر ہو، اوس سے آزردہ ہو تو ہم کو پھر اس سے کیا تعلق رہا ـــــ "قوتِ انتقامیہ" فقیر کے اندر کم ہے بس دو باتیں ازروئے غیرت اس کو بھی (علیحدہ) لکھ دی ہیں، اگر متاثر ہوتا ہے، تو فبہا، ورنہ وہ جانے اور اس کا کام ـــــ تم نے یہ بھی دریافت کیا ہے، کہ میرے اندر "بے علاوتی" کا ظہور "علوِ ہمت" کی بنا پر ہے، یا "قصورِ استعداد" کی وجہ سے؟......

مخدوما! ـــ نسبتِ باطن جس قدر بلند ہوتی جاتی ہے، زیادہ مجہول ہوتی جاتی ہے ظاہر کو "بے حلاوت" رکھتی ہے، اس لئے کہ ظاہر، باطن سے "بعید، بیگانہ" ہو جاتا ہے عارف جتنا معرفت کے اندر اعلیٰ ہوگا، یہ کیفیت (بے حلاوتی) زیادہ ہوگی، اور جتنا بھی نزدیک ہوگا، دُور تر ہوتا جائے گا ـــ وہی ایک رسی بٹنے والے شاگرد کا قصہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے استاد سے کہتا تھا کہ "میں جتنا زیادہ بٹتا جاتا ہوں، آپ سے دُور ہوتا جاتا ہوں" ـــــ تم نے لکھا تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "رجوعِ خلائق" کسی شخص کے کمال کی دلیل نہیں ہے! ـــ بیشک ایسا ہی ہے...... جبکہ "قبولِ خلائق" "قبولِ خالق" کی دلیل نہیں...... کیونکہ کبھی باطل کو بھی فروغ حاصل ہو جاتا ہے......... تو پھر یہ رجوعِ خلق، دلیلِ کمال کیسے ہو سکتا ہے؟ ـــــــ والسّلام

مکتوب (۱۱۲) شیخ محمد شریف[1] کابلی کے نام: ـــــــــــ

بعد الحمد والصلوٰۃ واضح ہو ـــــ سنا گیا ہے کہ تم نے اپنے پیر ومرشد مولانا محمد صدیق کو رنجیدہ کر دیا ہے، انکی شان میں گستاخیاں اور بے ادبیاں تم سے سرزد ہوئی ہیں اور تمہارے سابق طرزِ عمل میں تغیر پیدا ہو گیا ہے۔ مولانا تم سے اس درجہ ناراض ہیں کہ معاملہ "سلبِ اجازت" تک پہنچ گیا ہے ـــــ وہ تواضع نیشی اور خدا طلبی جو تم سے ظاہر ہوا کرتی تھی، اسکے پیشِ نظر یہ امور بہت ہی بعید اور محلِ تعجب ہیں ـــــ پیر ومرشد سے جو رشتہ توڑا ہے، اب کس سے جوڑ لگا نا ہے؟...... کیا مصیبت ہے رعایتِ حقوق، دنیا سے بالکل ہی رخصت ہو گئی ـــــ جب تم جیسے آدمی سے یہ نا ملائم حرکات سرزد ہوں، پھر دیگر اہلِ ارادت پر کیا اعتماد رہ سکتا ہے ـــــ آئندہ جو بھی روحانی نشو ونما حاصل کر کے مخلوق میں مقبول ہو جایا کرے گا، یا اپنے حالاتِ باطنیہ کچھ اچھے محسوس کرے گا، وہ اسی طرح پیر ومرشد سے ترکِ تعلق کر لیا کرے گا ـــــ
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ـــــ چاہیئے تو یہ تھا، کہ ان ترقیات کے مشاہدہ کے بعد "رابطۂ محبت" اور "رسوخِ عقیدہ" مرشد کے ساتھ اور زیادہ ہو جاتا، انکساری اور خاکساری کا معاملہ بیش از بیش کیا جاتا، کیونکہ یہ دولتِ روحانی، اور یہ "صفا وقبول" مرشد کے ہی انوار وبرکات کا صدقہ ہے، نہ یہ کہ گردن کشی اور رعونت کا مظاہرہ ہو.....

---

[1] آپ حضرت خواجہ محمد معصوم" کے خلیفہ خواجہ محمد صدیق پشاوری کے خلیفہ ہیں ـــــ ان کے پیر ومرشد ان سے ناراض ہو گئے تھے، بالآخر انھوں نے معافی چاہی، اور قصور معاف ہوا۔

(روضہ رکن دوم)

نفحات میں ایک درویش کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ: "جو شخص تیرے مرشد کو رنجیدہ کرے اور تو اس شخص سے اپنے تعلقات اچھے رکھے تو تجھ سے کتا اچھا ہے" ——— چہ جائیکہ مرید خود اپنے پیر کو رنجیدہ کرے ——— تم نے جو کچھ سوچا ہے غلط سوچا ہے جلدی تدارک کرو، اور مولانا کو راضی کرو جس طرح بھی ہو سکے ——— اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اگر مولانا راضی ہیں ہم بھی راضی ہیں، ورنہ ہم بھی ناراض ہیں ——— ہماری رضا مولانا کی رضامندی کی فرع ہے۔

ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ تمہارا سرہند آنے کا ارادہ ہے، مولانا کو راضی کئے بغیر تمہارا سرہند آنا بالکل بیکار ہے، یہاں آؤ گے تو پھر پشاور کو واپس ہونا پڑے گا اور ان کو راضی کرنا ضروری ہوگا۔ جب مولانا لکھ دیں گے کہ ہم فلاں سے راضی ہو گئے اس کے بعد ہم بھی راضی ہو جائیں گے، خواہ سرہند آؤ یا نہ آؤ ——— یہ جو کچھ لکھا گیا ہے تمہاری بہبودی کے لئے ہے، بُرا نہ ماننا۔ ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

نصیحت بظاہر کڑوی ہوتی ہے، لیکن سعادت مند وہ ہے جو اس تلخی کو شکر کی طرح استعمال کرلے، اور حلاوتِ معنوی سے بہرہ ور ہو۔

مکتوب (۱۴۴) مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— صحیفۂ گرامی نے خوش وقت کیا ——— مُلّا محمد شریف کابلی کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اب اُس کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی ہے،

اور اُس نے اپنے پچھلے (غلط) طرزِ عمل کو تبدیل کر دیا ہے، اس صورت میں اس امر کی گنجائش ہے کہ اُس کی سابقہ غلطیوں کو معاف کر دیا جائے ...... والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب (۱۱۸) مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام :

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔۔۔۔ مکتوب مرغوب جو ارسال کیا تھا پہونچا، خوشوقت کیا ۔۔۔۔ حضرتِ حق سبحانہٗ طریقۂ مرضیہ میں استقامت نصیب فرمائے اور "وصولِ مطلب ارجمند" کے موانع سے محفوظ رکھے ۔۔۔۔ تم نے لکھا تھا کہ حسب الحکم طالبین کے کام کو سرگرمی سے انجام دے رہا ہوں، کوئی طالب تاثیر سے خالی نہیں رہتا، اکثر طالبین پہلی توجہ ہی میں متاثر ہو جاتے ہیں ۔۔۔۔ الحمد للہ ۔۔۔۔ تم اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجالاؤ، البتہ "تکبر" اور "گھمنڈ" سے بچتے رہنا ۔۔۔۔ اس امر کو جو کہ "مقامِ دعوت" ہے عظیم الشان سمجھنا ۔۔۔۔ اور ہمیشہ اس بات کا اقرار کرتے رہنا کہ میں کماحقہٗ اس کو انجام نہ دے سکا۔ طالبین کے حالات کی جانچ پڑتال رکھنا اور اُن پر توجہات مبذول کرنا ایک بڑی عبادت ہے تم اس سے تساہل نہ برتنا ۔۔۔۔ اِس کام سے فارغ ہونے اور ادائے حق کے بعد بقدرِ طاقت دوسری طاعتوں "درس واذکار" میں مشغول ہوا کرو ۔ "ان احب عباد اللہ الی اللہ من حبب اللہ الیٰ عبادہٖ" (اللہ کے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں میں اللہ کو محبوب بنائے، اور اللہ کی محبت پیدا کرائے)۔

مکتوب (۱۱۹) مولانا محمد امین کے نام :

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔۔۔۔ مکتوب مرغوب

وصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا...... تم نے (منجملہ اور باتوں کے) یہ بھی دریافت کیا تھا کہ ان دو آیتوں کے مفہوم میں تطبیق کس طرح ہو گی ؟ :-

(۱) قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (کہہ دیجئے کہ ہر ایک امر اللہ کی طرف سے ہے)۔

(۲) مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (جو پہنچی تجھ کو نعمت پس وہ اللہ کی طرف سے ہے ـــــ اور جو پہنچی تجھ کو محنت و بلا پس وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے)۔

(اس کا جواب یہ ہے کہ) سیئات (جس سے اس جگہ بلیات مراد ہیں) کا پیدا کرنا اللہ تعالےٰ ہی کا کام ہے لیکن یہ بندے کے اعمالِ بد کی سزا ہے، وہ اپنی بداعمالی سے موردِ بلا، و مصیبت ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ فرمایا، "جس کسی مسلم کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، حتیٰ کہ کانٹا لگے، یا جوتی کا تسمہ ٹوٹے، یہ اس کے گناہ کی سزا ہوتی ہے، اور اللہ جو معاف کر دیتا ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے" ـــ پس "خلقِ بلا" اور "ایصالِ بلا" کے لحاظ ـــــ سے "قل کل من عند اللّٰه" فرمایا گیا، اور بندے نے گناہوں کے ذریعہ جو اس بلا و مصیبت کو کھینچ بلایا ہے، اس کے لحاظ سے "فمن نفسك" فرمایا، پس اب کوئی بھی تعارض باقی نہ رہا ـــــ بخلاف "حسنہ" کے، کہ وہ محض فضلِ رب ہے۔ بندے کے تمام اعمالِ خیر صرف اس کے وجود کی نعمت کا بھی بدلہ نہیں بن سکتے، چہ جائیکہ خدا کی دوسری اَن گنت نعمتیں ـــــ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :- "لا يدخل الجنّة احدٌ الّا برحمة اللّٰه قيل ولا انت قال عليه وآله الصلوٰة والسّلام

ومااناؐ ——— (جنت میں نہیں داخل ہوگا کوئی بھی، مگر اللہ کی رحمت سے ———
عرض کیا گیا:۔ اور آپ بھی؟۔ فرمایا:۔ ہاں! میں بھی اللہ کی رحمت ہی سے داخل
جنت ہوں گا)۔

جو کچھ بندے کے اچھے اعمال کی جزا میں دینا و عقبیٰ کی نعمتیں قرآن و احادیث
میں ذکر کی گئی ہیں، وہ محض اللہ تعالےٰ کا کرم ہی ہے جو بندے کے عمل کو اس درجہ
پر پہنچا دیا۔ ؎

چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول
آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

مکتوب (۱۲۰) مولانا محمد حنیف کے نام:———

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ ——— صحیفۂ شریفہ
پہنچا ——— باعثِ بہجت و مسرّتِ فراواں ہوا۔ حق تعالیٰ مدارجِ قرب میں ترقیاتِ
بے اندازہ عطا فرمائے ....

تم نے (مضامین کے) "مسوداتِ جدیدہ" طلب کئے تھے، اگر توفیق ہوئی
تو کسی دوست سے کہوں گا کہ ان میں سے جو حصہ قابلِ نقل ہو نقل کر کے تم کو بھیج دیں
...... تم نے جو کچھ اپنے مریدوں کے حالات لکھے ہیں ان سے بہت خوشی ہوئی ———
تمام احوال سنجیدہ و مقبول ہیں ...... اللہ تعالےٰ ترقیات عنایت فرمائے اور مطلب
حقیقی تک پہنچائے ——— چونکہ ایامِ اعتکاف" ہیں اور امور ضروریہ درپیش ———
اس لئے کچھ زیادہ تحریر نہیں کر سکتا، ضروری جوابات پر اکتفا کیا گیا ہے ——— ربّنا

اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علیٰ کل شیئٍ قدیر ـــــــــــ والسّلام

مکتوب (۱۲۲) مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام :ــــــــ

... ... مقصود، حصولِ نسبت ہے ـــــ اس کا علم ہونا یہ ایک علیحدہ امر ہے، اگر یہ علم دے دیا گیا ہے تو فبہا، ورنہ مضائقہ نہیں ہے ـــــ نسبت جب دشواری سے حاصل ہوتی ہے تو اس کی قدر و عزت بھی سمجھ میں آتی ہے، اور سہولت و جلدی سے ہاتھ لگ جاتی ہے تو اُس کی چنداں قدر و عزت نہیں ہوتی ـــــ جو بھی اس سلسلہ میں جلدی کرتا ہے، بوالہوس ہے ـــــ طالب نہیں ـــــ ایسا شخص قابلِ ہمنشینی بھی نہیں ـــــ لوگ طلبِ دنیا میں کیا کچھ پاپڑ نہیں بیلتے؟ ـــــ طلبِ حق تعالیٰ تو بہت زیادہ مشقت کی مستحق ہے ـــــ بزرگانِ دین نے تو بڑی بڑی ریاضتیں برداشت کی ہیں اور عمریں گزار دی ہیں۔ ؎

اوحدی شصت سال سختی دید

تا شبے روئے نیک بختی دید

... ... حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے "عوارف المعارف" میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ :۔ "یہ "خوارق و کرامات" "مواہبِ الٰہی" ہیں کبھی کسی جماعت کو ان سے مشرف کر دیتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس جماعت سے اعلیٰ ایک جماعت ہے اُس کے پاس خوارق و کرامات میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔"

اس کے بعد شیخ الشیوخ نے لکھا ہے کہ :۔ "یہ تمام خوارق و کرامات، ذکرِ الٰہی اور حضورِ قلب کے مقابلہ میں کم درجہ ہیں۔"

مکتوب (۱۲۸) حافظ عبدالغفور[۱] کے نام :-

تم چونکہ فقرائے شکستہ حال سے اللہ کے لئے محبت رکھتے ہو اس لئے اُمید ہے کہ یہ محبت نتیجہ بخش ثابت ہو اور "کشائش کار" ہو جائے ——— "درجۂ فنا و بقا" سے پہلے گوناگوں حالات جو بعض طالبین کو اثنائے سلوک میں رونما ہوتے ہیں وہ مقصود نہیں، غیر حق ہیں ——— طالب حق کو ماسویٰ اللہ سے اعراض ضروری ہے، تاکہ توجہ پراگندہ نہ ہو جائے ——— پس جو احوال و کیفیات کا طالب ہے وہ ماسوا میں گرفتار ہے ——— ہاں فنا و بقا مقاصد میں سے ہیں، ان کی تحصیل میں کوشش کرنا اور ان کی دریوزہ گری کرنا اہم شئے ہے ——— کیونکہ ولایت "فنا و بقا" سے ہی مربوط ہے، اور معرفت جو کہ تخلیق انسانی کا مقصود ہے اسی مقام سے وابستہ ہے ——— وہ ولولۂ شوق اور شعلۂ عشق جو عالم مجاز میں ظاہر ہوا کرتا ہے راہِ حقیقت میں درکار نہیں ——— حقیقی عشق و محبت کا اُس ذات سے تعلق ہے جو "بے کیف و بے چون" ہے، اسی لئے اس عشق میں بھی (زیادہ تر) "بیچونی" کی کیفیت ہے، اسی بنا پر بعض نے اس عشق کو "ارادۂ طاعت" سے تعبیر کیا ہے ——— کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ محبتِ حقیقی

---

[۱] غالباً حافظ عبدالغفور پشاوری مجددی جو حاجی اسمٰعیل پشاوری کے خلیفہ اور شیخ سعدی مجددی ملاہوری کے بھی مرید تھے۔ اوّل الذکر مرشد کے لحاظ سے دو واسطوں سے اور آخر الذکر کے لحاظ سے ایک واسطہ سے شیخ آدم بنوریؒ کے مرید تھے۔ بڑے صاحب کمال اور جامع صفاتِ حسنہ تھے۔ ۱۴ شعبان المعظم ۱۱۱۶ھ میں وفات ہوئی۔ مزار پشاور میں ہے۔ ۱۲

(ماخوذ از خزینۃ الاصفیا صفحہ ۶۵۴ تا ۶۵۷)

"چوں وکیف" کے لباس میں جلوہ گر ہو جاتی ہے، اور گرمیٔ نعرہ وزاری پیدا کر دیتی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس طرح ظاہر نہیں ہوتی، اپنی بے کیفی کی حقیقت پر ہی قائم رہتی ہے، بلکہ یہ بھی روا ہوتا ہے کہ بعض اوقات محبت کی نفی محسوس ہوتی ہو، اور فی الحقیقۃ محبت درجۂ کمال پر ہو ـــــ تم نہیں دیکھتے کہ عالمِ مجاز میں کسی شخص کو کوئی چیز اپنے نفس وذات سے زیادہ محبوب نہیں، جس چیز کو بھی ـــــ مال، بیوی بچوں میں سے، دوست رکھتا ہے، اپنی ذات کے لئے ہی دوست رکھتا ہے اسکے باوجود اپنے نفس کی محبت میں اس سے کوئی نعرہ اور کوئی شوق ظاہر نہیں ہوتا ـــــ سب سے زیادہ اپنے نفس وذات سے محبت ہونے کے متعلق جو میں نے کہا، وہ عالمِ مجاز کی بات ہے ورنہ عالمِ حقیقت میں محبوبِ حقیقی اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ہے ـــــ فنا اسی محبتِ حقیقی کا اثر ہے ـــــ ؏

گر ایں سودا بجاں بودے چہ بودے

محبتِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی قبیل سے ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے ـــــ حضورؐ فرماتے ہیں:۔ "لن یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من نفسہ واھلہ والناس جمیعًا (اوکما قالؐ) (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لئے اس کے نفس اس کے اہل و عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب عزیز نہ بن جاؤں)۔

شیخ طریقت چونکہ نائب مناب رسولؐ ہے اور واسطۂ فیض الٰہی ہے ـــــ اس کی محبت کا بھی یہی عالم ہونا چاہیئے ـــــ والسّلام۔

مکتوب (۱۴۴) مولانا حسن علی کے نام :-

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ـــــ حضرت حق سبحانہٗ تم کو جادۂ شریعت و سُنّتِ مصطفےٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر مستقیم و مستدیم رکھے۔

مخدوما! ـ ہمارے بزرگوں نے عملِ سُنّت کو اختیار اور بدعت سے اجتناب کیا ہے۔ وہ امور جو دین میں (غلط طریقہ سے) داخل کر لئے گئے ہیں ہر چند باطن کے لئے نافع معلوم ہوں وہ ان پر عمل نہیں کرتے، اور اتباعِ سنّت کو اگرچہ صورتًا باطن کے لئے سودمند نہ دکھائی دے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

والسّلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب (۱۴۵) شیخ علیم[۱] جلال آبادی کے نام :-

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ـــــ یہاں کے فقراء کے احوال و اوضاع مستوجب حمد ہیں، امید ہے کہ احبائے دور افتادہ بھی "نہج صلاح" اور متابعتِ سیّدِ کائنات فخرِ موجودات علیہ افضل الصّلوات واکمل التحیات پر ظاہرًا و باطنًا مستقیم ہوں گے ـــــ متابعتِ رسول ؐ کے چند درجات و مراتب ہیں ـــــ حضرت قبلۃ الواصلین (حضرت مجدد الف ثانیؒ) نے مکتوب (۵۴) جلد ثانی میں متابعت کے سات درجہ قرار دیئے ہیں۔

پہلے دو درجے کسبی ہیں کہ اعمالِ ظاہرہ و باطنہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ درجہ سوم

---

[۱] شیخ عبد العلیم جلال آبادی خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ ـ ۱۲

من وجہ کسبی ہے اور من وجہ وہبی، اس لئے کہ مبادی و مقدمات اس کے کسبی ہوتے ہیں، درجۂ چہارم وہبی ہے، لیکن اعتقاد و عمل کو اس کے حصول میں دخل ہے، درجۂ پنجم و ششم اس سے بھی بالاتر ہے، درجۂ ہفتم کے متعلق کیا لکھوں (کہ وہ تو (بالاتر سے بالاتر ہے)۔

والسلام

مکتوب (۲۴۲) محمد کاشف[۱] کے نام :-

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ———— تم نے دوسرا استفسار یہ کیا تھا، کہ وتروں کے بعد سجدہ درست ہے یا نہیں؟ ———— فقیر نے اس سوال کا جواب اس سے پہلے بھیج دیا تھا، تعجب ہے کہ وہ جواب نہیں پہنچا ———— جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ہمارا عمل اور ہمارے حضرت (حضرت مجددؒ) کا عمل نہیں ہے علماء نے اس کو منع کیا ہے، نہیں کرنا چاہئے ———— کتاب سنن الہدیٰ میں ہے :— "صلوٰۃ الوتر کے بعد دو سجدے جو آیۃ الکرسی پڑھ کر بلاد ہند میں رائج ہیں ان کی کوئی اصل اخبار و آثار سے نہیں ہے، فقہ میں بھی اس کی کوئی روایت نہیں ہے، اہل عرب کا بھی اس پر عمل نہیں، بلکہ شافعیہ اس کی حرمت کے قائل ہیں، اور اکثر حنفیہ اس کو بالکل جانتے تک نہیں، میں نے فقہائے مدینہ سے ان دونوں سجدوں کے متعلق دریافت کیا انھوں نے بھی ان میں کراہت نقل کی ہے" ———— والسلام

---

[۱] خواجہ محمد کاشف کاشغری حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں سے ہیں، آپ کو خلافت دے کر کاشغر بھیجا گیا۔ (روضۃ القیومیہ)۔

مکتوب (۱۴۵) محمد عاشور بخاری کے نام :۔۔۔۔۔۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔۔۔۔۔۔ صحیفۂ شریفہ نے خوش وقت کیا ۔۔۔۔۔۔ حضرت حق جل مجدہٗ تم کو گرفتاری ماسوا سے کلیتہً آزاد کرے، مدارج قرب میں ترقیات بخشے اور برکات کلمۂ طیبہ سے سیراب کرے ۔۔۔۔۔۔ اہل اللہ کے یہاں یہ امر مسلّم ہے کہ "تنویر باطن" کے لئے اس کلمۂ مبارکہ سے بہتر کوئی کلمہ نہیں ہے اس کے جزوِ اوّل سے "سالک مستعد" مطلوب حقیقی کے ماسوا کی نفی، اور جزوِ دوم سے معبود برحق کا اثبات کرتا ہے، اور یہی تمام سلوک کا خلاصہ ہے :۔ ؎

تا بجاروب لا نروبی راہ
نرسی در سرائے الا اللہ

تم نے ایسے نصائح طلب کئے ہیں، جو تہذیب اخلاق پر مشتمل ہوں ۔

مخدوما! ۔۔۔۔۔۔ کتب شرعیہ اور احادیث نبویہ علی وجہ الکمال، تہذیب اخلاق کی ضامن ہیں ۔۔۔۔۔۔ بمقتضائے "شریعت غرّا" عمل کرو، اور سنن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام امور میں پیشوا قرار دو۔ نجات اُخروی اور درجات قرب الٰہی کا وصول اسی سے وابستہ ہے۔ تعمیر اوقات میں انتہائی سعی کرو، کیونکہ وقت بہت ہی زیادہ عزیز شے ہے، یہ لایعنی امور میں صرف نہیں ہونا چاہئے، مخلوق سے میل جول بقدرِ ضرورت ہو، قدرِ حاجت سے زائد ملنا جلنا اس راہ میں "درندۂ مہلک" ہے شب زندہ داری اور گریۂ سحری کو غنیمت شمار کرو ۔۔۔۔۔۔ لذات فانیہ میں منہمک ہونے سے بچتے رہو، یہ امر باطن کو بے رونق اور مکدر کر دیتا ہے، ہر کسی سے خنداں روئی اور کشادہ پیشانی سے پیش آؤ۔ "امر معروف" اور "نہی منکر" کو اچھی طرح انجام دو،

اس میں کوتاہی نہ ہونا چاہیئے ـــــــ طعام، منام اور کلام میں حد اوسط کی رعایت کرنا چاہیئے۔ ؎

نخنداں بخور کز دہانت بر آید
نخندانکہ از ضعف جانت بر آید

مکتوب (۱۴۶) مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام: ـــــــ

الحمد للہ فی السرّاء والضرّاء ـــــــ جو کچھ محبوب حقیقی جلّ سلطانہٗ کی طرف سے آئے وہ نظرِ محب میں بلکہ نفس الامر میں رعنا و زیبا ہے۔ محب اس کے "ایلام" (الم پہونچانے) سے بھی ایسی ہی لذت حاصل کرتا ہے جیساکہ اس کے "انعام" سے ـــــــ انعام کو اس کا ظہورِ جمال سمجھتا ہے اور ایلام کو مظہرِ جلال (غرضکہ) دونوں کو اس کی صفتِ کمال تصوّر کرتا ہے، صفت کو زینۂ موصوف جانتا ہوئی نیز صفت سے موصوف کی طرف مائل ہوتا ہے۔

فرزند دلبند کے انتقال پر رضا و شکیبائی اختیار کرو، بلکہ چونکہ یہ محبوب حقیقی کا فعل ہے اس لئے اس سے لذت گیر ہو جاؤ، اور فعل کو "زینۂ وصول فاعل" بنا دو۔ چیں بہ جبیں ہونے اور بے صبری کرنے کی کہاں گنجائش ہے؟ وجودِ فرزند سے جس طرح متمتع ہوتے تھے اور اس کو "ظہورِ نعمتِ حق" تصور کرتے تھے بعینہٖ اُسی طرح اُس کے گم ہو جانے (مر جانے) سے بھی خوش وقت رہو اور اپنے حق میں "تربیت جلالی" جانو۔ نیز اس درد و الم میں جو کہ "دریچۂ رضامندی محبوب حقیقی" ہے ـــــــ اپنی سعادت کو مضمر سمجھو ـــــــ اس دنیا کی مصیبتیں ہر چند بظاہر جگر کو چھیل دینے والی اور

مستقل زخم ہیں لیکن بہ نظرِ حقیقت مرہم اور راحت ہیں، قرب و ترقیات کا سبب ہیں۔
کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

با درد بساز چوں دوائے تو منم　　　در کس منگر چو آشنائے تو منم
گر بر سر کوئے عشق ما کشتہ شوی　　　شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

مکتوب (۱۴۷) میر محمد خافی کے نام: ——————

(فضائلِ حُسنِ اخلاق میں)

ثبتنا اللہ سبحانہ وایاکم علی متابعۃ سید المرسلین

حبیب رب العلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام

شفقت آثارا! حیاتِ دُنیوی بہت تھوڑی ہے اور معاملاتِ ابدی و سرمدی اسی (مختصر) حیات سے وابستہ ہیں۔ سعادت مندوہ ہے جو اس تھوڑی سی فرصت کو غنیمت جان کر کارِ آخرت کی تیاری کرے اور ایک لمبے سفر کے لئے توشہ مہیا کرلے —— تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ایک بڑی جماعت کا مرجع بنایا ہے —— اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے حاجاتِ خلق اللہ کو پورا کرنے کے لئے کمرِ ہمت کو خوب اچھی طرح باندھ لو، اور اپنے خالق کے بندوں کی خدمتگاری کو درجاتِ دُنیوی و اُخروی پر فائز ہونے کا وسیلہ تصور کرو —— نیک سلوکی، احسان باخلائق، خندہ روئی، حُسنِ خلق اور مخلوق کے معاملات میں نرمی و سہولت کو رضامندئ حق تعالیٰ کا ذریعہ، سببِ نجات اور واسطۂ ترقیِ مدارج سمجھو۔

حدیث شریف میں آیا ہے: —— الخلق عیال اللہ فاحب الخلق

الی اللہ من احسن الی عیالہ (مخلوق، اللہ تعالیٰ کی عیال ہے، لہذا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے، جو اُس کی مخلوق کیساتھ اچھا سلوک کرے)

اب چند احادیث، مسلمانوں کی حاجات پوراکرنے اور ان کو خوش کرنے کی فضیلت نیز حُسنِ اخلاق اور نرمی و تحمل کی فضیلت کے سلسلے میں لکھی جاتی ہیں، ان پر اچھی طرح غور کرنا، اور اگر کسی حدیث کے معنی سمجھ میں نہ آئیں تو اس کو کسی متدیّن اہلِ علم سے سمجھ لینا ——— پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

"مُسلمان مُسلمان کا بھائی ہے، وہ اپنے بھائی پر نہ خود ظلم کرتا ہے نہ کسی کو اُس پر ظلم کرنے دیتا ہے، جو شخص بھی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس شخص کی حاجت پوری کرتا ہے، اور جو شخص کسی مسلم بھائی کا کوئی غم دُور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے عوض میں قیامت کے دن اُس کے غم کو دُور کردے گا ——— اور جو شخص مُسلمان کو خوش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو خوش کریگا"

(بخاری و مسلم)

مسلم کی روایت یوں ہے :———

"اللہ بندے کی مدد پر رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہتا ہے"

یہ بھی حدیث میں آیا ہے، کہ ———

"اللہ کی مخلوق میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو اس نے پیدا ہی اس لئے کیا ہے، کہ وہ لوگوں کی حاجتیں پوری کریں ——— لوگ گھبرائے ہوئے

اپنی حاجتیں لے کر ان کے پاس آتے ہیں"۔۔۔ (ملخصاً۔ طبرانی)

حدیث میں یہ بھی آیا ہے، کہ :۔۔۔۔۔

"اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو دولت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، تاکہ وہ بندوں کو فائدہ پہنچائیں، جب تک وہ اس دولت کو اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دولت پر برقرار رکھتا ہے، اور جب وہ اپنی داد و دہش بند کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وہ دولت چھین لیتا ہے، اور دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے"

(رواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی)

یہ بھی حدیث ہے، کہ :۔۔۔۔۔

"جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں کوشش کرے گا اُس کا یہ عمل دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہوگا"

(ملخصاً ۔۔۔ رواہ الطبرانی والحاکم وقال صحیح الاسناد)

یہ بھی حدیث ہے، کہ :۔۔۔۔۔

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے دوڑ دھوپ کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس کے ہر قدم پر ستّر نیکیاں لکھے گا، اور ستّر خطائیں مٹا دے گا، یہاں تک کہ وہ اُپنے مقام پر لوٹ کر آئے پس اگر اس بھائی کی حاجت پوری ہوگئی، تو وہ کوشش کرنیوالا گناہوں سے ایسا صاف ہو جائے گا گویا کہ آج ہی اس کی پیدائش ہوئی ہے، اور اگر وہ اثنائے کوشش میں مر گیا، تو جنّت میں بلا حساب داخل ہوگا"

(رواہ ابن ابی الدنیا)

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ :—

"جو شخص اپنے مسلم بھائی کے لئے ذریعہ بن جائے کسی ذی مقدرت تک پہونچنے کا اور عُسرت دُور کرنے کا، تو اللہ تعالیٰ پل صراط پر گزرنے کے وقت اس کی اعانت فرمائے گا جبکہ لوگوں کے قدم پل صراط پر لغزش میں ہوں گے۔" —— (رواہ الطبرانی)

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ :—

"کسی مومن کو مسرور کرنا اس طرح کہ اس کے لئے کپڑا مہیّا کر دیا، یا اس کی بھوک دُور کر دی، یا اس کی کوئی ضرورت پوری کر دی ۔ یہ بہت ہی اعلیٰ و افضل عمل ہے۔" —— (رواہ الطبرانی وابوشیخ)

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ :—

"اللہ کے نزدیک فرائض کی ادائیگی کے بعد سب سے زیادہ محبوب عمل مسلمان بھائی کو خوش کرنا ہے۔" —— (رواہ الطبرانی)

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ :—

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس چیز کے متعلق سوال کیا گیا جس کے ذریعہ لوگ زیادہ تر جنّت میں داخل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا :—
"وہ چیز تقویٰ اللہ اور حُسنِ اخلاق ہے"۔ اور آپ سے سوال کیا گیا اُس چیز کے متعلق جس کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں داخل ہونگے آپ نے ارشاد فرمایا :— "دہن اور شرمگاہ ہے"

(رواہ الترمذی وابن حبان والبیہقی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ : ـــــــــ

"ایمان میں زیادہ کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے والا ہو" (رواہ، الترمذی)

یہ بھی حدیث میں ہے کہ : ـــــــــ

"میں اُس شخص کے لئے جنّت کے احاطے کے پاس گھر دلانے کا ضامن ہوں جو جھگڑا کرنا ترک کردے اگرچہ حق پر ہی کیوں نہ ہو، اور وسط جنّت میں گھر دلانے کا اُس شخص کے لئے ضامن ہوں جو جھوٹ چھوڑ دے اگرچہ مذاق ہی میں کیوں نہ بولتا ہو ـــــــ اور جنّت کے بالائی حصّہ میں گھر دلانے کا اُس شخص کے لئے ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا کرے" ـــــــ

(رواہ، ابوداؤد وابن ماجہ والترمذی)

یہ بھی حدیث میں ہے کہ : ـــــــــ

"بیشک اللہ نرمی کرنے والا ہے، اور تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے" (رواہ، البخاری ومسلم)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ : ـــــــــ

"اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے اور اُس سے خوش ہوتا ہے ۔ اور نرمی پر جو مدد کرتا ہے وہ سختی پر نہیں کرتا" ـــــ (رواہ، الطبرانی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ : ـــــــــ

"کیا میں تمھیں ایسے شخص کو نہ بتلاؤں جو دوزخ کی آگ پر حرام ہے

یا (فرمایا کہ) اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے (سنو: ہر وہ شخص جو آسانی کرنے والا، اور نرم خو ہو اُس پر دوزخ کی آگ حرام ہے" (رواہ الترمذی)

بھی حدیث ہے، کہ:—

"بندہ تحمل و بُردباری سے وہ درجہ پاتا ہے جو ایک صائم النہار اور قائم اللیل کا ہوتا ہے"— (رواہ ابن حبان)

بھی حدیث میں آیا ہے، آپؐ نے فرمایا، کہ:—

"کیا میں تمھیں وہ بات نہ بتلا دوں جس سے اللہ تعالیٰ بلندی عطا کرے اور درجات کو اونچا کر دے؟" صحابہؓ نے عرض کیا، ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا:۔ جو شخص تم سے جہالت کا معاملہ کرے تم اُس سے بُردباری کا معاملہ کرو، اور جو ظلم کرے اُس کو معاف کر دو، اور جس نے تم کو محروم کیا ہو اُس کو عطا کرو، اور جو تم سے رشتہ توڑے تم اُس سے جوڑو، اور صلۂ رحمی کرو"

(رواہ الطبرانی والبزاز)

بھی حدیث میں آیا ہے، کہ:—

"طاقتور وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے، درحقیقت طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے (تحمل کرے)"— (رواہ البخاری ومسلم)

یث میں یہ بھی آیا ہے، کہ:—

"یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے، کہ تو کشادہ پیشانی کے ساتھ لوگوں کو سلام کرے"

(رواہ ابن ابی الدنیا)

حدیث میں آیا ہے، کہ:—

"تیرا تبسّم کرنا اپنے مسلم بھائی کو دیکھ کر صدقہ ہے ــــ تیرا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے ــــ کسی بھٹکے ہوئے کو سیدھا راستہ بتا دینا صدقہ ہے ــــ راستے سے پتھر، کانٹا یا ہڈّی کا ہٹا دینا صدقہ ہے ــــ اپنے ڈول میں پانی بھر کر اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا صدقہ ہے" ــــ

(رواہ الترمذی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ :ــــ

"جنّت میں ایک ایسا بالاخانہ ہوگا جس کے باہر کا حصّہ اندر سے اور اندر کا باہر سے (شفاف ہونے کی وجہ سے) نظر آئے گا۔ حضرت اشعریؓ نے دریافت کیا یہ کس کے لئے ہوگا! یا رسُول اللہ؟ ــــ فرمایا :۔ اس شخص کے لئے جو اچھا کلام کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے، اور جب کہ رات کو لوگ سو رہے ہوں، یہ نمازِ تہجد میں کھڑا ہو" ــــ (رواہ الطبرانی والحاکم)

یہ چند احادیث کتاب "ترغیب و ترہیب" سے جو کتب معتبرۂ علم حدیث" میں سے ہے لکھی گئی ہیں ــــ اللہ تعالیٰ ان کے موافق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ــــ اپنے حال کا ان احادیث کے مضامین سے موازنہ کرو، ان احادیث کی موافقت ہو رہی ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو، اور اگر موافقت نہیں ہے تو عجز و زاری کے ساتھ اپنا حال ان احادیث کے موافق ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دُعا و درخواست کرو ــــ اگر بالفعل ان پر عمل کی توفیق کوئی نہ پائے تو کم از کم اعتراف کوتاہی تو ہونا چاہیئے ــــ یہ اعتراف بھی ایک نعمت ہے ــــ پناہ بخدا اگر کوئی توفیقِ عمل بھی نہ رکھتا ہو، اور خود کو کوتاہ عمل بھی نہ جانے ایسا شخص کم نصیب ہے۔ ے

ہر کس کہ بیافت دولتے یافت عظیم ؛ آنکس کہ نیافت درد نایافت عظیم

مکتوب (۱۴۸) ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام :——

اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ بابرکات کو الطاف سے بھرپور رکھ کر مسندِ ارشاد پر جلوہ آرا رکھے۔

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی النّاس (برّو بحر میں لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے فساد ظاہر ہوگیا) ہمارے شامتِ اعمال کے باعث دوسرا سال ہے کہ مخلوق قحط کی مصیبت میں گرفتار ہے۔ لوگ نمازِ استسقاء کے لئے جنگل کی طرف نکلے تھے اور یہ "دور از کار" (میں) بھی سب کے ساتھ تھا۔ میں اپنے بارِ گناہ کو لئے ہوئے یقینی طور پر سمجھ رہا تھا کہ اس بلائے قحط کا ورود میرے ہی اعمالِ سو کے نتائج میں سے ہے۔ لوگ خواہ مخواہ میرے وجود سے برکت ڈھونڈھتے تھے اور مجھے دفعِ بلا کا ذریعہ بنا رہے تھے —— میری حقیقتِ حال سے واقف نہ تھے —— لوگ حکام کے ظلم کا شکوہ بھی کر رہے تھے مگر جب میں اپنے اعمال کو دیکھتا تھا تو مقابلتاً ان حکام کے اعمال کچھ بھی نہیں تھے۔

مخدوما! —— ان تقصیرات کے باوجود احباب سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میرے حال پر رحم فرمائیں گے —— میرے لئے عفو زلات کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے اور میرے "کثرتِ معاصی" کی بنا پر مجھے چھوڑیں گے نہیں —— ہر چند کہ عاصی ہوں لیکن اُمیدوارِ رحمتِ الٰہی ہوں —— ارحم الراحمین "عاصیانِ راجی" کے حال پر رحم فرماتے ہیں کل بروزِ قیامت شفاعت بھی نصیبِ عاصیاں ہوگی —— والسّلام۔

مکتوب (۱۵۰) مُلّا نعمت اللہ کے نام :——

(اس مضمون میں کہ جس قدر نسبتِ باطن قوت پذیر ہوتی ہے اتنی ہی احکامِ شرعیہ کی تجلّی بھی زیادہ ہوتی ہے)۔

عجب معاملہ ہے کہ جس قدر نسبتِ باطن عارف پر غالب آتی ہے احکام شرعیہ کے ازدیادِ تجلّی کا سبب بنتی ہے ۔ اسلئے کہ ۔ نفس امّارہ جو بالذات احکام شرعیہ کا منکر ہے اس وقت مطیع ہو جاتا ہے، اور کمالِ تجلّی، کمالِ "اطمینانِ نفس" کے ساتھ وابستہ ہے ۔ شریعت کے معاملات میں مداہنت برتنے والا حقیقتِ نسبت سے بے بہرہ ہے، وہ "مغز" سے ہٹ کر پوست میں اُلجھ گیا ہے ۔ "نسبت" کا کمال "اطمینان" سے ہی حاصل ہوتا ہے اور علامتِ "اطمینان" یہ ہے کہ "احکامِ مُنزّلہ" کا پورا پورا اتباع ہو ۔ اتباع نہیں تو اطمینان بھی نہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں کمالِ متابعتِ صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رکھے ـــــ والسّلام

مکتوب (۱۵۷) مولانا عبد[1] الغفور سمرقندی کے نام : ـــــ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ـــــ کیا عجب نعمت ہے کہ کوئی شخص عالمِ پیری میں زیورِ اطاعت سے آراستہ ہو اور ہنگامِ ضعف میں بھی "اعدائے قویہ" پر غالب ہو۔ اہل اللہ کی قبولیت کے آثار اُسکے اطوار سے ظاہر ہوں اور اُسکی پیشانی کے انوار حقیقتِ حال کے گواہ ـــ آں عزیز کے "اخبارِ توفیق" باعثِ فرحت و شکرِ خداوندی ہیں اور اس نعمت کی زیادتی کیلئے دُعا کا سبب ـــ یہ تمام انوار "نظرِ دوستانِ خدا" کی برکات کے انوار ہیں، اور یہ جمعیتِ صوری جو "ظاہر" نے "ادائے وظائفِ بندگی" کے لئے پائی ہے

---

[1] آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ بظاہر اہلِ سپاہ اور بمعنی از رابطۂ اصحاب خانقاہ۔ (زبدۃ المقامات صـ ۳۸۹)

اسی نسبتِ معنوی کا اثر ہے جو باطنِ اکابر سے آپ کے باطن پر چکی ہے، جو جماعت حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حلقۂ خدام میں رہ کر سعادتِ پابوسی سے مشرف ہوئی ہے وہ میری نظروں میں بغایت عزیز و محبوب اور شریف و مرغوب ہے ـــــ اس لئے کہ ـــــ یہ لوگ کمالات محبوب کا آئینہ ہیں، اور اُس جمالِ دل آرا کی یادگار ـــــ جس وقت اس جماعت کو دیکھتا ہوں میری عجیب حالت ہو جاتی ہے، گویا کہ حضرت گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کا جمالِ مُبارک مشاہدہ کر رہا ہوں ـــــ وہ اجتماع للہ فی اللہ کہ جس کی نظیر آج نہیں ملتی، جب میرے دل میں گھومنے لگتا ہے، تو (اس کی یاد سے) "دیدہ پُرآب" اور "جگر کباب" ہو جاتا ہے آرزو یہی ہے کہ اس جماعت کے ساتھ رہوں، اور "حرف و حکایت" انھیں سے کروں، لیکن افسوس! ـــــ یہ جماعت روز بروز قلّت میں آ رہی ہے، اور باوجود قلّت اس کے افراد ایک دوسرے سے دُور ہیں ـــــ

زہجرِ دوستاں خوں شد درونِ سینہ جانِ من
فراقِ ہمنشیناں سوخت، مغزِ استخوانِ من

اللہ جو کچھ کرے اسی میں خیر ہے، جہاں کہیں بھی یہ حضرات ہیں بہرحال غنیمت ہیں ـ ع
بیاد کارِ جہانی کہ بوئے او داری

ـــــــــــــــ ... ... والسلام

مکتوب (۱۵۶) مولانا محمد حنیف کے نام : ـــــ (اظہارِ درد و سوز میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ! ـــــ مکتوبِ مرغوب لاہور سے ایک عزیز کی معرفت بھیجا ہوا ـــ آیا ـــ اس کے مطالعہ سے خوش وقت ہوا ـــــ مضمونِ خط سے جاذبۂ شوق ظاہر اور طلبِ حرارتِ آشکارا تھی ـ

الحمد للہ سبحانہ علی ذٰلک ...... جس قدر "جذب و حرارت" حاصل ہوئی ہے ...... خط میں اس دیار (سرہند) کے آنے کا اشتیاق اور میرے بلاوا بھیجنے کا انتظار ظاہر کیا ہے۔

مخدوما! ___ اس دیار کے ساکنین اپنے سر میں دوسرے دیار (دار اللقاء) کا خیال رکھتے ہیں، اس کی دوری سے ہمیشہ سوگوار رہتے ہیں، اور دوستوں کو بھی اسی دیار کی دلالت کرتے ہیں، اگرچہ کوئی نشان اس دیار کا (اب تک) ظاہر نہیں ہوا، اور سوائے ہجر و دوری اور سوز و گداز کے کچھ بھی پلے میں نہیں ...... تم بھی اس دیار کو عبور کرنا چاہو، نیز ہم "ماتم زدگان ہجراں" کے درد شریک اور "تلخ نوشان بزم سوزش فقدان" کے ساتھ جرعہ کش بننا چاہو، تو کیا مضائقہ ہے، یہاں آجاؤ ___ مگر ہماری یہ بات بھی ہے کہ اس درد دوری اور سوز ہجراں کے باوجود "ادھر" سے عنایات بیش از بیش ہیں، اور الطاف پہلے سے زائد ___ بھائی یہ بھی مستقل عنایت ہی ہے کہ اس درد سے مانوس کر رکھا ہے، اور اس سوز سے موافقت و سازگاری کی ہمت دے دی ہے۔ ؎

دریں دیار بآں زندہ ام کہ گاہ گاہے
نسیم عاطفتے زاں دیار می آید

___ ...... والسلام

مکتوب (۱۵۹) شیخ حسن کے نام :___

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اخوی، اعزی شیخ حسن کو اس "درویش دلریش" کا سلام عافیت انجام ___ "اخبار توفیق" "گرمیٔ ہنگامہ طالباں" "استقامت اوضاع" اور "استمرار حلقۂ ذکر و فکر" کو سن سن کر بڑی خوشی ہوتی ہے ___ یہ چیز مزید حمد و شکر کا باعث ہے ___ اس قرب قیامت کے زمانہ میں

اس قسم کا دینی اجتماع، اور للہ فی اللہ ہمنشینی اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ ع

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو

یک دو کس یک دو نفس بہر خدا نشنید

اپنے کام میں سرگرم رہو، اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو ——— وہ فرماتا ہے: ———

"لئن شکرتم لازیدنکم" (اگر تم نعمت کا شکر ادا کروگے تو میں تمہارے لئے نعمت میں ضرور اضافہ کردوں گا)۔

ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی آزمائشی ڈھیل سے لرزاں اور کیدِ شیطانی سے ترساں بھی رہنا۔ نیز نفسانی وسواس اور شرکِ خفی کے دقائق سے بھی خبردار رہنا۔

الغرض بزرگوں کے ساتھ رابطۂ معنوی کو محکم رکھنا، سُنّنِ نبویہ کے عُروۂ وثقیٰ کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑنا، اور درگاہِ الٰہی میں دوامِ التجا، نیز تضرع و زاری کو لازم کرلینا۔ ..

دوستوں سے توقع یہ ہے کہ اِس دُور افتادہ کو دعائے خیر میں یاد رکھیں گے ... ..

اللہ تعالیٰ معینکم و ناصرکم۔ "والسّلام"

مکتوب (۱۶۰) شیخ عبداللطیف لشکر نہانی کے نام: ———

اس مسکین کی تمنا اپنے بارے میں اور دوستوں کے بارے میں یہ ہے کہ اپنی ہمت کو کُلیۃً مطلوبِ حقیقی کی طرف مصروف رکھیں، اور جو بات اس "دولتِ عظمیٰ" کے منافی ہو اُس سے بالکل اعراض کریں ... مگر ایسا بھی نہ ہو کہ معنوی یا باطن پر اکتفا کرکے ظاہر کی طرف سے غفلت ہو۔ نہیں ... اگرچہ ایک درویش کا یہ مقولہ ہے کہ:" کوئی سعادت مند اگر اللہ کی طرف تمام عُمر متوجہ رہا، پھر ایک لحظہ کیلئے غافل ہوگیا تو اُس نے جو کچھ پایا تھا اُس سے زیادہ فوت ہوگیا۔"

لیکن کیا کیا جائے، تمام آرزوئیں میسر نہیں۔۔ یہ مقتضیات بدنی اور اختلاط خلق کے بغیر بھی چارہ نہیں۔۔۔ ہاں یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس "غفلت ظاہری" کو، جو کہ لابدی اور ضروری ہے اگر نیت صالحہ کے ساتھ ملا لیا جائے تو یہ غفلت ظاہری غفلت نہ رہے گی "ذکر" کے ساتھ ملحق ہو جائے گی، مثلاً نیند جو کہ سراسر غفلت ہے، اگر اس نیت سے ہو کہ سونے کے بعد عبادت کرنے میں سستی نمودار نہیں ہوگی، تو یہی نیند، ذکر بن جائے گی۔۔ "علماء کی نیند عبادت ہے" یہ تو تم نے سنا ہی ہوگا (یہ نیت ہی کی بنا پر ہے)۔۔ ۔۔لوگوں کے ساتھ اس نیت سے ملنا جلنا کہ اُن کے حقوق ادا کر دیئے جائیں، یہ بھی عبادت ہے۔۔ ۔۔علیٰ ہذا القیاس۔۔۔۔ ذکر زبان ہی پر منحصر نہیں ہے، جس عمل سے بھی رضائے مولیٰ، ملحوظ و مطلوب ہوگی وہ ذکر ہو جائے گا۔۔۔

"انّ ھذہٖ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الیٰ ربہ سبیلا"ؑ۔۔ ۔۔وہ بزرگ جو حقیقت اخلاص کو پہنچ گئے ہیں، اور تصنّع و تکلّف سے چھٹکارا پا چکے ہیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے لئے کرتے ہیں، اور جو کچھ اُن سے ظہور میں آتا ہے وہ اللہ کے لئے ہی ہوتا ہے، وہ نیت کریں یا نہ کریں۔۔۔ نیت "امر محتمل" میں ہوا کرتی ہے "امر متعین" میں تصحیح نیت کی احتیاج نہیں ہے۔۔۔ چونکہ ان کا نفس فدائے مولیٰ ہو چکا ہوتا ہے۔۔ ۔۔اس لئے وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کی طرف ہی عائد ہوتا ہے، جیسا کہ اس مقام کے حاصل ہونے سے پہلے وہ جو کچھ کرتے تھے برائے نفس کیا کرتے تھے، اور اس وقت بھی کسی نیت کی ضرورت نہ ہوتی تھی ۔۔۔ یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ اس قسم کے عارفوں کی شان میں جو گستاخی اور ایذا دہی ہوتی ہے، وہ (براہ راست) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہو جاتی ہے۔

ؑ بیشک یہ ایک نصیحت ہے، پس جس کا دل چاہے وہ اپنے رب کی طرف راہ پیدا کرے۔"

مکتوب (۱۶۴) تربیت[1] خان کے نام :—

صحیفۂ مکرمت نے، جو مضمونِ "رنج فرقت" پر مبنی تھا، مشرف کیا ... ...

بھائی! کیا کیا جائے، دُنیا سراسر محل فراق و اندوہ ہے، جائے ملاقات تو آخرت ہے۔ حق تعالیٰ اعمالِ آخرت میں سرگرم رکھے، تاکہ "وہاں" کی مُلاقات کی شکل نکل آئے، جبکہ مطلوبِ حقیقی کی مُلاقات وہاں کے لئے "موعود" ہے، پھر دوسروں کی مُلاقات تو اس مُلاقات کی فرع ہے۔ دُنیاوی زندگی، ملاقاتِ حق تعالیٰ کی تاب برداشت علی وجہ الکمال نہیں رکھتی، طالب اس عالم میں ہمیشہ "جگر کباب" دیدہ پُر آب، ہمہ وقت سوگوار، سوز و گداز میں بیقرار، ہر رات طلوعِ آفتابِ حقیقی کے انتظار میں بیدار، اور ہر دن ماہتابِ حقیقی کی چاہت میں مضطرب دکھائی دیتے ہیں۔ ؎

متاعے کزیں رہ گذر می برند
لب خشک و مژگان تر می برند

(طالب) بغیر مطلوبِ حقیقی کے آرام نہیں پاتے، ماسوا سے اُنس و اُلفت نہیں رکھتے، اور اس ترانے کے ساتھ مترنم رہتے ہیں۔ ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل راکہ مدام ٭ دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

---

[1] ایک تربیت خاں فوجدار جونپوری تھے، جن کے متعلق مآثر عالمگیری میں لکھا ہے کہ ۲۷ شعبان ۱۰۹۵ھ کو وفات پائی ــــ ایک تربیت خاں فخر الدین احمد برلاس تھے، جو امرائے شاہجہانی میں سے تھے، جنھوں نے بقول صاحب تاریخ محمدی ۱۰۵۲ھ میں، یا ۱۰۵۳ھ میں انتقال کیا ــــ واللہ اعلم یہ تربیت خاں کون سے ہیں۔ ۱۲

یہ بندگانِ خدا "شوریدگاں" اور آشفتہ حال ہیں ——— جہاں میں ہیں لیکن "بے جہان" ہیں۔ عالم میں ہیں، مگر "بے عالم" ہیں۔ اسکے باوجود، عالم میں درحقیقت یہی لوگ ہیں، اور تمام افرادِ عالم انھیں کے وجود سے قائم ہیں۔ حقیقی دولت مند یہی لوگ ہیں، آزاد بھی یہی ہیں، نہ یہ کسی شخص سے پیوند لگاتے ہیں نہ اپنے نفس سے۔ ؎

غلام نرگسِ مستِ تو تاجدارانند

خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

اگر کوئی "سرمایہ و حاصل" رکھتے ہیں، تو اُسی ذاتِ مقدس کو رکھتے ہیں، اور اگر "کلمۂ خطاب" کہتے ہیں، تو اُسی سے کرتے ہیں۔ ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش

باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

"جوانانِ مستعد" سے افسوس ہوتا ہے، کہ وہ اپنی "فطرت ہائے عالی" کو اس دنیائے دوں میں مصروف کئے ہوئے ہیں، اور اس "قحبۂ غدّار" کے فریفتہ ہو گئے ہیں، وہ "جواہرِ نفیسہ" کو چھوڑ کر چند "خزف ریزوں" میں پھنسے ہوئے ہیں۔ "جمالِ مطلق" تاباں ہے، اور راہ آمد و رفت کشادہ، لیکن ہم جیسے "پست فطرت" ہیں کہ اس جمال سے محجوب و مہجور ہیں:- ؎

درجہاں، شاہدے و ما فارغ

در قدح، جرعۂ و ما ہشیار

آمد سحر، آں دلبر خونیں جگراں ؛ گفتار تو بر خاطرِ من بارِ گراں

شرمت بادا کہ من بسویت نگراں ؛ باشم، تو نہی چشم بروئے دگراں

والسلام علیٰ من لدیکم ......

مکتوب (۱۶۹) میر ضیاء الدین حسین[1] کے نام :____

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ____ صحیفہ شریفہ ۔۔ پہنچا، مسرت بخش ہوا۔ ع

"اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی"

تمہاری وہ تمام مفصل باتیں جو عمل سے "یاس تام" اور "کرم و فضلِ الٰہی" پر اعتمادِ کلّی کے بارے میں تھیں، معلوم ہوئیں ____ بیشک ____ جس قدر اپنے اعمال سے مایوسی زیادہ ہوگی فضلِ خدا پر بھروسہ زیادہ ہوگا ____ حضرت رابعہ بصریہؒ سے دریافت کیا گیا، کہ یہ تمام تر اُمیدواری جو آپ رکھتی ہیں کس بنا پر ہے؟ انھوں نے جواب میں فرمایا، کہ "یہ تمام اُمیدواری اپنے عمل سے مایوس ہو جانے (اور ان پر بھروسہ نہ کرنے) کی وجہ سے ہے" ____

جو کچھ اس خط میں تذکرہ "مرگ و آخرت" اور شوقِ "دار اللقاء" کے غلبے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ "حُسنِ ظن" کے بارے میں مندرج تھا نیک اور مبارک ہے۔

حدیث قدسی ____ انا عند ظن عبدی بی[2] ____ اس حقیقت کی تائید کرتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والسّلام! ____

---

[1] یہ میر ضیاء الدین حسین وہی ہیں جن کا اسلام خاں لقب ہے، کسی دوسری جگہ ان کے مفصل حالات درج کر دیئے گئے ہیں۔ ۱۲

[2] میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں۔ ۱۲

مکتوب (۱۷۲) محمد کاشف کے نام :۔۔۔۔۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ماسواء کی غلامی سے نجات دے ۔۔۔۔۔۔

"اِن تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا"[۱] ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے پر دائمی فیض و انعام ہے، اگر اس کا صوری و معنوی، ظاہری و باطنی فیض ایک ساعت کے لئے بھی بندے سے منقطع ہو جائے تو بندے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے، نہ اس کا وجود باقی رہے اور نہ "کمالاتِ تابعۂ وجود" باقی رہیں ۔۔۔۔۔ پس بندے پر لازم ہے کہ ایک لمحہ اور "یک چشم زدن" بھی اس ذاتِ اقدس سے غافل نہ رہے، اور "دوامِ حضور" کے ساتھ موصوف ہو ۔۔۔۔۔ "خسران و خجالت" کی بات ہے، کہ منعمِ حقیقی، درپئے انعام ہو، اور جس پر انعام ہو رہا ہے وہ روگرداں ہو۔

کسے کو غافل از حق یکزماں نیست
در آندم کافر ست امّا نہانیست

اس میں شک نہیں کہ اگرچہ "دوامِ حضور" "باطن" کے لئے ممکن بلکہ واقع ہے، علی الخصوص ہمارے طریقے میں اللہ کے کرم سے یہ دوام "یسیر الحصول" ہے، ابتداء ہی میں حاصل ہو جاتا ہے ۔۔۔۔۔ لیکن ۔۔۔۔۔ "ظاہر" کے لئے یہ دوام مشکل ہے، اسلئے کہ ظاہر کثرتِ اشتغال سے الجھا رہتا ہے، اس کو بغیر غفلت کے کوئی چارۂ کار نہیں ۔۔۔۔۔ اُس کو نیند اور "اختلاطِ مردم" سے بھی چھٹکارا نہیں ہے ۔۔۔۔۔ ہاں اس غفلتِ ظاہر کو

---

[۱] اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو، تو ان نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے۔ ۱۲

اگر نیتِ صالحہ کے ساتھ ملا لیا جائے، تو غفلت "عینِ حضور" بن جائے گی ــــــ نیند "بہ نیتِ دفع کسل" طاعت میں داخل ہے ــــ نوم العلماء عبادۃ (علماء کی نیند عبادت ہے) یہ مقولہ تم نے سنا ہی ہوگا ــــ اسی طرح مخلوق سے میل جول رکھنا، ان کے حقوق کی ادائیگی کی نیت سے ــــ "ماموراتِ شرعیہ" میں سے ہے ــــ اور جو کوئی کسی امر میں اللہ کے حکم کا مطیع ہے، وہ اللہ کا ذاکر ہی ہے ــــ پس دوامِ حضور، ظاہر کے لئے بھی متحقق ہو سکتا ہے ــــ اور اس تقدیر پر ظاہر و باطن دونوں "دوامِ آگاہی" کے ساتھ موصوف ہو جائیں گے ....

ــــ والسّلام ــــ

مکتوب (۱۷۷) مُلّا جمال الدّین کے نام : ــــ

.... چاہیئے کہ کمرِ ہمّت کو احکامِ شرعیہ کی انجام دہی کیلئے چُست باندھیں۔ "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کو اپنا شیوہ وطریقہ بنائیں "سُنن متروکہ" کے زندہ کرنے کو زبردست کام سمجھیں ــــ

"ہر وارد" جو قلب پر گُذرے، اُس کے چُھپانے میں کوشش کریں "وقائع" اور "منامات" پر اعتماد نہ کریں ــــ اگر کوئی خواب میں "بادشاہ" یا "قطبِ وقت" ہو جائے، تو اس سے کیا ہوتا ہے، بادشاہ اور قطب وہ ہے جو خارج میں منصبِ بادشاہت اور منصبِ قطبیت پر فائز ہو ــــ اگر (بالفرض) خارج میں بھی کوئی بادشاہ ہو گیا اور کائنات اس کی مسخر ہو گئی تو کون سی بزرگی اُس کو حاصل ہو گئی، اور کون سا "عذابِ گور" اور "عذابِ قیامت" اُس سے رفع ہو جائے گا؟ ؎

گر دیو، مُسخّر تو گردد ☆ زیں ہر دو چہ حاصل تو گردد؟

بلند ہمت لوگ اس قسم کے امور کی جانب التفات نہیں کرتے، اور اللہ تعالی کی مرضیات میں کوشاں رہتے ہیں، وہ "فنا و نیستی" اور "ستر واردات" میں کوشش کیا کرتے ہیں ــــــ

اللہ کا شکر ہے کہ تم بزرگوں کی محبت میں "رسوخ تام" رکھتے ہو، اور تمہارے حالات اچھے سننے میں آتے ہیں ــــ تم جیسے دوستوں سے امید رکھتا ہوں کہ اس "عاصی" کو دعا سے فراموش نہ کرو گے، اور اس فقیر کے حق میں، اللہ سے رحمت مغفرت اور رضا کو مانگو گے ...... والسّلام۔

مکتوب (۱۷۰) مولانا حسن علی کے نام : ــــــ

بعد الحمد والصّلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ......

اے بھائی! چونکہ یہ زمانہ آخری زمانہ ہے، اور اس وقت دین میں سستی آگئی ہے سنّت متروک اور بدعت، شائع ہے (بنابریں) تحصیل علوم اور نشر و اشاعت علوم ایسے "دور ظلمات" میں اہم کام ہے، اور "احیائے سنّت محمدیہ" علی صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام والتحیہ ــــ اعظم مقاصد میں سے ہے ــــــ کسب علوم شرعیہ، اشاعت علوم شرعیہ نیز سنّت مصطفویہ کے زندہ کرنے کے لئے خوب اچھی طرح کمر ہمت باندھو .... والسّلام۔

مکتوب (۱۸۱) مولانا جمال الدین کے نام : ــــــ

...... نماز اس صورت ظاہری میں محدود نہیں ہے، بلکہ "عالم غیب الغیب"

میں اپنی ایک حقیقت رکھتی ہے جو تمام حقیقتوں سے بالاتر حقیقت ہے۔ جب تک کوئی اس حقیقت تک نہ پہنچے گا، اس کے (نماز کے) کمال کو کیا پا سکے گا ـــــ اور وہ حقیقت، صورت نماز کے ساتھ ہی وابستہ ہے ـــــ نماز ایک محبوب و دلبر ہے، اس کی صورت زیبا کو گویا اس عالم مجاز میں "ارکانِ مخصوصہ" کے ساتھ، اور اس کی "اداؤں" اور "رعنائیوں" کو اس "قیام و قعود" اور "آدابِ خشوع" کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے ـــــ جو شخص اس کی صورت کا شیدا نہ بنے گا ان ارکانِ مخصوصہ کی حقیقت کو کیا پا سکے گا، اور جو کوئی اس کی اداؤں اور رعنائیوں پر فریفتہ نہ ہوگا، وہ قیام و قعود کی حقیقت کو کیا سمجھ سکے گا۔ ؎

چکد مشک تراز دستم چو آں گیسو بچنگ افتد
دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید

والسلام علیکم

مکتوب (۱۸۲) میرزا عبید اللہ کے نام :ـــــ

مخدوما! ـــــ "استعمالِ اسباب" "منافیٔ توکل" نہیں ہے ـــــ تاثیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اور اسی پر بھروسہ رکھے، اور "سببِ یقینی" کو درمیان میں لائے، یہ عین توکل ہوگا ـــــ ہاں اگر "اسبابِ موہومۂ بعیدہ" کے ارتکاب کو توکل سے بعید کہا جائے تو گنجائش ہے لیکن اسبابِ متیقنہ کے بغیر چارہ نہیں ہے ـــــ آگ کو روشن کرے، لیکن آگ کی تاثیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے ـــــ کھانا کھائے، اور شکم سیری کو اللہ کی طرف سے سمجھے ـــــ اگر کوئی شخص اس قسم کے اسباب اختیار کرنے میں کوتاہی کرے، اور اس بناء پر اس کو کوئی مضرت پہنچ جائے، تو وہ شخص گنہگار ہوگا۔

اسباب تین۳ قسم کے ہیں :ـــ

(۱) اسباب موہومہ ــــ ان کا ترک کرنا لازم ہے۔
(۲) اسباب متیقّنہ ــــ ان کو اختیار کرنا ضروری ہے۔
(۳) اسباب مشکوکہ و مظنونہ ــــ ان اسباب کا اختیار کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مشورے کا حکم فرمایا ہے، کہ مشورہ بھی منجملہ اسباب ہے اور اس کے بعد توکل کا بھی حکم دیا ہے ــــ چنانچہ ارشاد ہے: ”وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین“ عـہ

(البتہ) ”اعمال اخروی“ میں توکل کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اس لئے کہ ان اعمال کے لئے ہم جد وجہد کے مامور ہیں ــــ معاملات آخرت میں، خوف و خشیت اور امید کا ہونا محبوب و پسندیدہ چیز ہے ــــ آیۂ ــــ ”یدعون ربھم خوفا وطمعا“ عـہ اس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے ــــ اعتماد اللہ کے فضل و کرم پر ہی رکھے، لیکن اعمالِ ظاہرہ کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے ــــ اوامر کا امتثال ہو، اور منہیات سے پرہیز، طریقۂ بندگی اور حقیقتِ توکل یہی ہے، اور راہِ حق اسی میں منحصر ہے۔

...... ”قلتِ طعام“ اور ”قلتِ منام“ ــــ مرغوبات میں سے ہے، اس کے دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی ــــ لیکن اتنی قلت نہ ہو کہ طاعت سے روک دے اور ”خشکیِ دماغ“ اور خیالاتِ فاسدہ پیدا کر دے۔

عـہ اور اُن سے مشورہ کیجئے معاملات میں، پس جب آپ عزم کرلیں، تو اللہ پر توکل کیجئے، بیشک اللہ متوکلین کو دوست رکھتا ہے۔ ۱۲

عـہ وہ خوف اور بخشش کی طمع کے باعث اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ ۱۲

رہ ضات وصعوبات میں سے جو بھی موافق سنّت ہو مبارک ہے ــــــ از قسم رہبانیت نہ ہو ــــ "لا رہبانیۃ فی الاسلام" (اسلام میں رہبانیت نہیں ہے)۔ چاہئے کہ اپنے اوقات کو مندرجۂ ذیل ان تین چیزوں سے معمور رکھیں۔

(۱) تلاوت قرآن مجید۔

(۲) نماز باطول قنوت و خشوع و خضوع۔

(۳) تکرار کلمۂ طیبہ۔

تم نے اوراد و وظائف طلب کئے ہیں، فقیر نے کتب معتبرۂ احادیث سے تتبع بلیغ کر کے اوراد و وظائف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر دیا ہے، لیکن ابھی تک مسودات بیاض کی شکل میں نہیں آئے ہیں، سالہا سال ہو گئے کہ مسودات پڑے ہوئے ہیں مگر ان کی تبییض کی توفیق نہیں ہوئی، اگر ہو سکا تو ان میں سے کچھ حصہ نقل کر کے بھیجا جائے گا ــــــ انشاء اللہ تعالیٰ ــــ (فی الحال) اگر "مشکوٰۃ" یا "حصن حصین" میں سے انتخاب کر کے کچھ وظائف عمل میں لاؤ تو بہتر ہے .... والسلام۔

مکتوب (۱۸۳) عبید اللہ[۱] مرتّب مکتوبات جلد ہٰذا کے نام:ــــــ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ .... سب سے آخری چیز جو حضرت مجدد الف ثانی رحؒ نے لکھی ہے، وہ مکتوب ہے، جو مکتوبات جلد ثالث کے آخر میں ہے

---

[۱] صاحبزادۂ گرامی خواجہ محمد عبید اللہ۔ المعروف بہ مُروّج الشریعۃ۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحؒ کے فرزند ثالث تھے، اپنے والد ماجد کی خدمت میں تمام کمالات حاصل کئے۔ ایک رسالہ یا توبیہ (ھ۱۰۸۳) پر

اور جو بنام مولانا حسن دہلوی ہے، اس مکتوب میں "تعین وجودی" سے اوپر "تعین حبی" کا اثبات کیا ہے۔ ... ... ان دنوں میں ان "معارف" کی تحریر میں مشغول رہے، رات کو حضرت والا کو بخار آگیا، اور اس بخار کے چھٹے روز انتقال فرما گئے ـــــ وصال کے بعد وہ تحریر "معرض ظہور" میں آئی ـــــ مخلصین اس کے مطالعے سے مشرف ہوئے اور اس کی نقلیں کرلیں ـــــ اس تحریر معارف کے بعد "شدائد مرض موت" میں بھی بہت سے "معارف و اسرار" بیان فرمائے اور وصیتیں کیں ـــــ ایام مرض میں حضرت مجددؒ کی امامت کے فرائض خواجہ محمد سعیدؒ (صاحبزادۂ کلاں) انجام دیتے تھے ـــــ فقیر سے فرمادیا تھا کہ تو مسجد میں جاکر "ہمراہ یاراں" نماز پڑھ اور وہاں امامت کر، یہ "بے بال و پر" تعمیل حکم کی وجہ سے "جماعت یاراں" کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھ کر باقی اوقات حضرت والا کی خدمت میں حاضر رہتا تھا ـــــ اور روز و شب اس مکان میں جو "محل لقائے جانانہ" تھا، خدمت اقدس میں موجود رہتا تھا ـــــ اسی مرض موت میں ایک مجلس میں فرمایا کہ "درجۂ کمال کا حصول، قرآن شریف کے ساتھ قوی تعلق پیدا کرنے کے ساتھ وابستہ ہے... حروف قرآن میں سے ہر ہر حرف کو ایک ایسا دریا سمجھتا ہوں جو کعبۂ مقصود تک پہونچانے والا ہے" ... ... والسلام۔

---

(۵۶) الحاشیہ حاشیہ آپ کی تصنیف ہے۔ ۲۱ر شعبان ۱۰۳۷ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۹ر ربیع الاول ۱۰۸۳ھ بروز جمعہ وفات پائی ـــــ "قطب عالم رفت از عالم" تاریخ وصال ہے۔ (ہدیۂ احمدیہ ۶ نزہۃ الخواطر جلد ۵ بحوالہ تذکرۃ الانساب تصنیف ثناء اللہ پانی پتیؒ)

مکتوب (۱۹۰) مخدوم زادہ گرامی محمد سیف الدین[1] (ابن خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ) کے نام:—

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ——— ہمارے حضرت (مجدد الف ثانیؒ) فرماتے تھے، کہ میں ایک دن نماز چاشت پڑھ رہا تھا —— میں نے دیکھا کہ ایک "بلائے عظیم" میرے سینے سے برآمد ہوئی، اور اس بلا کا "آشیانہ" بھی سینے سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا —— اور وہ "ظلمات" جو سینے کے گرداگرد تھے وہ بھی دور ہوگئے، اور سینے کو

---

[1] مخدوم زادہ گرامی محمد سیف الدین سرہندیؒ: آپ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے فرزند خامس ہیں، اپنے والد ماجد سے کسب فیض کیا، کمالات ظاہری و باطنی، ارشاد طالباں اور استقامت شریعت و ثبات طریقت میں اپنے باپ کی مانند تھے۔ ۱۰۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ کو ۴۷ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ سرہند میں گنبد کلاں کے اندر دفن ہیں: "ہے ہے ستون دین فتاد" آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ کی اولاد میں آٹھ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ اپنے والد ماجد کے حکم سے دہلی میں اقامت اختیار کی، وہاں طالبین کا مرجع بن گئے، حضرت عالمگیرؒ نے ان سے ہی سلوک حاصل کیا —— شیخ مراد بن عبداللہ نے ذیل رشحات میں لکھا ہے کہ:- آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اندر اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ آپ کے زمانے میں بدعتیں بلاد ہند سے یک قلم نیست و نابود ہوگئی تھیں۔ آپ کے والد نے آپ کا لقب محتسب الامۃ رکھا تھا —— بادشاہ نے جب آپ کو قلعہ میں بلایا، تو دیوار قلعہ کی پتھر کی تصویریں جب تک نہ تڑوا دیں اس وقت تک قلعہ میں داخل نہ ہوئے۔ شیخ مراد نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا سیف الدین قدس سرہ شوکت ظاہری بھی بہت رکھتے تھے اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر سلاطین و امراء ادب سے سروقد کھڑے ہو جاتے تھے، آپ کے دسترخوان پر روزانہ دونوں وقت چودہ سو آدمی کھانا کھاتے تھے۔

(ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد ۵)

ایک عجیب "انشراح" حاصل ہوا ــــــ بعد ازاں معلوم ہوا کہ یہ بلائے عظیم "وسواس خنّاس" تھے، جس کے شر سے پناہ مانگنے کا امر، قرآن مجید میں ہے۔ "خطرات و وساوس" جو کہ اصولِ دین میں پیدا ہوتے ہیں ان کا سرچشمہ یہی "خنّاس" ہے، جو سینے میں آشیانہ بنا لیتا ہے، اور اور ہر وقت نیش زنی کرتا رہتا ہے ــــــ "کمالِ شرح صدر" اس "خنّاس" کے رفع کے بغیر ممکن نہیں، اس واقعے کے کچھ عرصے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حلقہ میں قرآن مجید سُن رہا تھا، میں نے محسوس کیا کہ اثنائے استماع میں بعض نامناسب وساوس میرے اندر ہیں، میں نے استغفار کیا اور حیرت زدہ ہوا کہ یہ کیا بات ہوئی، شاید زائل شدہ خنّاس پھر عود کر آیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ سینہ اسی لطافت پر ہے۔ بعد ازاں ظاہر ہوا کہ یہ "خنّاس" "خنّاس سینہ" کے علاوہ ہے، اور اس کا آشیانہ قلب میں ہے۔ اس کے رفع کرنے کی جانب متوجہ ہوا، میں نے دیکھا کہ یہ "خنّاس" بھی بتمامہ قلب سے باہر ہو گیا۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب (۱۹۲) محمد عبید اللہ سرہندیؒ جامع مکاتیب کے نام :ــــــ (آخری حصہ)

۔۔۔۔۔ بعض افرادِ امت کو بطریق تبعیت جو "حصولِ کمالاتِ نبوت" ہو جاتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نبی ہو جائے یا نبی سے مساوات پیدا کر لے، اس لئے کہ کمالات نبوت کا حصول امرِ دیگر ہے، اور منصبِ نبوت کا حاصل ہونا دوسری چیز ہے۔

اس مضمون کی تحقیق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔۔۔۔۔۔۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔۔۔۔۔۔۔

مکتوب (۱۹۳) مولانا محمد فضل[1] کے نام :——— (ابتدائی حصہ)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ——— ہمارے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو مرض وفات سے پیشتر بخار اور کھانسی کی شکایت ہوگئی تھی۔ چند روز کے بعد اس مرض سے صحت ہوگئی تھی، چنانچہ اصلی حالت پر آگئے تھے، اور بے تکلف مسجد میں حاضر ہوتے تھے، کم و بیش ایک ماہ کے بعد ایک ایسا بخار عارض ہوا کہ چھٹے روز اس دنیا سے "دار السرور" کی طرف رحلت فرما گئے ... ... والسلام

مکتوب (۱۹۷) ملا سجادل[2] کے نام :——— (آخری حصہ)

... تم نے لکھا تھا کہ اس جگہ کے لوگ بعد نماز پنجگانہ ہاتھ اٹھا کر "فاتحہ" پڑھتے ہیں، اور اس عمل کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے، اس کے ترک کرنے والے پر اعتراض کرتے ہیں۔

مخدوما! ——— اس قسم کا فاتحہ پڑھنا ہمارے بزرگوں کا عمل نہیں ہے اور اعمال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ چیز نظر سے نہیں گذری ——— خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ :— "قراءۃ الفاتحۃ لاجل المھمات بعد الفرائض بدعۃ" (مہمات کے لئے بعد فرائض فاتحہ پڑھنا بدعت ہے) ——— اور تم نے بعد نماز جمعہ مصافحہ کرنے

---

[1] آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ ۱۲

[2] اخون عبد الحق سجادل۔ آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلیفہ ہیں، ظاہری و باطنی دونوں علوم کے ماہر تھے۔ شرح وقایہ بزبان فارسی آپ نے اپنے پیر و مرشد کے نام معنون کی ہے۔ ۱۲

(روضۃ القیومیہ رکن دوم)

کے متعلق بھی دریافت کیا ہے، جو وہاں مروّج ہے ؟۔

مخدوما! ــــ مصافحہ فی نفسہا تو مسنون اور "عمل بزرگ" ہے، اور یہ وقت کا تعین بدعت ہے۔ یہ مصافحہ وجہ حُسن بھی رکھتا ہے اور وجہ قبح بھی ــــ زیادہ سے زیادہ اباحت تک ہی معاملہ پہنچ جائے، جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو بھی غنیمت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

والسّلام ــــ

مکتوب (۲۰) صوفی نور بیگ کے نام :ــــ

۔ ۔ ۔ ۔ ذکر کرنے میں کوئی غرض "قبولِ خلق" یا "حصول احوال و مواجید" میں سے نہ ہونی چاہیئے ۔ بے غرضانہ ذکر کریں ۔ اور "وقت نشاط" میں چند لوگوں کو "تلقین ذکر" کریں۔ بطریق سفارت نہ کہ بطریق اصالت و خلافت ــــ اور جن شرائط کو تم نے لکھا ہے، وہ تو اُس صورت میں ہیں جبکہ بطور خود تلقین کرو، لیکن اگر بطور سفارت ذکر کراؤ، تو یہ شرائط درکار نہیں ہیں، تم تو محض ایک ترجمان کی حیثیت رکھتے ہو ــــ اور یہ تلقین ذکر تم پر جبر نہیں ہے تم کو اختیار ہے، اگر بے تکلف انشراح صدر ہو تو یہ کام انجام دو، ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ تمھارے لئے جو ضروری ہے وہ "دوام ذکر و مراقبہ" ہے، دوسرے کی تکمیل تو اپنے کمال کی فرع ہے ــــ یہ جو چند اشخاص کو ذکر کرانے کی تم کو اجازت دے دی گئی اس لئے تھی کہ اچھا ہے چند آدمی جمع ہو کر مشغول ہوں تا کہ ایک کا فیض دوسرے پر منعکس ہو ــــ

تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی سالک کو خواب میں پیر و مرشد اجازت تلقین دیدے اور "بزرگان گذشتہ" کی ارواح سے اجازت ظاہر ہو تو یہ اجازت تلقین ہے یا نہیں ؟

مخدوما! ــــ اجازت تعلیم طریقت اہم معاملہ ہے، خواب سے کام نہیں چلتا ہے تاوقتیکہ بیداری میں اجازت نہ ملے ۔ اجازت صورت پذیر نہیں ــــ اسی طرح

احوال، مواجید، قطبیت، فردیت اور غوثیت کا معاملہ ہے، کہ اگر یہ چیزیں خواب میں ظاہر ہوں، تو اکابر کے نزدیک معتبر نہیں، البتہ بیداری میں جو احوال و مواجید رونما ہوں، وہ معتبر ہیں۔ قطب و غوث وہ ہے جو خارج و بیداری میں ان دونوں منصبوں سے سرفراز ہو اگر کوئی خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے، تو بادشاہ نہیں بن جائے گا تاوقتیکہ خارج میں بادشاہ نہ ہو۔ ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

ہاں یہ ضرور ہے کہ "وقائع و مقامات صالحہ" مبشرات اور مخبر استعداد ہیں ــــ کبھی "حقیقت استعداد" ظہور میں آجاتی ہے اور کبھی ظہور میں نہیں بھی آتی۔ ...

مکتوب (۲۰۲) حافظ محمد شریف کے نام: ـــــــ

حافظ جی کو اس دور افتادہ کا سلام عافیت انجام! ـــــ دعائے خیر سے مجھ کو بھول نہ جائیں ـــــ اس عمر چند روزہ کو اہم امور میں صرف کریں "احیائے لیالی" اور "گریۂ سحری" کو مغتنمات میں سے سمجھیں۔ شبہائے تار کو "انوار اذکار" سے روشن کریں ـــــ تجارت میں "صدق و امانت" کو ملحوظ رکھیں "ان اللّٰہ یحب التاجر الصدوق" (سچے تاجر کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے) یہ حدیث تم نے سنی ہوگی۔ "عقود فاسدہ و ربویہ" سے بچتے رہیں، اس بارے میں خاص اہتمام رکھیں، یہ مقام محل لغزش علماء ہے، چہ جائیکہ غیر علماء! ... ... علمائے متدین سے ایسے عقود و معاملات کی جانچ پڑتال کرتے، اور اس مبحث کی تحقیق کرتے رہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ اس "ورطۂ مہلکہ"

سے نجات کے طالب رہیں ۔ ۔ ۔ ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب (۲۰۴) اسد اللہ بیگ کے نام :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ اللہ تعالیٰ "نیستی و بندگی" کا حُسن و جمال تمھارے آئینۂ باطن پر جلوہ گر کردے، اور دعوائے تکبّر سے نجات دے، بحرمتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ــــ بندہ جتنا احکامِ بندگی میں ثابت قدم ہوگا "نیستیِ ذاتی" اور "فقرِ جبلّی" کا تصوّر اُس پر جتنا غالب ہوگا "ہستی" و کمالات اور خوبی کا ظہور اس کے حق میں اتنا ہی زیادہ ہوگا ۔ ع ــــ

"وبضدھا تتبیّن الاشیاء"

(چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں)

حُسن و جمال، غنا، اور تمام کمالات بوجہ کمال، اللہ کے لئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اُس نے مخلوق کو "ذُلّ و نیستی" اور احتیاج کی صفت پر پیدا کیا ہے، اور اپنے "کمالاتِ وجودی" کا ایک پَرتو بھی اُس پر ڈال دیا ہے، جس کسی نے اپنے آپ کو باوجود اس "کمال عاریتی" کے کامل و خیر خیال کیا، اور قیدِ نفسِ اَمّارہ میں پھنس گیا، وہ سعادتِ قرب سے محروم ہوگیا اور "بُعد و حرمان" کے داغ میں مبتلا ہوا ـــ "فالویل لہٗ کل ویل" ـــ اور جس کسی نے "کمالات عاریتی" کو اس کے مالک کے سپرد کیا، اور اپنے ذاتی فقر و نیستی کو دیکھا، وہ "دولتِ قرب و وصال" سے بہرہ یاب ہوا، اس نے "دامِ نیستی" سے "صیدِ ہستی" کو حاصل کرلیا، اور "راہِ ذلّت" سے مقامِ عزّت پر پہنچ گیا "فطوبیٰ لہٗ و بشریٰ" ــــ اس کی پیدائش کا جو مقصد تھا اُس کو پورا کیا، نعمت اس کے حق میں تمام ہوئی ــــ

اومن کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس الآیہ
(آیا جو شخص مُردہ تھا پس اس کو ہم نے زندہ کیا، اور اس کے لئے نور پیدا کیا کہ وہ اس نور کے ساتھ لوگوں میں چلتا ہے، اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے، جس کا عالم یہ ہے کہ ظلمات میں مبتلا ہے، اور اس سے نکلنے والا نہیں) یہ آیۂ کریمہ اس شخص کا بیانِ حال ہے ۔ ۔ ۔
یہ کمال، کمالِ اتباع سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے ۔

اللھم ارزقنا کمال متابعتہ والثبات علی محبتہ ویرحم اللہ عبداً قال آمینا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والسلام ـــــ

مکتوب (۲۰۷) شیخ عبداللطیف شکرخانی کے نام :ـــــ (وعظ و تذکیر میں)
(یہ مکتوب عربی میں ہے)

بعد الحمد والصلوٰۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوستوں سے اُمید ہے کہ وہ اتباعِ ہوا و شیطان کے باعث "لقاءِ رحمٰن" کو فراموش نہ کریں گے، زمانۂ صحت و فراغ کو غنیمت جانیں گے، تلاوتِ قرآن کریں گے، نفس بُرائیوں کا حکم کرنے والا ہے، اور دُنیا (درحقیقت) ایک بڑی زبردست جادوگرنی ہے، جس کا ظاہر پسندیدہ اور جس کی لذّتیں مرغوب ہیں ـــــ آخرت فراموش کی ہوئی چیز ہے، اور اس کی نعمتیں پوشیدہ ہیں ـــــ شیطان، نقد کو رواج دے رہا ہے، اور فقر و فقدان سے ڈرا رہا ہے ـــــ کیا عاقل کو خبر نہیں، کہ دُنیا "عاجلہ" ہے، اس کی متاع، فانی ہے، اور آخرت کا فائدہ باقی اور پائدار فوت ہونے والا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ (اے انسان!) تو نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر ترجیح دے رکھی ہے، یعنی تعبِ نفس، شغلِ قلب اور ثقلِ حساب کو راحتِ نفس، فراغِ قلب اور خفتِ حساب

پر ترجیح دے دی ہے، تو بدنِ فانی کی تعمیر میں مشغول ہے، نفسِ ظالم کا پیٹ بھر رہا ہے، اور جنابِ سبحانی کی جانب توجہ کرنے کو فراموش کر بیٹھا ہے، تونے اپنے قلب کو لذاتِ فانیہ سے لبریز کر دیا ہے، اور ابھی تک تجھ کو تیری آرزوئیں حاصل نہیں ہوئی ہیں، ایک عقلمند سے یہ بات تعجب خیز ہے کہ وہ امورِ دنیا میں تو تدبیر کا اہتمام کرے، لیکن امورِ آخرت کو تقدیر کے حوالے کر دے، کیا اس کو اس کا یقین نہیں کہ امورِ دنیا کی تدبیر ہی یہ ہے کہ تدبیر کو ساقط کر دیا جائے، اور امورِ آخرت میں جد وجہد کرنا اور کوتاہی کو ترک کرنا ضروری ہے ـــــ کیا اس نے یہ نہیں سنا کہ دنیا کی حاجت کا ترک کر دینا ہی حاجت کا پورا ہونا ہے، کمبختی ہے اس شخص کی جو دار الغرور (دنیا) میں مطمئن ہے، اور یہاں کی خوشی پر فریفتہ ہے، وحشتِ قبر اور شدتِ یومِ قیامت کو بھول گیا، باطل میں ڈوبا ہوا ہے اور کتاب مسطور فی رقٍ منشور (قرآن مجید) سے اعراض کر رہا ہے، لہو ولعب کی طرف چلتا ہے، اور بیتِ معمور کی طرف نہیں چلتا "افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور وحصّل ما فی الصدور ان ربھم بھم یومئذٍ لخبیر" (کیا انسان نہیں جانتا اس وقت کو جبکہ قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا، اور ان بھیدوں کو جو سینوں میں چھپے ہوئے ہیں، ظاہر کیا جائے گا، بیشک ربّ الناس اس دن انسانوں کے احوال سے باخبر ہے)۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب (۲۱۰) میرک عباد اللہ[1] ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام :ـــــ

الحمد للہ ربّ العالمین والسلام علیٰ سیّد المرسلین وآلہٖ اجمعین۔

---

[1] آپ منطق کے مشہور صاحبِ تصنیف استاد میر زاہد کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۲

علم جس سے مراد انکشاف ہے، دو قسم پر ہے :۔ ایک یہ کہ انکشاف کے ساتھ ساتھ احاطہ بھی ہو ـــــ دوسری قسم یہ ہے کہ محض انکشاف ہو احاطہ نہ ہو ـــــ وہ علم جو "ممکن" سے تعلق رکھتا ہے قسم اوّل میں داخل ہے، اور جو علم "واجب" سے متعلق ہے وہ از قسم ثانی ہے ـــــ اس دوسرے علم کو "ادراک بسیط" کہتے ہیں ـــــ "عدم احاطہ" کی علامت و شناخت یہ ہے کہ کیفیت "درک" میں نہ آئے۔ "رویتِ اُخروی" علم کی قسم ثانی ہے، کیونکہ وہاں محض انکشاف ہے، بغیر کیفیت معلوم ہوئے ـــــ اور کیفیت معلوم بھی کیسے ہو حق تعالیٰ تو کیفیت سے منزّہ ہے ـــــ تعالیٰ شانہٗ وعزّ برھانہٗ۔ والسلام۔

مکتوب (۲۲۵) حاجی محمد[۱] عارف کے نام :ـــــ

بسم اللہ حامداً للہ ومُصَلّیاً علیٰ رسُولہِ الکریم ـــــ "تم نے لکھا تھا کہ حقیقتِ نماز کو کیا عرض کروں، نماز کی ادائیگی میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ اس کی تشریح نہیں کی جاسکتی، تکبیر اولیٰ کے وقت ہی محویت طاری ہو جاتی ہے اور سوائے مشاہدۂ حق کے کوئی شعور باقی نہیں رہتا، نیز بعض اوقات ایک ایسا نور قلب سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا اُسنے تمام عالم کو منور کر دیا ہے"۔

مخدوما! ـــــ نماز سے لذت یاب ہونا بڑی نعمت ہے، ہمارے حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے، کہ :۔ "غیر منتہی کو نماز میں لذت میسّر نہیں، علی الخصوص فرائض میں، اس لئے کہ ابتداء میں زیادہ سے زیادہ نفلی نمازوں میں لذت

---

[۱] صاحب مکتوبات کے خاص خلیفہ ہیں ۱۲۔

محسوس ہوتی ہے" — لیکن "نہایت النہایۃ" (آخر) میں یہ نسبت فرائض سے مربوط و متعلق ہو جاتی ہے۔ ع

"این کار دولتست کنون تا کرا دہند"

حضرت مجددؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے، کہ: "جو لذت ادائے نماز کے وقت حاصل ہوتی ہے، نفس کو اس میں بالکل دخل نہیں ہوتا" ع

"ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھا"

اُور یہ بھی تحریر فرمایا ہے، کہ: "نماز کا رتبہ دنیا میں ایسا ہے جیسا کہ آخرت میں رویت باری تعالیٰ کا" — اُور یہ بھی فرمایا، کہ: "تمام عبادات، وسائل نماز ہیں، اُور نماز مقاصد میں سے ہے" ...... والسلام۔

مکتوب (۲۲۷) میرزا امان اللہ کے نام: —

...... بنی آدم کو جو امتیاز و فضیلت تمام "اجناسِ موجودات" میں حاصل ہے وہ ازراہِ عشق ہے۔ ع

"درد را جُز آدمی در خورد نیست"

انسان، جتنا زیادہ "موردِ درد و محبت" ہوگا، معیت و قرب میں بھی کامل تر ہوگا — (از روئے) "المرءُ مع من احبّ" — معیت، محب صادق کو ہر وقت نصیب ہوتی ہے۔

ع۔ ارباب نعمت کو اُن کی نعمتیں مُبارک ہوں۔!!

سرورِ کائنات فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود مجموعیت نے اتنے "دوامِ حزن"
اور "تواصلِ فکر" کے ساتھ موصوف تھے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے ـــــــ اور
جو شخص بھی اس دولت سے بے نصیب ہے، وہ چوپائے کے حکم میں ہے، بلکہ اس سے بھی
کم درجہ اور گمراہ تر ہے ... ... والسّلام۔

مکتوب (۲۲۸) مولانا محمد صدیق کے نام:ـــــــ

(احیائے سنّت و اماتتِ بدعت کی ترغیب و تحریص میں)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ـــــــ حامداً للہ العظیم و مصلیاً
علیٰ رسولہ الکریم ـــــــ اس وقت عہدِ نبوت سے دُوری اور قربِ قیامت
کی وجہ سے بدعت شائع ہوتی جا رہی ہے، اور بدعت کی ظلمتیں عالم پر محیط ہیں،
سنّت غریب و نادر ہو گئی ہے، اور اس کے انوار مستور ہو رہے ہیں "سُنن متروکہ"
کے زندہ کرنے، اور علومِ شرعیہ کے پھیلانے کے لئے کمرِ ہمّت خوب مضبوط باندھو، اور
اس امر کو وسیلۂ کمالِ رضا مندیٔ حق تعالیٰ بنالو، نیز "قربِ بارگاہِ محمدیؐ" کو بھی اسی
عمل سے ڈھونڈھو ـــــــ یہ مضمونِ حدیث ہے، کہ:۔ جو شخص میری ایسی سنّت کو جو
"متروکۃ العمل" ہو گئی ہے، زندہ کرے گا، اُس کو سَو شہیدوں کا ثواب ہے ـــــــ
ـــــــ احیاءِ سنّت کا پہلا درجہ تو یہ ہے کہ اس سنّت پر خود عمل کرے، اور اعلیٰ درجہ
اس سنّت کی نشر و اشاعت اور دوسروں کو اس پر عمل کرانے کی کوشش کرنا ہے۔

... ... والسّلام

مکتوب (۲۴۳) بنام پیرزادہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ ابن حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی معروف بہ خواجہ خرد[1]: ——— (درمیان سے)

... مشفقا! ——— آپ معارف توحید وجودی سے جو کچھ جانتے ہیں شوق سے لکھیں۔ یہ حال شریف ہے کس کو مجال سخن ہو سکتی ہے، کیونکہ اکابر اہل اللہ نے اس توحید وجودی کو بیان کیا ہے، اگرچہ از راہِ سکر و غلبۂ محبت ہی سہی ——— حضرت جدّ امجد (حضرت شیخ عبد الاحد قدوسیؒ) توحید وجودی میں قدمِ راسخ رکھتے تھے، اور

---

[1] خواجہ خرد رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں، ہنوز آپ کم سن تھے کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ عمر کے ابتدائی مراحل طے کر کے سنِ رشد میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے اجازت حاصل کی، بعد ازاں خواجہ حسام الدین اور شیخ الہداد سے (جو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے خلفاء تھے) اجازت اور اخذ طریقہ کی سند حاصل کی، اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم فاروقی دہلویؒ اور ان کے چچا شیخ ابو الرضا دہلویؒ، سید مبارک محدث بلگرامیؒ اور سید کمال سنبھلیؒ وغیرہم نے آپ سے علمی و روحانی فیوض حاصل کئے۔ ۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۰۷۴ھ کو وصال فرمایا۔ اپنے والد کی درگاہ کے احاطے میں دفن ہوئے۔ (ماخوذ از اسراریہ قلمی و انفاس العارفین و ماثر الکرام مؤلفہ آزاد بلگرامی) ان کا توحید وجودی کی طرف رجحان تھا۔ اس سلسلے میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے مکاتبت فرمائی، سوال جتنا اہم تھا جواب بھی اتنا ہی اہم ہے۔ حضرت سرہندیؒ نے اس مکتوب میں بہت دقیق اور اعلیٰ درجہ کی بحث فرمائی ہے۔ انتخاب میں بقدرِ ضرورت پر اکتفا کیا گیا۔

(اس مضمون میں) تصانیف عالیہ بھی تالیف فرمائی ہیں لیکن آداب شریعت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جیسا کہ محققین کا طریقہ ہے ـــــ بہرحال دوسروں کی نفی کرنا، اور حق کو اپنے علم میں ہی محصور و محدود رکھنا، اور اس کے علاوہ کو محال سمجھنا آپ جیسے حضرات سے بہت زیادہ محل تعجب ہے ......

مکتوب (۲۴۳) شیخ عبدالہادی فاروقی بدایونی[1] خلیفہ مجدد الف ثانیؒ کے نام :-

(فضیلت و خدمت درویشان میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــ بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات

"احوال فقرائے ایں حدود" مستوجب حمد ہیں ـــ اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و استقامت کی درخواست ہے ـــ مدت ہوگئی کہ آپ نے اپنے احوال سے کوئی اطلاع نہیں دی، خدا کرے کہ خیریت ہو، کیا عجیب نعمت ہے، یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے

---

[1] آپ بدایوں کے فاروقی النسب بزرگ تھے، آپ بھی حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کے اُن مریدین میں سے ہیں، جن کی تربیت باطنی حضرت مجدد الف ثانیؒ سے متعلق ہوئی تھی۔ انکسار و افتقار آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جو مکاتیب اپنے پیر و مرشد کو لکھے ہیں اُن میں آپ کی ترقی باطنی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مجددؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ آپ کا انتقال ۹ شعبان المعظم ۱۰۴۱ھ میں ہوا، مزار مبارک بدایوں میں خرم شاہ کے تکیے میں ہے۔ ۱۲

(زبدۃ المقامات، تذکرۃ الواصلین، آثار اولیائے شہر بدایوں)

کسی بندہ کو بڑھاپے اور زمانۂ ضعف میں آثار قبولیت کے ساتھ مزین فرمادے اور اس کے نور جبین کو اس کا شاہد عادل بنادے ـــــ منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک فاسق کو خواب میں اس کے مرنے کے بعد دیکھا، اور اس کے حالات دریافت کئے، اس نے کہا کہ مجھے بخشدیا گیا۔ سائل نے ازراہِ تعجب پوچھا: کس عمل کی وجہ سے؟۔ اس نے کہا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامیؒ نے بعد نمازِ عصر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تھے، میں بھی اس دعا میں شریک تھا، اور ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا جاتا تھا، اس دعا کے طفیل میں مجھے بخشدیا"۔ پس آپ جیسے درویشوں پر رشک و غبطہ کرنا چاہیئے، کہ دوستانِ خدا کی دوستی میں اپنے "موئے سیاہ" کو سفید کرلیا، اور ان کے دل میں اپنی جگہ بنائی۔ اس "امرِ عظیم القدر" کو تھوڑا خیال نہ کرنا ......

مکتوب (۲۳۴) خواجہ محمد کاظم کے نام :ـــــ

(ان کے والد خواجہ محمد ہاشمؒ کی تعزیت کرتے ہوئے)

.... اللہ تعالیٰ کے فعل پر راضی و شاداں اور جادۂ شریعت پر ثابت قدم رہیں، سنّتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہوں، اپنے والد کے "اوضاع پسندیدہ" کو ہاتھ سے نہ دیں، پانچوں نمازوں میں اوّل وقت حاضر ہوں ـــــ اپنی والدہ نیز تمام اہلِ حقوق کی رضا جوئی میں کوشش کریں۔ "موسم جوانی" کو غنیمت جانیں، اور اپنی پوری کوشش مرضئ حق تعالیٰ کے حاصل کرنے میں صرف کردیں۔ قوتِ جوانی کو اپنے آقائے حقیقی کی خدمات میں صرف کریں۔ ایام ضعف و پیری میں کیا کام ہوسکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان ایام کو یونہی گذاردیں، لہو و لعب اور عیش و عشرت میں پڑجائیں، وقتِ عیش تو آگے آرہا ہے :ـــ "اللھم لاعیش الا عیش الآخرۃ" یہ وقت، وقتِ کار ہے، نیک کاموں کے

کرنے میں کوشش کریں، اور سوائے مولیٰ تعالیٰ اور اس کی رضا کے اور کوئی مقصود نہ رکھیں فقر و مسکینی کو بجان و دل سے دوست رکھیں، نامرادوں اور دردمندوں کی ہم نشینی اختیار کریں۔ "صلحاء و درویشان" کو بدل و جان عزیز اور اُن سے مجالست رکھیں۔ "واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه الآية" (روک اپنے آپ کو ایسے لوگوں کے ساتھ جو یاد کرتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، چاہتے ہیں اللہ کی مرضی کو) اہل دنیا اور دنیا کے ٹھاٹ پر ہرگز "گوشۂ چشم" نہ ڈالیں، اور دنیا کے ٹھاٹ کو حقیر و ناچیز اور سم قاتل تصور کریں۔ طلباء کی خدمت حتی الامکان خود کریں، اور جہاں تک ہو سکے دوسروں پر ان کو نہ چھوڑیں۔

والسّلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

سید محمود القادری

تلخیص و ترجمہ

مکتوباتِ معصومیہ (جلد سوم)

(مرتبہ: حاجی محمد عاشور بخاری حسینیؒ)

مکتوب (۱) حضرت شیخ محمد سعید سرہندیؒ برادر کلاں کے نام: ———

(در ذکرِ لوازمِ شوق و محبت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— ع

"آمد ازاں جناب صحیفہ بسوئے من"

الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ——— بعد از تقدیم مراسمِ عقیدت و نیاز مندی عرض ہے ——— کہ ——— عنایت نامہ گرامی کے ورود سے، جو کہ مُلّا طاہر کی معرفت اِس مسکین کے تسکین"

ع۵ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دوسرے صاحبزادے ہیں ۱۰۰۵ھ میں پیدا ہوئے بچپن ہی سے صلاح و تقویٰ کا پیکر تھے، اپنے والد بزرگوارؒ، اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق سرہندیؒ، اور شیخ طاہر لاہوریؒ سے تعلیم حاصل کی حتیٰ کہ تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ میں مہارتِ تامہ پیدا کر لی (بقیہ صفحہ ۱۹۶ پر)

کے نامزد تھا ـــــ سعادت مند ہوا ـــــ اس مکتوب میں از راہ تلطف و مخلص پروری "مقدماتِ شوق آمیز" اور "فقرہ ہائے عشق انگیز" مندرج تھے، اس کے مطالعے نے "آتشِ مشتاقان" کو دوچند اور "شعلۂ فراق" کو سر بلند کر دیا ... بیشک لطفِ محبوب (حقیقی) بھی اسکے استغنا کی طرح سے عشق افزا اور آتش انگیز ہے مشتاقوں کی حالتِ سوختہ کو ہندی کا یہ مصرع خوب بیان کرتا ہے :۔ ع

"چونے کی سی کانکری جب چھڑکوں تب آگ"

(یعنی دلِ عاشق چونے کی ڈلی کی طرح ہے کہ جب اُس پر پانی چھڑکا جاتا ہے مثل آگ کے ہو جاتی ہے) ـــــ

عاشقِ مسکین کو نہ تابِ عتاب ہے نہ طاقتِ عنایت، نہ برداشتِ قہر ہے نہ یارائے مہر ع

"کہ وصل از ہجر باشد جانستاں تر"

"لوکشفہ (۱) لاحرقت سبحات وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلقہ"

(صـ۱۹۵ کا بقیہ حاشیہ) تحصیلِ علم کے زمانے ہی میں حضرت مجدد کی توجہ سے نسبت نقشبندیہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۷-۱۸ سال کی عمر سے درس دینا شروع کر دیا تھا۔ اور معقول و منقول کی مشکل سے مشکل کتابیں پوری استعداد سے پڑھائیں۔ بعض کتابوں پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح بھی ہے۔ فقہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے، اور دقیق سے دقیق مسائل معمولی توجہ سے حل فرما دیتے تھے، آپ کی وفات ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۵۲ھ کو ہوئی، مزار مبارک سرہند میں ہے ـــــ (ماخوذ از روضۃ القیومیہ رکن اوّل)

(۱) یعنی پردہ حق تعالیٰ ایک نور ہے، اگر وہ اس پردے کو اُٹھا دے تو یقیناً اسکے انوار ذات تمام مخلوق کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ (یہ حدیث، مسلم شریف کی ایک حدیث طویل کا جز ہے، اسکے اوّل ہے حجابہ النور)۔

—— یہ حدیث میرے بیان کی گواہ ہے۔ ؎

گیرم کہ بغم خانۂ ما یار بیامد
کو حوصلہ وطاقت دیدار کہ دارد

بخششہائے شاہ کو اسکے شتر ان بار بردار ہی اٹھایا کرتے ہیں —— ہستی عاشق جب تک درمیان میں ہے مورد صد بلا ہے۔ اس کی درستی نیستی میں، اور اس کی فلاح ترک ہستی میں ہے۔ ... ممکن کا کمال نفی کمال میں پوشیدہ ہے، اور اس کی خیریت، سلب خیریت میں مضمر ہے —— بھلا ایسا شخص جس کی نفی کمال میں کمال چھپا ہوا ہو اور جس کی "نیستی" میں بہتری ہو، اپنے مولا و آقا کے کمال وجمال سے کس طرح خبردار ہو سکتا ہے؟ —— مگر ہاں! وہ شخص جو "دام نیستی" سے "صید ہستی" کرے، اور وجود موہوب کے ساتھ موجود ہو (خبردار ہو سکتا ہے)۔ ... بات طویل ہو گئی۔ ع

"بندہ باید کہ حد خود داند"

آپ نے اس مسکین کی آمد کا انتظار ظاہر کیا ہے۔ ع

"از دوست یک اشارہ از ما بسر دویدن"

یہ تو عین سعادت قصیر ہے، کہ خدمت والا میں پہنچے، اور برکات صحبت سے مستفیض ہو۔

مکتوب (۳) شیخ محمد خلیل اللہ[لہ] کے نام: ——
(اپنے برادر کلاں شیخ محمد سعیدؒ کے مناقب و آثر میں)

لہ یہ شیخ محمد خلیل اللہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند خازن الرحمۃ حضرت شاہ محمد سعید سرہندیؒ کے صاحبزادے اور حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ کے بھتیجے ہیں۔ ۱۲

نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ ونسلم ——— (برادرم
شیخ محمد سعیدؒ کے اندر) بچپن ہی سے آثار قبول وکرامت ظاہر اور اطوارِ لابت ونجابت ہویدا تھے
حضرت قطب الولایۃ خواجہ محمد باقیؒ کے زمانۂ حیات میں آپ چونکہ خرد سال تھے، اس لئے ان کی
خدمت میں نہیں پہنچ سکے تھے، لیکن خواجہؒ نے ان کے حق میں فرمایا تھا کہ محمد سعید(۱) ہمارا اہم پیشہ ہم کار ہے
اس نے غائبانہ ہم سے نسبت حاصل کر لی ہے ۔ ع

"فی المھد(۲) ینطق عن سعادۃ جدّہٖ"

آپ نے ظاہری وباطنی کمالات اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاصل کئے ہیں ———
سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہرہ معقولہ ومنقولہ کی تحصیل کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا تھا ———
والد بزرگوار کی طرح کمال تقویٰ سے آراستہ، متابعتِ سنّت اور "عمل بعزیمت" سے پیراستہ ہیں۔
نرمیِ کلام، تواضعِ تمام، مہمانوں کی خبر گیری کا اہتمام، بذلِ موجود اور نفیِ وجود ان کا شیوہ اور
طریقہ ہے ——— قرآن مجید کو سندِ عالی کے ساتھ تجویداً سیکھا ہے ۔
حدیث نبویؐ "علیٰ مصدرھا الصلوٰۃ والسلام" میں سندِ جید اور رتبۂ اعلےٰ
رکھتے ہیں ۔ فقہ میں بھی اونچی استعداد ہے ۔ حضرت ایشاں (مجدّد صاحبؒ) کو اکثر اوقات جب

---

(۱) زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کہ محمد سعید چار پانچ سال کے ہوں گے کہ بیمار پڑ گئے، میں نے اُن کے غلبۂ ضعف کی حالت میں دریافت کیا کہ بیٹا کیا چاہتے ہو؟ بے اختیار جواب دیا: حضرت خواجہ (باقی باللہؒ) کو چاہتا ہوں ۔ میں نے یہ کلمات حضرت خواجہؒ کو لکھ بھیجے، حضرت قدس سرّہٗ نے تحریر فرمایا، کہ :- تمہارے محمد سعید نے ہماری نسبت غائبانہ طور پر اُچک لی ہے ۔ ۱۲
(۲) یہ لڑکا اپنے گہوارے میں اپنی سعادت بخت کو بیان کر رہا ہے ۔ ۱۲

کسی فقہی مسئلے کی تحقیق کرنی ہوتی تھی تو اُن سے اس مسئلے کی وضاحت طلب کرتے تھے ——
جب یہ "حلِّ مشکلات مسائل" کر دیتے تھے، اور بعض پیچیدہ مسئلوں میں راہ خلاصی نکال دیتے تھے، تو حضرتِ والاؒ بہت خوش ہوا کرتے تھے، اور ان کے حق میں دعائیں کیا کرتے تھے حضرتِ والا کی زندگی ہی میں یہ مراتب کمال و تکمیل کو پہنچ گئے تھے، اور ان کی موجودگی ہی میں خلافت حاصل کر کے تعلیم طریقہ اور ارشادِ طالبہ کا کام انجام دینے لگے تھے —— کمال "عقل معاد" کے ساتھ ساتھ "عقل معاش" میں بھی درجۂ کامل رکھتے ہیں —— چنانچہ حضرت ایشانؒ اکثر امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، اور ان کی رائے کو پسند فرماتے تھے۔ امورِ باطن میں بھی یہ حضرتِ والا کے رازدار تھے۔ حضرت مجددؒ جو اسرار ان کے درمیان رکھتے تھے اُن اسرار میں دوسرا کم شریک ہوتا تھا، ان کو حضرت مجددؒ کے اسرارِ خاصہ اور معاملاتِ خاصہ کے ذریعے بشارت دی گئی ہے، امراضِ ظاہری والے ان کی توجہ سے شفا پاتے ہیں، اور امراضِ باطنی والے ان کے تصرف سے جمعیتِ قلب کی راہ اختیار کرتے ہیں ... ... والسّلام

مکتوب (۶) سلطانِ وقت حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے نام: ——

(در ذکر مواعظ و ادائے شکر نعمت امن و امان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم —— بعد حمد و صلوٰۃ ——

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلے اور یوں فرمایا کہ اے معاذ! میں تجھے تقویٰ اللہ، صدقِ کلام، وفائے عہد، ادائے امانت، ترکِ خیانت، رحم بریتیم، حفاظتِ ہمسایہ، ضبطِ غصہ، نرمیٔ کلام، بذلِ سلام، لزومِ امام، تفقہ فی القرآن، حبِّ آخرت، خوفِ حسابِ آخرت، کوتاہیٔ آرزو، اور حُسنِ عمل کی وصیت کرتا ہوں،

اور منع کرتا ہوں اس بات سے کہ کسی مسلم کو برا بھلا کہے یا کسی کاذب کی تصدیق اور صادق کی تکذیب کرے، یا امامِ عادل کی نافرمانی کرے، اور فساد فی الارض میں حصہ لے ــــ اے معاذ! اللہ کا ذکر کر، ہر شجر و حجر کے قریب اور ہر گناہ کی توبہ کر ــــ پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ طور پر اور علانیہ کی علانیہ طور پر (۱) ــــ (رواہ البیہقی فی کتاب الزہد)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، کہ ایک شخص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ :- یا رسول اللہؐ! میں خادم کو کتنی مرتبہ معاف کروں ؟ - پس سکوت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے - پھر اُس شخص نے عرض کیا کہ کتنی مرتبہ معاف کروں ؟ تو فرمایا، کہ :- ایک دن میں ستّر مرتبہ ــــ (رواہ مسلم فی صحیحہ)

کمترین دعاگویان نیازمند ــــ حضرت سلطان الاسلام، ظل اللہ تعالیٰ علی الانام، باسط مِہاد العدل والانصاف، ہادم اساس الجور والاعتساف، امیر المومنین انار اللہ برہانہ کی خدمت میں لکھتا ہے، اور اظہارِ نیازمندی و خاکساری کرتے ہوئے نعمتِ امن و امان، رزقِ اسلام اور قوتِ شعائرِ اسلام کے ظہور پر شکر و ثنا کرتا ہے، نیز آپ کے لئے درازیٔ عمر، شوکت و ظفر اور نصرت کی دعا اپنے زاویۂ نامرادی اور گوشۂ شکستگی میں درویشوں کے ساتھ کرتا رہتا ہے، چونکہ یہ دعا خلوصِ دل سے ہے، اور پس پشت ہے، اسلئے امید ہے کہ قرینِ قبولیت ہوگی۔ آفتابِ دولت و سلطنت برافقِ مجد و علیٰ تاباں باد ــــ بالنبی الامی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات۔

---

(۱) ظاہر حدیث سے تمسک کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ کرنا ضروری ہے، اور محققین کے نزدیک یہ امر استحبابی ہے۔ (حاشیۂ حصن حصین)

مکتوب (۹) قاضی عنایت اللہ کے نام :۔۔۔۔۔ (نصائح ضروریہ میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ کما یجری۔

امابعد ۔۔۔۔ صحیفۂ گرامی جو اس مسکین کے نامزد تھا، اُسکے ورود سے خوشی اور مشرف ہوا۔ مخدوما! ۔۔۔۔ ماسوی اللہ میں گرفتار ہونا امراض قلبیہ میں سے شدید ترین مرض ہے، اس کے ازالہ کی فکر کرنا بہت ضروری ہے ۔ ع

در خانہ اگر کس ست یکحرف بس ست

مکتوب گرامی پہنچنے اور مطالعہ کرنے کے بعد گم ہوگیا، جواب میں توقف اس وجہ سے ہوا، کہ وہ خط مل جائے، تو دوبارہ اس کو دیکھ کر جواب لکھا جائے، لیکن ابھی تک وہ خط نہیں مل سکا، ناچار چند کلمات لکھتا ہوں ۔۔۔۔ تم نے اظہار شوق کیا تھا، اور اپنے درد دل کی خبر دی تھی، اس شوق کو نعمت عظمیٰ، اور اس درد کو سرمایۂ سعادت تصور کرو ۔۔۔۔ ایک درویش نے فرمایا ہے، کہ اگر نخواستے (شرط) داد ۔۔۔۔ ندادے خواست (جزا) ۔۔۔۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ دینا نہ چاہتا تو طلب کا مادّہ نہ عطا کرتا ۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ آتش شوق کو مشتعل اور شعلۂ طلب کو سربلند کردے، یہاں تک کہ اپنے ماسوا سے بیگانہ بنادے، اور بے فائدہ کشمکش سے رہائی بخشے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بزرگوں کا مقولہ ہے:۔ "دست بکار، دل بیار" ۔۔۔۔ حضرت حق کا محل نظر دل ہے ۔۔۔۔ دل کو پاک صاف رکھا جائے، اور اُسے ماسوائے حق کے التفات سے یکسو کر دینا چاہیئے۔ سے

ذکر گو ذکر، تا ترا جان ست ٭ پاکیٔ دل ز ذکر رحمان ست

۔۔۔۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب (۱۱۱) محمد باقر لاہوری کے نام ۔ ——— (نصائح ضروریہ میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— صحیفۂ گرامی جو ازراہِ محبت ارسال کیا تھا۔
پہنچا۔ خوش وقت کیا۔ اسی طریقے سے اپنے حالات لکھتے رہا کرو، کہ یہ توجہ غائبانہ کا ذریعہ ہے۔
جو کچھ اپنی سرگذشت لکھی تھی، اور مقدماتِ طلب کا ذکر کیا تھا کہ اولاً وساوس کا ہجوم ہوا پھر
وساوس میں قلت ہو گئی، نیز حلاوتِ ذکر اور ظہورِ شوق و ذوق کے متعلق جو کچھ لکھا تھا یہ سب
باتیں معلوم ہوئیں ——— کسی نے خوب کہا ہے :- ؎

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم
کہ نو پروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم

جب تم اس راستے میں آ گئے ہو تو مردانہ وار آؤ اور طلبگاری کے جو جو لوازم ہیں ان کو
پورا کرو۔ شریعتِ غرا کے "عروۂ وثقیٰ" کو ہاتھ سے نہ دو ——— سُنَنِ نبویہ کو دانتوں سے مضبوط
پکڑ و ——— بدعت سے اور صحبتِ بدعتی سے بچتے رہو ——— کمرِ ہمت کو خدمتِ مولائے حقیقی
جلِ سلطانہٗ میں کس کر باندھ لو ——— درگاہِ قدس کی جانب کمال توجہ کو بڑی نعمت سمجھو۔
اور جو چیز بھی اس دولتِ معنوی کی مانع اور منافی ہو اُس سے سیکڑوں کوس دُور بھاگو،
محبت و اطاعتِ شیوخ پر مستقیم رہو کہ اس راہ کا مدار، اُن کی محبت و اطاعت پر ہے . . . .
جس قسم کی اجازت تم کو دے دی گئی ہے اسکے موافق عمل کرو ——— یہ اجازت اس لئے
دی گئی ہے، تاکہ چند آدمی یکجا مشغولِ ذکر رہیں ——— ہمارے طریقے میں تنہا بیٹھنے سے
یہ روش بہتر ہے (کہ یکجا کئی اشخاص مشغولِ ذکر رہیں) تاکہ ایک دوسرے کا فیض ایک دوسرے
پر منعکس ہو ——— یہ بات مُجازلہٗ (جس کو اجازت دی گئی ہے) کے کمال پر موقوف
نہیں ہے، ہاں یہ ضرور ہے، کہ وہ "سر حلقہ" ہوتا ہے، اس ضمن میں خود اسکی تربیت

بھی ہے، اور اسکے مسترشدین کی تربیت بھی ـــــ حق سبحانہٗ درجاتِ کمال و اکمال میں ترقی عطا کرے، اور خود بینی و پندار سے چھٹکارا دے ـــــ والسّلام علیکم و علےٰ سائر من اتبع الھدےٰ والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ وعلےٰ آلہٖ الصلوات والتسلیمات والبرکات العُلیٰ۔

مکتوب (۱۴۴) اسلام خاں[1] کے نام : ـــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ الحمد للہ العلی الاعلےٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ المجتبیٰ وعلیٰ سائر عبادہ الذین اصطفیٰ ـــــ

التفات نامہ گرامی، جو بذریعہ ڈاک چوکی بھیجا تھا ـــــ پہنچا ـــــ چونکہ اس خط سے آں مشفق اور اُسکے متعلقین کی سلامتی کی اطلاع ملی، اِسلئے سبب فرحتِ فراواں ہوا ـــــ میری طرف سے کم کم خط پہنچنے کی تم نے شکایت

---

[1] میر ضیاء الدین حسین بن محمد حافظ البدخشی الدھلوی ـــــ اسلام خاں شاہی خطاب تھا ـــــ عالمگیرؒ کے قدیم ملازم تھے، ان کی شاہزادگی کے زمانے میں دیوان سرکارِ شاہی سے مفتخر تھے ـــــ بہت دلیر تھے، بہت سی جنگوں کو فتح کیا تھا ـــــ سال چہارم جلوسِ عالمگیری میں صوبہ داریِ کشمیر ان کے سپرد ہوئی، پھر صوبہ اکبر آباد (آگرہ) کی صوبہ داری سے ممتاز ہوئے ـــــ آگرہ میں ایک ماہ بھی نہ گذرا تھا کہ ۱۰۷۴ھ میں داعیٔ اجل کو لبّیک کہا، اور مُسافرِ مُلکِ بقا ہوئے ـــــ غنی کشمیری نے ان کی تاریخِ وفات یوں لکھی ہے۔ ع : ـــــ "مُرد اسلام خانِ والاجاہ" (۱۰۷۴ھ) (ص ۲۰۱ پر دیکھئے)

لکھی ہے ———

کرما! — فقیر اس معاملے میں بہت کاہل واقع ہوا ہے — علاوہ ازیں اس طرف کے جانے والے بھی کم ملتے ہیں — اُمید کہ مجھے معذور رکھو گے — خدا نہ کرے کہ تمھاری نسبت میں کوئی فتور اور محبت میں کوئی قصور آئے، بلکہ اُمید ہے کہ جتنا زمانہ بڑھتا جائے گا نسبتِ معنوی بڑھتی جائے گی، اور جتنے ایام گذریں گے آتشِ شوق مشتعل ہوتی جائے گی، اور بادۂ محبت جوش میں آجائے گا — ع

"شرابِ کہنہ مالذتِ دگر دارد"

ہر چند کہ "کُلُّ جَدِیدٍ لَذِیْذٌ" مشہور بات ہے، لیکن محبت جس قدر کہنہ اور دیرینہ ہوتی ہے، نشۂ دیگر لاتی ہے، اور ثمراتِ بے اندازہ بخشتی ہے ....

والسلام

———

(ص ۲۰۳ کا بقیہ حاشیہ) صاحب المعارف والایقان میر محمد نعمان اکبر آبادیؒ (جن سے خان مذکور کو بہت اعتقاد تھا) کے مقبرے میں مدفون ہوئے — اپنی حیات میں ایک مسجد نزدیکِ مزارِ میر محمد نعمان تعمیر کی تھی جس کی تاریخ ان الفاظ سے برآمد ہوتی ہے: "بانی - اسلام خان بہادر" — عید گاہ کشمیر بھی ان ہی اسلام خاں کی بنوائی ہوئی ہے، ان کے لڑکے ہمت خاں بخشی میر عیسیٰ تھے، اور ان کی لڑکیوں میں سے ایک میر ابراہیم ولد میر محمد نعمانؒ کو منسوب ہوئی تھیں — اسلام خاں بڑے صاحبِ کمال تھے — آپ شاعر بھی تھے — یہ شعر آپ کا مشہور ہے۔ ؎

وسعتے پیدا کن اے صحرا کہ امشب در غمش ❊ لشکرِ آہِ من از دل خیمہ بیروں می زند

(مآثر الامراء جلد اوّل، نزہۃ الخواطر جلد ۵، قاموس المشاہیر جلد اوّل)

مکتوب (۱۵) اسلام خاں کے نام :—

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — بعد حمد و صلوٰۃ —

احوال و اوضاع فقرائے ایں حدود دستوجب حمد ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے تمھاری ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت چاہتا ہوں —
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" پس ضروری ہے کہ انسان اپنے حاصل کار اور نقد روزگار میں تامل کرے، اور خوب اچھی طرح دیکھے کہ روزِ موعود (قیامت) کے لئے جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی — اُس نے کیا مہیا کیا ہے ؟ اور یہ بھی دیکھے کہ اُس کے حسنات میں سے کون سا عمل قابلِ قبول ہے، اور کون سا لائقِ رد ہے — اللہ تعالیٰ نے آدمی کو عبث اور مہمل نہیں پیدا کیا ہے، اور نہ اس کو بے تکمیل چھوڑ دیا ہے کہ جو جی چاہے کرے، اور جس طرح چاہے زندگی گذارے — انسان کی تخلیق کا مقصد، وظائفِ بندگی کی ادائیگی اور تحصیلِ فنا و نیستی ہے جو کہ حاصلِ معرفت ہے — حق تعالیٰ "دینِ خالص" چاہتے ہیں، شرکت پر راضی نہیں ہیں، وہ مخالفتِ نفس کا بھی مطالبہ کرتے ہیں — اور ہم بوالہوس ہیں کہ مرادِ نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور لذتِ عاجلہ کی تحصیل میں کوشاں ہیں "وما ظلمھم اللّٰہ ولٰکن کانوا انفسھم یظلمون" (اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا، خود انھوں نے اپنے نفسوں

لہ اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے، کہ اُسنے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔ ۱۲

پر ظلم کیا ہے) ــــ دوستوں سے دعائے سلامتی خاتمہ کی اُمید ہے۔
والسّلام

مکتوب (۱۶) محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام:ــــ

(اُن لوگوں کے رد میں، جو مسندِ مشیخت پر بیٹھ کر خلافِ شریعت اور گمراہ کُن باتیں کرتے ہیں، اور سوالات کے جواب)......

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ــــ بعد حمد وصلوٰۃ ــــ

مکتوبِ مرغوب جو ازراہِ محبت بھیجا تھا ــ پہنچا ــ خوش وقت کیا، اور چونکہ وہ عافیت اور استقامت پر مشتمل تھا، اسلئے اُسنے فرحت پر فرحت بڑھائی ــــ شُکرِ خدا کہ محبّتِ فقراء سے خالی نہیں ہو، اور کسی نہ کسی طریقے سے یاد کر لیتے ہو ــــ تم نے اپنے علاقے کے بعض گمراہ کُن لوگوں کے حالات لکھے ہیں، اور ان کے کچھ معتقدات بھی بیان کئے ہیں......

تم نے لکھا ہے کہ وہ گمراہ لوگ بعث بعد الموت اس طریقے پر مانتے ہیں، کہ یہ جسم خاک سے پیدا ہوا ہے، پھر خاک ہو جائے گا، اور خاک سے گھاس اُگے گی، اور گھاس کو حیوانات کھائیں گے، حیوانات کا گوشت انسان کھائے گا اُس سے نطفہ بنے گا، اور نطفے سے پھر آدمی پیدا ہوگا، وہ قیامت بھی اسی (چکّر) کو قرار دیتے ہیں ــــ جاننا چاہیئے کہ یہ قولِ مذکور، حشر ونشر اور روزِ قیامت کا صریح انکار ہے، جو کہ عین کفر و زندقہ ہے ــــ اور یہ قول اُن احادیث اور نصوصِ قرآنیہ کا انکار ہے، جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت آئے گی، مُردے گور سے اُٹھیں گے، اوّلین و آخرین ایک جگہ جمع ہوں گے، حساب کتاب درمیان میں آئے گا، میزان

برپا ہوگی، پُل صراط نصب کیا جائے گا، مومنانِ تقویٰ شعار پُل صراط سے گذر کر بہشت میں جائیں گے، کافر، دوزخ میں گر پڑیں گے، اور عذاب دائمی میں گرفتار ہوں گے۔

روزِ قیامت کا انکار، کفرِ صریح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ ہ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ ہ فیومئذ وقعت الواقعۃ ہ وانشقت السماء فھی یومئذ واھیۃ ہ والملک علیٰ ارجآئہا ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمٰنیۃ ہ[1] (الیٰ اٰخر الآیات) (سورۃ الحاقہ)

تم نے یہ بھی لکھا تھا، کہ گمراہ لوگ کہتے ہیں، کہ :۔ "نماز مردم ظاہر ہیں کے واسطے ہے، ذکرِ قلبی وغیرہ خواص کے لئے ہیں، تمام انسان اور جمیع اشیاء ایسی عبادت میں مشغول ہیں جو عبادتِ ظاہری کے علاوہ ہے، اگرچہ وہ خود واقف نہ ہوں کہ ہم عبادت کر رہے ہیں، اور شریعت کو آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص العقل آدمیوں کے لئے مقرر کیا ہے، تاکہ کوئی فساد اور خرابی برپا نہ ہونے پائے"۔ (نعوذ باللہ)

---

[1] پھر جب صور میں یکبارگی پھونک ماری جاوے گی (مراد نفخۂ اولیٰ ہے) اور (اس وقت) زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) اٹھائے جائیں گے، پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جاویں گے تو اس روز ہونے والی ہو پڑے گی، اور آسمان پھٹ جاوے گا، اور وہ (آسمان) اس روز بالکل بودا ہوگا، اور فرشتے (جو آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں) اسکے کنارے پر آجاوینگے اور آپکے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے۔ (بیان القرآن)

مخدوما! ــــ جو شخص نماز اور سائر احکام شرعیہ کو ایسا کہتا ہے انتہائی جہالت اور نقصانِ عقل کی بات ہے، نماز تو وہ ہے جس کو پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ستونِ دین فرمایا ہے، جس نے نماز کو قائم کیا، دین کو قائم کیا، جس نے نماز کو چھوڑا اپنے دین کو ڈھایا۔ نماز کو معراجِ مومن فرمایا ہے۔ اور آپ نے اپنی راحت، نماز میں محسوس فرمائی ہے، اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں پائی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:ــ

"ارحنی یا بلال!ــ قُرّۃُ عینی فی الصّلوٰۃ ــــ (اے بلال! مجھے راحت دو "اذان دے کر") ــــ (نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ ہے)۔

جو قُرب، ادائے نماز کے وقت ہوتا ہے، وہ نماز کے باہر نہیں ــــ حدیث میں آیا ہے:ــ

"اقرب ما یکون العبد الی الرب فی الصّلوٰۃ" (بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے) ــــ

اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے، کہ:ــ

"درمیانِ بندہ و خدا جو حجاب ہے وہ نماز میں اُٹھا دیا جاتا ہے"۔ــ

نیز وارد ہوا ہے:ــ

"الساجد یسجد علیٰ قدمی اللہ فلیسجد ولیرغب" (سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس چاہئے کہ سجدہ کرے، اور رغبت کے ساتھ سجدہ کرے) ــــ

الغرض جو کمال بھی ہے، وہ احکام شرعیہ کی ادائیگی سے وابستہ ہے۔ شریعت سے علیحدہ ہو کر (کوئی کمال، کمال نہیں) ضلالت و گمراہی ہے۔ فماذا بعد الحق

الاضلال ـــــ قرآن مجید اور احادیث نبویہ سب کے سب ادائیگی احکام شرعیہ کی دعوت دیتے ہیں، صراطِ مستقیم یہی ہے، اسکے علاوہ سب راستے شیاطین کے راستے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن ہمارے سمجھانے کے لئے) ایک خط کھینچا اور فرمایا:۔ یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، پھر کئی خط اسکے دائیں بائیں کھینچے، اور یوں فرمایا، کہ:۔ یہ شیاطین کے راستے ہیں، ان میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے، اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

"وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ (الآیۃ)" ـــــ

(رواہ احمد والنسائی والدارمی)

اس قول کو جو جمیع انبیاء کا متفق علیہ قول ہے، اور جس پر تمام علمائے حق کا اجماع ہے کسی کے خیالاتِ باطلہ کی بناء پر نہیں چھوڑا جا سکتا، شریعت کو ناقص العقل لوگوں کے لئے بتانا یہ عین کفر والحاد ہے۔ اعاذنا اللہ سبحانہ وایاکم من ھذا الاعتقاد ـــــ

تم نے یہ بھی (بطور سوال) لکھا تھا، کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:۔

"ان اللہ خلق آدم علی صورتہ" (یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) ـــــ پھر خدا کو بیچون وبے نظیر اور بے نمونہ بھی کہتے ہیں ـــــ یہ عجیب حیرانی کی بات ہے"

مخدوما! ـــــ کوئی حیرانی کا موقع نہیں ہے، دین کی جو بات یقین سے متواتر ثابت ہوئی ہے اس پر اعتقاد راسخ رکھنا چاہئیے۔ البتہ اس قسم کے الفاظ کو ظاہری

معنیٰ سے ہٹا دیا جائے، یا اس کا علم حق سبحانہٗ کے حوالے کر دینا چاہئیے ——
(در حقیقت) حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو اپنے کمالات سے آراستہ اور اپنے صفات سے موصوف کیا، اور ان کو ایک کامل تر آئینہ بنا دیا، پس جو مشارکت و مشابہت حضرت حق جلّ شانہٗ سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا ہوئی وہ مشارکت و مشابہت محض صورت میں ہے، نہ کہ حقیقت میں —— مثلاً علمِ ممکن کو دیکھ لو، کہ وہ علمِ واجب کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتا ہے (کچھ بھی نہیں) ممکن کی قدرت، واجب کی قدرت کے آگے کیا اعتبار رکھتی ہے؟ اسی پر تمام صفات کو قیاس کر لو ——
پس کہا جا سکتا ہے، کہ: "ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ" ——
مشابہت صوری اور مناسبتِ اسمی کا اعتبار کر کے مجازی طور پر فرمایا گیا ہے ——
لفظ "علیٰ صورتہ" میں خود یہ نکتہ اور اشارہ موجود ہے، کہ یہ مشارکت و مناسبت صورت و اسم میں ہے، حقیقت میں نہیں ہے۔ اسلئے کہ ممکن والے کمالات و اوصاف واجب کے صفات و کمالات کے آگے، اختلافِ آثار کے اعتبار سے حقیقتِ دیگر رکھتے ہیں —— سوائے نام اور صورت کے کوئی شرکت نہیں ہے —— "ما للتراب و رب الارباب" (چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک) ۔ ۔ ۔ ۔

تم نے یہ بھی لکھا تھا، کہ: ــ قرآن میں آیا ہے: "الا انہٗ بکل شیٔ محیط"، (اللہ تعالیٰ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے) ——
وہ کس طرح اور کس طریقے سے محیط ہے" ——

سو واضح ہو کہ احاطہ دو قسم پر ہے، اگر احاطے کو احاطۂ علمی قرار دیا جائے، جیسا کہ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے، اور خود قرآن بھی اس احاطۂ علمی کو

بیان کر رہا ہے، " وان اللہ قد احاط بکل شیٔ علماً " ــــ تب تو کچھ بھی جائے تحیّر اور محلّ شبہ نہیں ہے، اور اگر علاوہ احاطۂ علمی کوئی اور احاطہ ثابت کیا جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ احاطہ " احاطۂ جسم بجسم " کے قبیل سے ہے، جو کہ تنزیہ و تقدیس کے منافی ہے لہذا یہ منجملۂ متشابہات ہوگا، جیسا کہ قرآن میں ید اور وجہ (اللہ تعالیٰ کے لئے) آیا ہے۔
ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ محیط ہے، اور ہمارے ساتھ ہے، اور اس احاطے کی کیفیت معلوم کرنے میں ہر گز مشغول نہ ہوں، اور جو کچھ معلوم و مکشوف ہو، اللہ تعالیٰ کو اس سے منزّہ و مبرّا جانیں، متشابہات میں یہی طریقہ اسلم ہے ــــ اگر ہمارے پاس ہوتے، تو اس سے زائد اور کچھ بیان کیا جاتا، بمشیت اللہ تعالیٰ ــــ فی الحال اسی پر اکتفاء کرو۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مخدوما! ــــ اس قسم کے گمراہ کُن لوگ جو ایسے معتقدات رکھتے ہوں (جن کا ذکر شروع میں آیا ہے) اور پھر اپنے آپ کو مسندِ مشیخت پر فائز کئے ہوئے ہوں، دین کے چور ہیں، ان کی صحبت سے دُور رہنا چاہئے، یہ لوگ دین سے بالکل بیگانہ ہیں، ربقۂ اسلام سے باہر ہیں، دریائے ضلالت میں غرق ہیں، دوسروں کو بھی سیدھے راستے سے ہٹاتے ہیں :ــــ

"ضلوا فاضلوا" (یہ خود گمراہ ہوئے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا)

ان لوگوں سے بچو! ان کی صحبت کو سمّ قاتل سمجھو، جو ابدی موت تک پہنچاتی ہے۔ شیر سے جتنا بھاگتے ہو، اُس سے زیادہ ان کی صحبت و رویت سے بھاگو ــــ تمھارے بھائیوں سے تعجب ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے معتقد ہو گئے ہیں، اور اپنے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں۔ عجب تر یہ ہے کہ تم نے لکھا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے

تربیت پا رہے ہیں ـــــ جس کے دین و ایمان میں کلام ہو، وہ دوسرے کی تربیت کیا خاک کرے گا ۔ ع ـــــ

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

ابھی کچھ نہیں گیا ہے، جب تک موت کے غرغرے کا وقت نہ آئے، درہائے توبہ کھلے ہوئے ہیں ـــــ (تمھارے بھائی) ایمان کو ہرگز برباد نہ کریں ـــــ خبر کردن شرط است ... ... والسّلام

مکتوب (۱۷) مرزا ابوالمعالی[1] کے نام : ـــــ (نصائح ضروریہ)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ـــــ بعد حمد وصلوٰۃ ـــــ

صحیفۂ گرامی کے مطالعے سے مشرف و مفتخر ہوا ـــــ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور جادۂ شریعت و طریقت پر استقامت بخشے ـــــ تم نے لکھا تھا، کہ نفحات الانس (مولفۂ مولانا جامیؒ) سے

---

[1] مرزا ابوالمعالی پسر میرزا والی ـــــ آپ اپنے والد کی وفات کے بعد منصب ہزاری و چہار صد سوار سرفراز ہوئے، اعلیٰ حضرت شاہجہاںؒ کے چھبیسویں سال جلوس میں منصب دو ہزاری و پانصد سوار اور جاگیرداری و فوجداری بیوتسان سے عزّت پائی، اسکے بعد اکتیسویں سال جلوس میں صوبہ داری ترہٹ (علاقہ بہار) سے نوازے گئے ۔ عہد عالمگیری میں گرانقدر انعامات حاصل کئے، اور منصب میں اضافہ ہوا ۔ فوجداری دربھنگہ صوبۂ بہار پر بھی فائز ہوئے ۔ سال ششم جلوس عالمگیری میں حسب الحکم الہ ؤردی خاں فوجدار گورکھپور ۔ ایک باغی کی سرکوبی اور گوشمالی کے لئے آئے، اور اسی علاقے (گورکھپور) میں سنہ ۱۰۷۴ھ میں انتقال کیا ـــــ (ماخوذ از ماثر الامراء جلد سوم)

بزرگوں کے حالات دیکھ کر اُن حالات کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن چونکہ وہ کوشش بغیر رہنمائی سالک تھی، اسلئے اس کا کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوا، اور کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

مکرما! ـــــ جو کچھ تم نے لکھا ہے ٹھیک ہے، واقعی اس راہِ غیب الغیب میں مرشدِ کامل کی دستگیری کے بغیر راستہ چلنا اور سلوک طے کرنا بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "وابتغوا الیہ الوسیلۃ[1]" ـــــ جب کہ سلاطین مجازی کی بارگاہ میں بے وسیلہ باریابی نہیں ہو سکتی، تو سلطانِ حقیقی و شہنشاہِ تحقیقی کی درگاہ میں تو وسیلہ بہت ہی ضروری ہے۔

مجھ مسکین کے بارے میں از راہِ حُسنِ ظن جو کچھ لکھا ہے وہ خود تمھاری بزرگی کی بات ہے، اور تم نے اپنے ہی آئینے میں مجھ دور از کار کو دیکھ لیا ہے، ورنہ :۔ ؎

من ہیچم و کم ز ہیچ بسیارے
وز ہیچ کم از ہیچ نیاید کارے

ہاں اتنی بات ضرور ہے، کہ جو کچھ بزرگوں سے اس ہیچمدان کو پہنچا ہے، وہ طلباء کے درمیان لے آتا ہے۔ بعض کو فائدہ بھی ہو جاتا ہے، اور اکابر کے انفاسِ نفیس کی برکت سے اُن کے کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

یہ مسکین تمھاری خدمت کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے، لیکن کیا کیا جائے، کہ طریقۂ نقشبندیہ کا دارومدار شیخ مقتدیٰ کی صحبت اور رابطۂ صحبت پر ہے، کشودگی کار اور ترقی اسی سے متعلق ہے ـــــ ہمارے بزرگوں کا طریقہ اتباعِ سنت و اجتناب از بدعت ہے ـــــ لہٰذا صحبتِ شیخ کامل میسر آنے تک متابعتِ سنت پر مستقیم رہو،

[1] وسیلہ کے اصل معنیٰ "ذریعۂ قرب" میں اس لحاظ سے تمام طاعات و حسنات وسیلہ ہیں اور ولی کامل مرشد کو بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ... [illegible]

اور سُننِ متروکہ کو زندہ کرتے رہو ـــــ حدیث میں آیا ہے :ـــ

"من احییٰ سُنّتی بعد ما امیتت فلہٗ اجر مأتہ شھید"
(یعنی جو میری مُردہ سُنّت کو زندہ کرے گا اُس کو سو۱۰۰ شہیدوں کا ثواب ملے گا) ـــــــــــــــ

سُنّتِ متروکہ کا احیاء یہ ہے، کہ خود عمل میں لائے، اور اس کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے، کہ دوسروں کو بھی اس کی دلالت کرے، تاکہ دوسرے لوگ بھی اس پر عمل کریں ترقی اور حصولِ مراتبِ قرب، تمام تر اتباعِ سنّت ہی سے وابستہ ہے۔ آیۂ کریمہ :۔ "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" ـــــ اس حقیقت کی گواہ ہے۔

بدعت سے دُور رہو، بدعتی کی صحبت میں نہ بیٹھو، بلکہ اپنی مجلس میں بھی اُس کو جگہ نہ دو ـــــ حدیث شریف میں آیا ہے :۔

"اھل البدعۃ کلابُ اھل النار[1]" ـــــــــــــــ

اپنے اوقات کو اُن طاعات واذکار اور دعاؤں سے معمور رکھو، جو رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، اور کتبِ حدیث میں مذکور ہیں۔ ۔ ۔ تکرارِ کلمۂ طیبہ ۔ ۔ ۔ جس قدر بھی ہوسکے کرو ۔ ۔ ۔ تمام صوفیاء اس بات پر متفق ہیں، کہ باطن کے روشن کرنے میں یہ کلمہ، ذکرِ قلبی کی مانند بے حد مفید ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حقائق آگاہ مولانا عبدالخالق جو کہ اُسی جگہ کے باشندے ہیں، اور مُدّت تک ہماری صحبت میں رہے ہیں،

---

[1] اہلِ بدعت اہلِ جہنّم کے کتے ہیں۔ ۱۲

صاحبِ حال و کمال شخص ہیں، کچھ عرصے سے مُلاقاتِ فقیر کی غرض سے (سرہند) آئے ہوئے ہیں، اگر دل چاہے تو لکھو، تاکہ ان کو یہاں سے رخصت کر کے ان کے وطن مالوف بھیجدیا جائے، اور وہ فقیر کی جانب سے سفارت کے طور پر تم کو شغل و مراقبہ کی تعلیم دیں، شاید اس طریقے سے راہِ ترقی کشادہ ہو جائے۔ چونکہ بالفعل فقیر سے مُلاقات، بے مشقت میسّر نہ آسکے گی، اسلئے یہ طریقہ دل میں آیا ہے، آگے تم کو اختیار ہے۔

والسّلام علیکم! ... ...

مکتوب (۱۹) مُلّا پائندہ محمدؒ کابلی کے نام: ـــــــ

(اُن کے سوالوں کے جواب میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ بعد حمد وصلوٰۃ ـــــ

تم نے جو خط فرزندی محمدؒ عبداللہ کے نام لکھا تھا ـــ پہنچا ـــ اس میں چند سوالات درج تھے، اور فقیر سے جواب کی درخواست کی تھی، لہذا جوابات لکھے جاتے ہیں، غور سے پڑھنا ـــــ

پہلا سوال ـــــ "یہ تھا کہ قرآن مجید اور حدیثِ قدسی میں صراحۃً آیا ہے کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام "ید اللہ" سے پیدا کئے گئے ـــــ اگر یدؔ سے مراد قدرت لیں، تو آدم علیہ السلام کی اس میں تخصیص کی وجہ کیا ہے؟ اسلئے کہ دوسری مخلوقات بھی قدرتِ خدا ہی سے مخلوق ہوئی ہے، اور اگر "ید" سے مُراد قدرت نہ لیں (اور ہاتھ ہی مُراد لیں) تو جو جماعت جسمیتِ حق تعالیٰ کی قائل ہے، اُس کا مذہب تقویت پاتا ہے" ـــــ اس کا جواب یہ ہے، کہ:۔ جائز ہے کہ "ید" سے مُراد

قدرت لیں، جیساکہ متشابہات کی تاویل کرنے والوں کا مذہب یہی ہے۔ اور آدم علیہ السّلام کی تخصیص اُن کی تعظیم و تکریم کی بناء پر ہے، حصر کے لئے نہیں ہے، جیساکہ اس آیت :—

"اِنّ عبادی لیس لک علیھم سُلطان" میں ہے، کہ خاص بندوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اُن کی تکریم کے سبب ہے، ورنہ سارے بندے نیک و بد اللہ ہی کے بندے ہیں ——————

اس طرح کی مثالیں قرآن مجید میں بہت سی ہیں —————— تخصیص در ذکر، نفس الامر میں تخصیص پر دلالت نہیں کرتی —— اور اگر "ید" سے قدرت مُراد نہ بھی لیں، تو پھر حق تعالیٰ کے لئے ہاتھ کی صفت بے کیفیت ثابت کرینگے، جیساکہ دوسری متشابہات میں ایسا کیا جاتا ہے —— "مذہب مجسّمہ" کو تقویت تو اس صورت میں ہوگی، جب کہ اپنا جیسا جسمانی ہاتھ ثابت کیا جائے —— اللہ تعالےٰ اس سے وراء الوراء ہے۔

سوال دُوم، یہ تھا کہ —— "خیر التابعین حضرت اویس قرنیؒ سے منقول ہے :—— "من عرف اللہ لا یخفےٰ علیہ شیئٌ" —— اس مقولہ کے کیا معنیٰ ہیں ؟" ——

جواب یہ ہے، کہ اس مقولہ کی صحتِ نقل میں تردد و شک ہے، اسلئے کہ اگر شے کو عموم پر چھوڑیں، تو لازم آتا ہے کہ عارف سے کوئی چیز بھی خواہ معارفِ وجوبی ہوں خواہ حوادث کونی، مخفی نہیں رہتی، حالانکہ یہ بات خلافِ واقع ہے، جبکہ سیّدِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے، کہ :— "قل لو کنت اعلم الغیب لاستکثرتُ

من الخیر وما مسنی السوء" (یعنی اے نبیؐ کہدیجئے کہ اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا، تو تمام خیر جمع کر لیتا، اور کوئی تکلیف مجھے نہ چھوتی) ـــــــ تو پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

اور اگر شے کو معارفِ باطنی کے ساتھ خاص کریں، تو بھی مشکل ہے، اسلئے کہ صوفیائے کرام کے یہاں یہ بات مسلم ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ولی اپنی ولایت و قرب سے خود آگاہ نہ ہو چنانچہ بعض بزرگوں کا مقولہ ہے :۔ "فمنا من علم ومنا من جهل" ـــــــ جب یہ بات ہے، تو جمیع معارف تو درکنار ہے ـــــــ صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں جو حضرات، طبقۂ ولایت میں اعلیٰ ہیں، اُن میں سے اکثر کے شہود و مشاہدہ کے واقعات منقول نہیں ہیں۔ ... اگر حضرت اویس قرنیؓ سے اس جملے کی نقل صحیح مان لی جائے، تو پھر عبارت کو ظاہر سے موڑ لینا چاہیئے ـــــــ بالفعل میرے دل میں یہ آیا ہے، کہ مُراد یہ ہے، کہ ـــــــ لا یخفی علیہ شیئٌ مما یحتاج الیہ فی المعرفة ـــــــ بالفاظ دگر جس کسی نے خدا کو پہچان لیا، وہ مقبولانِ خدا میں سے ہو گیا، اور مقبول کو ضائع نہیں کیا جاتا۔ ... ... لہٰذا اس کو جو کچھ راہِ معرفت میں درکار ہوتا ہے اس کی اطلاع کر دی جاتی ہے، یا تو بے واسطہ، بطریقِ الہام و کشف، یا بواسطہ پیر و مرشد ـــــــ واللہ اعلم بحقیقة الحال۔

جوابِ سوالِ سوئم یہ ہے کہ :۔ اکابر طریق نے جو فرمایا ہے :۔ الطریقة کلها ادبٌ ـ اس میں ادب سے مراد ادبِ شریعت ہے اور آدابِ طریقت، جو کہ رعایت و متابعت شیوخ کا دوسرا نام ہے ـــــــ سب کے سب آدابِ شریعت میں مندرج ہیں ـــــــ شریعت بیانِ شافی و کافی رکھتی ہے .. .. والسلام۔

مکتوب (۲۴) مُلّا مُشتاق برکی کے نام :ـــــــــ

بعد الحمد والصّلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ـــــ جو خط از راہِ محبّت ارسال کیا تھا ـــ پہنچا ـــ مسرّت بخش ہوا ـــ اس میں چند سوالات کئے تھے ..... ان میں سے پہلا سوال یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی شان میں یہ فرمایا ہے :ـ انی جاعلك للناس اماماً[۱] ـــ نیز ایک جگہ فرمایا ہے :ـــ "اتبع ملّة ابراهيم حنيفاً"[۲] ـــ پس ان دونوں آیتوں کا مقتضیٰ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام مقتدیٰ و متبوع قرار دیئے جائیں، اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین افضل و اعلیٰ ہیں، یہی اشکال حضرت آدم علیہ السّلام کے بارے میں بھی ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : "انی جاعل فی الارض خلیفۃ"[۳] اس سے بھی وہی بات لازم آتی ہے، جو آیت سابقہ سے لازم آئی تھی (یعنے افضلیتِ آدم علیہ السّلام)"

جواب ـــ آیۂ ـــ انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ ـــ میں کوئی اشکال نہیں ہے اسلئے کہ یہ حکم، نوع انسان کی خلافت کا ہے ـ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہیں ہے چنانچہ جواب ملائکہ سے اس کا پتہ چل رہا ہے ـ انھوں نے کہا :ـــــــ

عـہ آپ بھی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے خلیفہ ہیں ـ (روضہ رکن دوم)

[۱] میں آپ کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا ـ

[۲] اتباع کیجئے آپ ملّتِ ابراہیمؑ کی یکسو ہو کر ـ

[۳] میں زمین میں ایک جانشین پیدا کرنے والا ہوں ـ

"اتجعل[1] فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء" ـــــ "فساد" اور "سفک دماء" (خوں ریزی) نوع انسان میں ہے، آدم علیہ السلام میں نہیں ـــــ اور اگر خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کو مانا جائے تو یہ خلافت زمانہ حضرت آدم علیہ السلام کیساتھ خاص تھی "خلافت موبّدہ" (ابدی) نہ تھی ـــــ خلافت موبّدہ ماننے میں البتہ اشکال وارد ہوتا ہے ـــــ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السّلام کی شان میں فرمایا ہے: "یا[2] داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض" ـــــ اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کی شان میں حدیث کے اندر وارد ہوا ہے ـــــ "فان[3] فیھم خلیفة الله المھدی" ـــــ اور اسی قبیل سے قطب ارشاد، غوث اور قطب مدار ہیں، جو ہر زمانہ میں ہوتے ہیں، انکی قطبیت اور تمام مناصب انھیں کے زمانہ کے ساتھ خاص ہوتے ہیں ...... ہاں! ـــــ "انی جاعلك للناس اماما" ـــــ یہ حکم عام اور موبّد ہے ـــــ قاضی بیضاویؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے: "وامامته عامّةٌ موبّدةٌ اذلم یبعث نبیٌّ بعدہٗ الا کان من ذریته ماموراً باتباعه[4]" ـــــ چنانچہ آیت ـــــ "اتبع ملّة ابراھیم" ـــــ اسی پر دلالت کر رہی ہے ـــــ لیکن ان آیات کی رو سے افضلیت آدم وزر

---

[1] کیا آپ پیدا کرینگے اُس کو جو کہ زمین میں فساد کرے گا اور خونریزی کرے گا۔

[2] داؤد! ہم نے تم کو بنایا بادشاہ زمین میں۔

[3] مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ میں: "فان فیھم" کی بجائے "فان فیھا" ہے۔

[4] حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی امامت عامہ اور موبدہ ہے، اسلئے کہ کوئی نبی ان کے بعد ایسا مبعوث نہیں ہوا، جو ان کی ذریت میں سے نہ ہو، اور انکی اتباع کا مامور نہ ہو (اگرچہ وہ اتباع فی الجملہ ہو، فی جمیع الاحکام نہ ہو)۔

ہیں کوئی کمی نہیں آتی ــــ مفسّرین نے کہا ہے، کہ "اتبع ملۃ ابراھیم" کا مطلب و مقصد یہ ہے، کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی پیروی کیجئے، توحید میں، یا دعوت الی الحق کی روش اور طور طریقے میں ــــ جیساکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نرمی و مُدارات کے ساتھ پے در پے دلائل پیش کر کے اور بقدر فہم مخاطب، مناظرہ کر کے دعوت دیتے تھے، آپ بھی ایسا ہی کیجئے۔

صاحب تیسیر نے بیان کیا ہے کہ اتباع نام ہے اُس راہ پر چلنے کا، جس پر متبوع چلا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ابراہیمؑ، اس بنا پر تھی کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے، اس وجہ سے نہیں کہ آپ اُن سے مرتبے میں کم ہیں۔

ارشاد ــــ "انا اکرم الاولین والاخرین علی اللہ"[1] ــــ کی رو سے یہ بات مُسلّم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے اکرم و افضل ہیں، اور فضیلت کے اندر آپ کا حصّہ تمام انبیاء و اصفیاء سے زیادہ ہے ــــ اسی قبیل سے ہے یہ اُمر کہ وارد ہوا ہے "فبھدٰھم اقتدہ"[2] ــــ اس سے بھی آپ کی افضلیت میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا ــــ ان سب باتوں کے باوجود میں کہتا ہوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فاضل کو متابعتِ مفضول کا حکم کرتے ہیں، اور اس سے فاضل کی فاضلیت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ــــ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: "وشاورھم فی الامر" ــــ دیکھو ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب کرامؓ سے مشورے کا حکم ہو رہا ہے، جس میں ضمنی طور پر

---

[1] میں اللہ کے نزدیک اوّلین و آخرین میں مکرّم ہوں۔

[2] پس روشِ انبیاء کی اقتداء کیجئے۔

امر متابعت اصحاب کرامؓ ... بھی پایا جاتا ہے، ورنہ مشورے کا فائدہ ہی کیا ہوا؟ (باوجود اس کے یہ بات مسلّم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں، اور صحابۂ کرامؓ مفضول ہیں) ــــــ اس مقام کی تحقیق اور اس معاملے کی حقیقت، حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ نے ازراہِ کشف و عرفان اپنے مکاتیب میں بیان کی ہے، وہاں مطالعہ کر لیں ...

والسّلام

مکتوب (۳۳) خواجہ عبد اللہ کولابیؒ کے نام:ــــــ (آخری حصہ)

... تم نے لکھا تھا، کہ:- "اگر کسی طالب کو یہ بات حاصل ہو جائے، کہ وہ ارواحِ طیبہ کا مشاہدہ، بچشمِ ظاہر کرنے لگے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے"

مخدوما!ــــــ مشاہدۂ ارواح، خواہ بچشمِ سر ہو، خواہ بچشمِ باطن، کوئی کمال کی بات نہیں ہے، اور منازلِ قرب کی کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں ہےــــــ کمال تو یہ ہے کہ باطن ــــ ماسوا کی "دید و دانش" سے آزاد ہو جائےــــ غیر کا نام و نشان دیدۂ باطن میں باقی نہ رہےــــــ ع

"تو مباش اصلا کمال این ست و بس"

اس قسم کی چیزیں جو سالکوں کو اثنائے راہ میں ظاہر ہوا کرتی ہیں بالکل ایسی ہیں جیسا کہ علمِ بلاغت میں "محسنات بدیعی" ہوتے ہیں، کہ وہ تحسینِ کلام کا فائدہ تو بخشتے ہیں لیکن بلاغت میں ان کو کوئی دخل نہیں ہوتاــــــ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ارواح کا مشاہدہ "محسنات" سے بھی کم درجہ رکھتا ہے، اس لئے کہ بسا اوقات اس قسم کے مشاہدات طلب سے

۱؎ آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں ہیں۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

باز رکھتے ہیں ــــ اور (سالک کے اندر) کمال کا وہم پیدا کر دیتے ہیں ــــ اِن اُمور (مشاہداتِ ارواح) کا فائدہ اگر مضرات سے خالی ہوں ــــ تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ طلب سالک میں معاونت کرتے ہیں اُور مُمد کار ہو جاتے ہیں (اُور بس) ... ...

تم نے لکھا ہے، کہ میں نے کچھ سوالات عریضۂ سابق میں کئے تھے، اُن کے جواب کا منتظر ہوں ــــ

مخدوما! ــــ ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ تمہارا وہ خط فقیر کی علالت کے زمانے میں آیا تھا، اُس وقت جواب لکھنے کی طاقت نہ تھی، بلکہ پڑھنے اُور غور کرنے کی بھی ہمّت نہ تھی، اب وہ خط ملا نہیں ــــ معذور رکھیں ــــ والسّلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب (۴۴) شیخ امان اللہ نبیرۂ شیخ حمید بنگالیؒ کے نام :ــــ (آخری حصّہ)

... ... تم نے بعض ظاہری پریشانیوں کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان پریشانیوں کو جمعیتِ قلبی کے ساتھ تبدیل فرمادے، اُور ماسواء کی کشاکش سے رہائی بخشے ــــ اس طرف سے (بنگال سے) جو مسلمان آتے ہیں اُن میں کے اکثر وہاں کے حاکم کی شکایت کرتے ہیں، اُور اس کی بیدینی اُور بدعملی سے نالاں ہوتے ہیں ــــ اللہ کا شکر ہے کہ اہلِ اسلام اسکے شر سے خلاصی اُور اس کی سختی سے رہائی پا گئے (یہ بات یاد رکھو، کہ) ظلم حکام ہماری شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے :ــــ

ــــ "اعمالکم عمالکم"، (تمھارے اعمال تمھارے حاکم ہیں) ــــ

بس اپنی اصلاح کرنا چاہیئے، اُور تقویٰ میں مشغول رہنا چاہیئے :ــ ومن یتّق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ

وھو حسبہ[1] ــــ اجباء سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی اُمید ہے ـــــــ

والسّلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب (۱۴۴) مُلّا ابو محمد لاہوری کے نام :ـــــ (آخری حصّہ)

.... تم نے سرہند آنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ ... ... (بہت اچھی بات ہے)ــــــ ع

"کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تُست"

اس دوراز کار سے جو درخواست کی ہے، وہ تمھارے حُسنِ ظن کی بات ہے، ورنہ یہ فقیر اپنے آپ کو کبھی قابل نہیں سمجھتا ـــ منازلِ قُرب تک پہنچانا ایک کارِ عظیم ہے ـــ البتہ ـــ انا عند ظن عبدی بی[2] ـــ کی رو سے ممکن ہے کہ تمھارے حُسنِ ظن کے موافق تمھارے ساتھ معاملہ کیا جائے۔ ؎

می تواند کہ دہد اشک مرا حُسنِ قبول
آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

والسّلام اوّلاً وآخراً ....

---

[1] اور جو شخص ڈرا اللہ سے وہ اُس کیلئے چھٹکارے کی سبیل نکال دیتا ہے، اور رزق دیتا ہے اس کو اس جگہ سے کہ جہاں گمان نہ ہو، اور جو شخص توکل کرتا ہے اللہ پر پس اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

[2] میں بندے کے گمان کے قریب ہوں ۔ (حدیث قدسی)

مکتوب (۴۳) خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام :۔۔۔۔۔

...... گردش زمانہ اور انقلاب اہل زمانہ سے رنجیدہ و ملول نہ ہوں، اور زمانہ کے پست و بلند کرنے سے متغیر نہ ہوں، بلکہ عبرت حاصل کریں، ترساں و لرزاں رہیں ۔۔۔۔۔ "تمام قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں، وہی جس طرح چاہتا ہے قلوب کو گھماتا ہے۔" ع

چو بید بر سر ایمان خویش می لرزم

اللہ کی خفیہ تدابیر اور اسکے استدراج سے بھی ڈرتے رہنا چاہئے ۔۔۔۔۔ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1] ۔۔۔۔۔ سب باتوں کو اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہئے، اور سب کاموں کو اُسی کے سپرد کرنا چاہئے۔ ع

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست

کہ دلِ ہر دو در تصرّف اوست

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃً انک انت الوھاب ۔۔۔۔۔ والسّلام اوّلاً و آخراً ۔۔۔۔۔

مکتوب (۵۱) مرزا محمد ہادی کے نام :۔۔۔۔۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ قل اللہ ثم ذرھم۔

مخدوما! ۔۔۔ وحدت و کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔۔۔۔ طالب وحدت کو

---

[1] اے مسلمانو! اپنے نفسوں کی محافظت کرو، تم کو کسی کا گمراہ ہونا ضرر نہیں پہنچائے گا، اگر تم راہ یاب ہوگئے۔

ترک کثرت ضروری ولابدی ہے۔ جس قدر اسباب کثرت اپنے ساتھ رکھے گا اُسی قدر وحدتِ حقیقی سے دُور ومہجور رہے گا۔ "وحدانی" ہونا چاہیئے طلب ومحبّت کی حیثیت سے بھی اُور علم وارادہ کے لحاظ سے بھی ۔۔۔ تاکہ مناسبت پیدا ہو۔۔۔۔۔ اُور توحیدِ حقیقی تک پہنچے (بزرگوں کا مقولہ ہے) التوحید اسقاط الاضافات ۔۔۔ (یعنی توحید نسبتوں کے ساقط کرنے کا نام ہے) ۔۔۔ اوقات کو ذکر وفکر میں معمور رکھو "تنویر باطن" میں کوشش کرو اسلئے کہ باطن، محلِ نظر ہوتی ہے۔ تنویرِ باطن، دوام ذکر ومراقبہ سے متعلق ہے، نیز وظائفِ بندگی کی بجاآوری، فرائض، سنن اُور واجبات کی ادائیگی اُور بدعت ومحرمات ومکروہات سے بچنے کے ساتھ مربوط ہے۔ جس قدر بھی اتباع شریعت اُور اجتناب از بدعت میں کوشش ہوگی، اُسی قدر نُورِ باطن بڑھے گا، اُور "جنابِ قدس" کی طرف راستہ کشادہ ہوگا ۔۔۔ اتباع سنّت، یقینی طور پر نجات دہندہ، نتیجہ بخش اُور رافعِ درجات ہے احتمالِ تخلف نہیں رکھتی، اُور اسکے ماوراء، خطر درخطر ہے، اُور راہِ شیطان ہے فالحذر کل الحذر ۔۔۔ فماذا بعد الحق الا الضلال ۔۔۔ دینِ قویم (اسلام) کو، جو کہ وحی قطعی سے ثابت ہوا ہے سخنہائے باطل اُور اوہام وخیالات کی بناء پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ۔۔۔ ما علی الرسول الا البلاغ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفٰے علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات والبرکات العُلیٰ۔

مکتوب (۵۲) رفعت بیگ کے نام :۔۔۔ (آخری سطریں)

۔۔۔۔۔ اپنے فرزند کے انتقال کو لکھا تھا، اُور اس کی جدائی کی وجہ سے

طرح طرح کا غم والم ظاہر کیا تھا ــــ انا للہ وانا الیہ راجعون ــــ تقدیر وارادۂ الٰہی پر رضامندی ضروری ہے بمصائب ظاہر یہ طراوت معنویہ کے وسائل اور ترقیاتِ اُخرویہ کے سبب بن جایا کرتے ہیں ــــ اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا کرے ــــ راہِ ترقی کو کشادہ کرے، اور نعم البدل عنایت فرمائے ــــ انہٗ قریبٌ مجیب ــــ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب (۵۸) مُلّا قاسم[1] ساکن روپڑ کے نام:ــــ (آخری حصّہ)

مخدوما! ــــ نماز معراجِ مومن ہے، جو حالت اس کی ادائیگی کے وقت رونما ہوگی، وہ "حالتِ معراجیہ" کے ساتھ مناسبت رکھے گی، اور تمام دیگر حالات سے ممتاز ہوگی ــــ تمام احوال کو نماز کے مقابلے میں وہ نسبت حاصل ہے جو صورت کو حقیقت کے مقابلے میں ــــ مثال کے طور پر دیکھو، جو صورت آئینے میں نظر آرہی ہے اس کو اپنی اصل سے کیا مساوات حاصل ہے؟ سوائے مماثلت صوری و مشارکت رسمی کے اور کچھ بھی نہیں ــــ کسی نے خوب کہا ہے:۔ ؎

گر مصوّر صورتِ آں دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

---

[1] آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں سے ہیں ــــ ترجمۂ روضۃ القیومیہ رکن دوم کے ص۲۴۵ پر خون قائم روپڑی کا نام فہرست خلفاء میں درج ہے، غالباً کاتب کی غلطی سے قاسم کے بجائے قائم چھپ گیا ہے۔ ۱۲

جس قدر بھی تکمیل نماز میں کوشش، رعایت سنن و آداب حسن میں جد و جہد اور تطویل قرأت در رکوع و سجود میں سنّت کی موافقت کروگے، فیوض و برکات نماز اسی قدر وارد ہوں گے، نماز کا حسن وجمال اور کمال زیادہ سے زیادہ ظہور پذیر ہوگا —— دوستوں سے دعا کی اُمید ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والسّلام ۔

مکتوب (۶۴) خواجہ محمّد صادق[1] بخاری مدنی کے نام :——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم —— بعد الحمد والصلوٰۃ و ارسال التحیات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مخدوما! —— فقرائے دور افتادہ و دوراز کار اُمیدوار ہیں کہ روضۂ مقدسہ (گنبدِ خضرا) کے مجاور، اور اس آستانۂ عالیہ کے جاروب کش، نیز اُس "دیارِ پُر انوار" کے معتکف، اور "اذ ھما فی الغار" کے زائرین، اِس شکستہ دل افگار کو بھی اُس "بارگاہِ سرا سر اسرار" میں یاد رکھیں گے، اور انتہائی عجز وانکسار کے ساتھ اس کا "سلام فقیرانہ" پیش کرینگے، گاہے گاہے ایک "نگاہِ کرم" کی درخواست بھی اس مشتاق سرگشتہ کے لئے کردیا کریں، اسلئے کہ اس عاجز کے تمام کاموں کی درستگی موقوف "بہ نیم نگاہ" ہے کسی نے (اپنے محبوب سے مخاطب ہوکر) خوب کہا ہے ۔ ؎

از دردسر و خمارِ ہستی رستن ٭ موقوف بیک نگاہِ مستانہ تست

---

[1] آپ کو حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے خلافت دے کر عرب بھیجا تھا، بہت سے اہل عرب آپ کے مرید ہوئے ۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

تمھارے سب خطوط پہنچے ـــــ مسرت بخشی ـــــ لیکن ہماری طرف سے ارسال جواب میں کوتاہی ہوئی، بُعدِ مسافت (خود) عذر خواہ ہے ـــــ اس وقت تمھارے خطوط میں سے کوئی خط سامنے نہیں ہے جس کو دیکھ کر اس کے مطابق کچھ لکھا جائے ـــــ

بس ضبطِ اوقات میں کوشش کرو، موافقِ وقت و حال، اعمال و طاعات میں مشغول رہو، اور طالبِ ترقی رہتے ہوئے اس بات کی کوشش ہو، کہ آگے کو جو دن آئے، وہ بہتر حالت میں آئے ـــــ "من استوی یوماہ فھو مغبون" (جس کے دو دن یکساں گذرے، اور آگے کو ترقی نہ کی، وہ ٹوٹے میں ہے) ـــــ

والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ ......

مکتوب (۱۷) سید علی (بارہہ) کے نام :ـــــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــــ اللہ تعالیٰ مدارجِ قرب عنایت فرمائے۔

صحیفۂ گرامی پہنچا ـــ چونکہ "سلامتیِ دوستاں" پر مشتمل تھا، اسلئے بہجت و مسرت کا باعث ہوا۔

تم نے توجہ کی درخواست کی ہے ......

مخدوما! ـــ جس شخص میں نشۂ محبت موجود ہے، وہ (خود) "معانیٔ مکنونہ"، جذب کرلیتا ہے، اور باطنِ فیض دہندہ سے باندازۂ محبت اخذ فیوض کرتا ہے، اور موقعِ توجہ کا خیال رکھتا ہے۔ اگر (مرشد کی) توجہ بھی اس محبت کے ساتھ جمع ہو جائے، تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس کام (سلوک) میں سب سے اعلیٰ محبت ہے۔ توجہ، محبت کے بغیر کارگر نہیں، اور محبت بے توجہ بھی کام کرجاتی ہے ـــ المرءُ مع من احب ـــ حدیثِ نبوی ہے ـــــ

محبت سلسلۂ وجود و ایجاد کو جنبش میں لائی ہے، اسی محبت نے گنجِ نہاں کو ظاہر کیا ہے

اسی نے حُسنِ پوشیدہ کو بے پردہ کر دیا ہے۔ بیشک حُسن بے پردگی کا خواہاں ہے، اور جمال تابِ مستوری نہیں رکھتا ____ ع

پری رو تابِ مستوری ندارد

یہ محبت، صفتِ محبوب کا مظہر ہے، جو کہ "حُسنِ نظارگی" چاہتا ہے، محبوب کو ایک محب چاہیئے، تاکہ اس کی صفتِ محبوبی آشکارا ہو جائے ____ کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

منم کاستاد را اُستاد کردم
غلامم خواجہ را آزاد کردم

جو محبّت عاشق کی صفت ہے، وہ اسی محبّت کا عکس ہے، جو معشوق کے ساتھ قائم ہے، کیونکہ عاشق کا جو کمال ہے وہ کمالاتِ معشوق کا سایہ ہے۔ پس یہ اسی محبّت کا ظہور ہے جو اس آئینے کے اندر اس لباس میں جلوہ گر ہے ____ ع

یک نقشہ دو جا ظہور کردہ

عاشق "دقائقِ حسن" کو جتنا زیادہ سمجھے گا، اور جمال و کمالِ معشوق کی معرفت میں جتنی زیادہ "چشمِ دُوربیں" رکھتا ہوگا، صفتِ عشق اس میں اتنی ہی زیادہ بڑھی ہوئی ہوگی اور وہ اتنا ہی زیادہ فریفتہ و شیفتہ ہو جائے گا ____ ؎

آنرا کہ بہ حُسن دیدہ تیز ست
ایں عشق، بلائے خانہ خیز ست

والسّلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مکتوب (۷۲) میاں معقول کے نام :۔

(زیارتِ حرمین کی ترغیب و تشویق میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــــ بعد الحمد والصلوٰۃ و ارسال التحیات ۔۔۔۔۔

جو مراسلہ محمد عارف اور صوفی پایندہ کے ہاتھ بھیجا تھا ـــ پہنچا ـــ مسرت بخش ہوا، اظہارِ اشتیاقِ ملاقات کیا تھا، فقیر کو بھی مشتاقِ ملاقات جانیں ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ آتشِ شوق کو مشتعل اور نارِ محبت کو سربلند کرے، تاکہ ماسوائے پورے طریقے سے رہائی دے، اور مطلبِ اعلیٰ تک پہنچائے ــــ انہٗ قریبٌ مجیب ۔۔۔۔۔

مخدوما! ــــ تم نے شوقِ زیارتِ بیت اللہ کا اظہار کیا ہے، اسکے مطالعہ نے لذت اندوز کیا، اور شوق کو برانگیختہ کر دیا ــــ ہاں اگر کسی مسلمان کو سفر کا ارادہ ہو، تو وہ ایسا ہی (متبرک) سفر اختیار کرے، اور کوئی شوق، دامنگیر ہو تو اسی دیار کا شوق ہو، اسلئے کہ یہ بہترین جگہ ہے، اور "مطلوبِ بے نشان" کا نشان رکھتا ہے ــــ ؎

گفت معشوقے بعاشق کاے فتا ❊ تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
پس کدامیں شہر از انہا خوشتر ست؟ ❊ گفت آں شہرے کہ در وے دلبر ست

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :ــــ

"لا[1] تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ" ــــ

---

[1] ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لئے شدِ رحال (سفر) نہ کیا جائے :۔
(۱) مسجد الحرام ۔ (۲) مسجد نبوی ۔ (۳) مسجد اقصیٰ ۔

تم نے اس سفر کے بارے میں لکھا تھا کہ باعتبارِ مصلحتِ ظاہری کوئی اشارہ ہو نیز اس بارے میں توجہ باطنی بھی فرمائیں (تو بہتر ہے)۔

مخدوما! ــــ مصلحتِ ظاہری کو تو تم ہی بہتر جانتے ہو، اور مزاجِ سلاطین کو اچھی طرح سمجھتے ہو، ورنہ اس اعتبار سے کہ امرِ خیر ہے، عینِ مصلحت ہے ــــ توجہ باطنی ... ... جو کی گئی، تو اس سفر کا کرنا قوت کے ساتھ نہیں معلوم ہوا، اور منع بھی مفہوم نہیں ہوتا، الغرض اگر تم پر حج فرض ہو گیا ہے، اور علماء قطعی طور پر تمہارے لئے اس کی فرضیت کا حکم کرتے ہیں، تو دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور اگر تمہیں توقف ہے، اور علماء بھی فرضیت کا قطعی حکم نہیں کر رہے ہیں، پس مختار ہو مشورہ اور استخارہ کرلو ــــ والسلام اولاً و آخراً ــــ

مکتوب (۴۷) محمد سعیدؒ سارنگ پوری کے نام ــــ (درمیان سے)

... ... جس راہ پر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہیں، وہی "راہِ اجتبا" ہے، جو محبوبیت ذاتیہ سے نکلی ہے، اس راہ پر چلنا ہی راہِ شریعت پر چلنا ہے، جو شخص چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلے، وہ راہِ شریعت کو پورے طریقے سے اختیار کرے، اتباعِ سنّت و اجتناب از بدعت پر راسخ ہو، اور کتاب و سُنّت کی دو شمعوں کے درمیان چلے، تاکہ بدعت کی تاریکیوں اور شیاطین کی راہوں میں مبتلا نہ ہونے پائے الخ ... ... والسلام اولاً و آخراً

لہ آپ بھی خلفاء خواجہ محمد معصومؒ میں سے ہیں۔ (روضہ رکن دوم)

مکتوب (۸۴) سید محمد بیگ بلخی کے نام :۔۔۔۔۔۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ جادۂ شریعت غرا وسنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقیم رکھے ۔۔۔ مکتوب مرغوب پہنچا مسرت بخش ہوا شکرِ خدا کہ مطالبۂ بادشاہی سے نجات حاصل ہو گئی ۔۔۔ اُمیدوار رہو کہ قرض سے بھی نجات مل جائے گی :۔۔۔۔۔

"اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (الحدیث)

اس دُعاء کو قرض سے نجات پانے کے لئے تضرع وزاری کے ساتھ اکثر پڑھتے رہا کرو۔ اپنے اوقات کو ذکر وفکر سے معمور رکھو ۔۔۔ طاعات وعبادات کی طرف راغب رہو۔ اخیر شب کی بیداری کو عزائم امور میں سے سمجھو ۔۔۔ کلمۂ طیبہ کی تکرار کر کے اپنے مرادات ومقاصد کی نفی کرو، تاکہ صحنِ سینہ میں کوئی مراد ومقصود سوائے حق جلّ مجدہٗ کے باقی نہ رہے ۔۔۔۔۔۔ ع

ایں کارِ دولت ست کنوں تا کرا دہند

والسلام ۔۔۔۔۔

مکتوب (۸۷) رعایت خاں[2] کے نام :۔۔۔۔ (رضا بالقضاء کے بیان میں)

---

[1] اے اللہ! حلال کے ذریعہ مجھے حرام کی روزی سے بچا، اور مجھے اپنے فضل کے ذریعہ اپنے غیر سے مستغنی و بے پرواہ کر دے ۔۔۔۔ [2] امرائے شاہجہانی وعالمگیر شاہی سے تھے، فوجداریٔ سیوستان پر متعین تھے، وہیں ۱۰۷۳ھ میں فوت ہوئے ۔ (تاریخ محمدی قلمی رضا لائبریری رام پور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ بعد الحمد و الصلوٰۃ و

ارسال التحیات ......

...... صحیفۂ گرامی نے مشرف کیا، جو کچھ درد و محن و آلام، برادرِ دینی نور محمد کی زبانی مجھ تک پہنچائے تھے، وہ سب معلوم ہو گئے، اور احباب کے صدمے کا سبب ہوئے۔

اشفاق پناہا! ــــ جو کچھ بندے پر گذرتی ہے سب تقدیرِ خداوندی اور ارادۂ ازلی ہے :ــــــ

"مَا اصاب من مصیبۃٍ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا" [1] ــــــ

اس حقیقت پر دلالت کر رہی ہے ــــ سوائے رضا و تسلیم کے کوئی چارہ نہیں ہے ــــ بلکہ چونکہ وہ فعلِ محبوب ہے اسلئے محب کو چاہئے کہ اُس سے لذت اندوز ہو اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اُس کا استقبال کرے، اور اس ضمن میں الطافِ ربانی کا منتظر ہے ــــ فقیر کو دُعا و توجہ سے فارغ نہ جانیں، اور لوازم دوستی سے بیکار تصوّر نہ فرمائیں ــــ کشودِ کار کے منتظر رہیں، اور رحیم کارساز کی رحمت کے اُمیدوار ــــ اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں، توشۂ گور و قیامت کو مہیا کریں ــــ جو گھڑی گذر رہی ہے اتنی ہی عمر میں کمی آ رہی ہے، اور "اجل مسمیٰ" نزدیک ہوتی جا رہی ہے ــــ اس فرصتِ قلیل میں ذکرِ کثیر کے ساتھ مشغول رہنا چاہئے، اور مولائے حقیقی کو راضی کر لینا چاہئے

---

[1] نہیں پہنچی کوئی مصیبت زمین میں، یا تمھاری جانوں میں، مگر لکھی ہوئی ہے وہ ایک کتاب میں (لوح محفوظ میں) اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں۔

اس کی معرفت حاصل کی جائے، اس دنیائے فانی میں یہی مطلوب ہے ــــ تمہارے خط میں ازراہِ شکایت لکھا ہوا تھا: ــــ از رفتارِ فلکِ واژگوں ناہنجار۔

مہربانِ من! ــــ خالق خیر و شر بے واسطہ حق تعالیٰ ہے، اور تمام حوادث اسکی قضا و قدر سے تعلق رکھتے ہیں ــــ فلک اور غیر فلک کو ان حوادث میں کوئی دخل نہیں ہے ــــ مذہب حکماء یہ ہے کہ وہ حوادث کو عقلِ فعّال کے ساتھ...... جس کا نام انھوں نے عقلِ فلکِ نہم رکھا ہے...... منسوب کرتے ہیں...... اہلِ اسلام سرے سے "عقلِ فعّال" ہی کے قائل نہیں ہیں، اور اس عقیدے کے ماننے والوں کو گمراہ بتاتے ہیں؛ فلک بیچارہ...... جو خود اپنے کام میں حیران و سرگرداں ہے...... کیا حیثیت رکھتا ہے کہ حوادث اس کی عقل یا اُس کی حرکات سے منسوب کئے جائیں۔

والسّلام اوّلاً و آخراً.........

مکتوب (۸۹) بیکے از نساءِ صالحات...... ایک نیک بی بی کے نام:۔ (آخری حصّہ)

...... جو کچھ خواب میں دیکھا تھا، کہ حضرت خواجہ بزرگؒ درویشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف لائے ــــ اور تم اس وجہ سے کہ قلعۂ "فرنگیاں" میں محبوس ہو گئی تھیں، اور دروازۂ قلعہ کو تم پر بند کر دیا گیا تھا...... تم گریہ وزاری کر رہی تھیں...... حضرت خواجہؒ نے فرمایا: "کیوں گریہ وزاری کر رہی ہو؟ میں آگیا ہوں تاکہ تم کو فرنگیوں کی قید سے آزاد کر دوں ــــ (چنانچہ) دروازۂ قلعہ کھولا، اور فرمایا کہ جہاں جی چاہے جاؤ"۔

یہ خواب بشارت ہے ــــ شرِّ اعدائے آفاقی و انفسی سے چھٹکارے کی ــــ جس طرح حضرت خواجہؒ کے قدوم کی برکت سے مفسدوں کی شرارت سے خلاصی ملی،

اُمید ہے کہ اُن کے انفاسِ نفیسہ کی برکت سے "اعداءِ نفسی" سے بھی چھٹکارا ملے گا ــــ
اَور بغیر مزاحمتِ اعداءِ نفسی، ترقی نصیب ہوگی، نیز مراتبِ قرب سے نزدیکی ہوگی ــــ
لکھا تھا کہ: "الحمدللہ ... دو حصّے غفلت چلی گئی ہے، اَور ایک حصّہ باقی ہے" ــــ
جس قدر بھی غفلت زائل ہو جائے، اَور حضوری نمودار ہو، نعمت ہی نعمت ہے ــــ
کوشش کرو کہ تمام غفلت، باطن سے چلی جائے، اَور ایسی حضوریِ تام حاصل ہو، جس کے
بعد غَیبت نہ ہو ... ... والسّلام ــــ

مکتوب[۱] (۹۱) خواجہ محمد صدّیق[۲] بدخشی کے نام: ــــ
(در اظہارِ فراقِ حضرت مجدّد الفِ ثانی)

---

[۱] اس مکتوب کے متعلق جامع مکتوبات نے لکھا ہے، کہ یہ مکتوب دراصل بہت طویل تھا، لیکن اس کے کچھ اوراق گم ہو گئے، جو حصّہ دستیاب ہوا اس کو نقل کر لیا گیا۔۱۲

[۲] آپ کشم (علاقۂ بدخشان) کے رہنے والے تھے، ایامِ جوانی میں ہندوستان آئے، چونکہ شعر و شاعری میں دستگاہ رکھتے تھے، اسلئے محب الفقراء والشعراء عبدالرحیم خانخاناں کی صحبت اختیار کی ــــ
اسی زمانہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرّہٗ سے بیعت ہو کر سلسلۂ نقشبندیہ میں منسلک ہو گئے۔
شعر گوئی کے مشغلے کی وجہ سے حضرت خواجہ کی زندگی میں ترقی رُوحانی کا موقع نہیں ملا ــــ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد آپ حضرت مجدّد الفِ ثانی کی خدمت میں آئے، اَور کامیاب ہوئے آپ حضرت مجدّد الفِ ثانی کے خلفاء میں سے ہیں ــــ آپ ہی نے رسالہ مبدا و معاد کو حضرت مجدّد کی بیاضِ خاص سے نقل کر کے جمع کیا ہے ــــ آپ کو حضرت مجدّد کے علوم و معارف سے خاص مناسبت تھی (بقیہ صـ۲۳۶ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین
اصطفٰی ـــــ خدام حقائق آگاہ، معارف انتباہ، دعاؤ نیاز مندی، اس عاصی و مہجور کی قبول فرمائیں ـــــ چند سطریں، سوزشِ سینہ اور غمِ دیرینہ سے متعلق صفحۂ قرطاس پہ لکھی ہیں، اس مضمون کو بطور ہدیہ آں عزیز الوجود کو ارسال کیا جارہا ہے۔

مخدوما! ـــــ حضرت قطب الاقطاب، زبدۃ المحققین، وارث المرسلین (حضرت مجدّد الف ثانیؒ) ... ... کے فراق کا غم، جتنا زمانہ گذرتا جاتا ہے، اور زیادہ قوی ہوتا جاتا ہے، اور جتنا زیادہ پرانا ہو رہا ہے تازہ ہو رہا ہے ـــــ خصوصاً اس زمانہ میں اس مشتاق پر اس یگانۂ آفاق کے فراق سے عجیب انتشار رونما ہوگیا ہے، اس مجلس بہشت آئین کی یاد سے جگر کباب اور دیدہ پُرآب ہوا جاتا ہے ـــــ اگر تمام عالم میں گشت لگائیں، تو اس للہ، فی اللہ اجتماع کو کہاں دیکھیں گے؟ وہ فیوض و برکات کہاں پائیں گے؟۔ وہ معارف وحقائق اور وہ نزاکتیں جو ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں وہ بیان فرمایا کرتے تھے، اور ہر شخص ان کو سنتا تھا، اب کس سے سنیں گے؟ وہ اسرار جو

(صفحہ ۲۳۵ کا بقیہ حاشیہ) مکتوباتِ امام ربانیؒ میں آپ کے نام بھی بہت سے مکتوبات ہیں ـــــ آپ نے مثنوی مولانا رومؒ کے وزن پر ایک مثنوی لکھی ہے جس میں چین کے شیشہ گر کی حکایت نظم کی ہے، اور وہ حق الیقین کی بہترین تعبیر ہے۔ ایک دوسری مثنوی بوزن خسرو شیرین لکھی ہے، اور ایک دیوان فارسی میں ہے۔ (زبدۃ المقامات) سید کمال محمد سنبھلیؒ نے اسراریہ میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات ۱۰۵۱ھ کو دہلی میں ہوئی، اور مقبرۂ خواجہ باقی باللہؒ میں دفن ہوئے۔

(نزہۃ الخواطر۔ جلد ۵)

"محرمانِ خاص" سے بیان ہوتے تھے، اب کہاں سے ظہور پذیر ہوں گے؟ وہ معاملاتِ مخصوصہ کہ محرمانِ راز میں سے بھی ایک یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ان کے سُننے کی گنجائش نہ تھی، کس سے مسموع ہوں گے؟ وہ اسرار و معاملات کہ کوئی فرد ان کا محرم نہ تھا، اور "زیرِ مہر" مدفون ہو گئے، وہ جُدا ہے ... ... بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے، کوئی درویش حضرت والاؒ کی خدمت میں کچھ دریافت کرنے یا احوالِ باطنی بیان کرنے آیا ہے، اور انکی حضوری میں پہنچکر تمام استفسارات اُسکے صحنِ سینہ سے چلے گئے، اور احوال و مواجید میں سے کچھ بھی نہ رہا۔ جس طرح طلوعِ آفتاب، ظلمتِ شب کو ختم کر دیتا ہے، اُسی طریقے سے حضرتِ والاؒ کا دیدار تمام امورِ مذکورہ کو ختم کر دیتا تھا۔ اس اثنا میں بعض اوقات حضرت والاؒ اُس درویش سے دریافت فرماتے تھے، کہ ہاں میاں بیان کرو کیا حال ہے؟ یا کوئی بات دریافت کرو؟ لیکن وہ بیچارا خود رفتہ ہو جاتا تھا، اس کی زبان بند ہو جاتی تھی، اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا، کہ کیا کہے۔ ؎

خرد از دیدنش تسبیح خواناں
گریزد ہمچو فرتوت از جواناں

بس وہ شخص ہاں یا نہیں کچھ نہیں بول سکتا تھا، اور اپنے حال کی نفی و اثبات کے متعلق کچھ بھی لب کشائی نہیں کر سکتا تھا۔ ... ... والسّلام۔

مکتوب (۹۲) شیخ امام الدین[1] پنجابی کے نام:—

---

[1] خلیفۂ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ بعد الحمد والصلوٰۃ و ارسال التحیات ـــــ احوال واوضاع یہاں کے فقراء کے مستوجب حمد ہیں۔ مکتوب مرغوب جو کہ برسوں کے بعد آیا، اُور وہ بھی بتقریب سفارش ـــــ مسرّت بخش ثابت ہوا ـــــ عدم ملاقات اُور عدم حاضری کے عذر بھی لکھے تھے، وہ بھی معلوم ہوئے۔

مخدوما! ـــــ حق اللہ، تمام حقوق پر غالب ہے، اُور معرفۃ اللہ، اہم مقاصد میں سے ہے۔ ایمانِ حقیقی، معرفت ہی سے متعلق ہے۔ ۔ ۔ یہ وہ ایمان ہے جو کہ خلل سے محفوظ ہوتا ہے، اُور زوال سے مصئون ـــــ اُور جو ایمان، معرفت سے پہلے حاصل ہے، وہ ایمانِ مجازی ہے کہ زوال سے محفوظ نہیں ہے ـــ آیتِ قرآنی میں جو آیا ہے :ـــ

"یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ"[1] ـــــ

اُور ادعیۂ ماثورہ میں جو وارد ہوا ہے :ـــ

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ"[2] ـــــ

گویا اسی ایمانِ حقیقی کی طرف اشارہ ہے ـــــ حاصل کلام یہ ہے کہ طالبِ معرفت ہونا چاہئیے، اُور جہاں کہیں اس معرفت کی خوشبو مشامِ جان میں پہنچے، اسکے دَرپئے ہونا چاہئیے ـــــ اس سلسلے میں (کچھ عرصہ کے لئے) خانماں چھوڑنا چاہئیے، اُور

---

[1] اے ایمان والو! اللہ اُور اسکے رسُول پر ایمان لاؤ۔

[2] اے اللہ! میں ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو۔

"خویش و فرزندان" کو الوداع کہنا چاہیئے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ محبوب و مرغوب ہیں اُن کا حق سب کے حقوق پر غالب ہے ـــــ یہ آیۂ کریمہ :۔

"قل[1] ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم
وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃٌ تخشون
کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و
رسولہ وجھادٍ فی سبیلہ فتربصوا الاٰیۃ" (سورۂ توبہ)

اسی حقیقت پر دلالت کررہی ہے۔

مخدوما! ـــــ عذر آمیز باتیں اسی وقت تک ہیں، جب تک آتشِ شوق اور جنونِ طلب، دل میں پیدا نہ ہو۔ جب یہ آگ بھڑکتی ہے، اور جنونِ طلب، شعلہ زن ہوتا ہے سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں، اور زبانِ عذر بند ہو جاتی ہے، پھر جذبِ الٰہی، پیشانی کے بال پکڑ کر بسوئے معشوق لے جاتا ہے، اور کوئے محبوب میں پہنچا دیتا ہے۔ بیشک راہِ عشق میں کچھ جنون بھی درکار ہے، اور قیدِ عقل سے کچھ کچھ رہائی بھی ضروری ہے۔ ؎

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کار از عقلِ مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

ہاں پیری و ضعفِ بدنی اور ضعفِ بصری البتہ صحیح اور معقول عذر ہو سکتے ہیں ۔۔۔۔

والسلام ۔۔۔۔

---

[1] کہہ دیجئے اگر تم کو اپنے آباء اپنی اولاد، اپنے بھائی، بیویاں، رشتے دار اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جسکی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر تم کو) یہ سب چیزیں اللہ اسکے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو تم منتظر رہو ـــــ تا آنکہ اللہ تعالیٰ اپنی عقوبت نازل کرے۔

مکتوب (۹۳) خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہان پور کے نام :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات ... ... تم نے لکھا تھا کہ :۔

"بعض دفعہ نماز میں ایسی حالت نمودار ہوتی ہے، کہ گویا میں حضرتِ صمدیت سے تکلم کر رہا ہوں، اور کوئی حجاب و پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے، اور ایسا مست و بیخود ہو جاتا ہوں کہ نماز بھی فراموش ہو جاتی ہے ... ... پھر اپنے آپ کو قابو میں لا کر ہوش میں آتا ہوں ـــــ ناگاہ رقت و عجز کا غلبہ ہو جاتا ہے ـــــ یہی حالت تلاوتِ قرآن وغیرہ میں ظاہر ہوتی ہے"۔

سعادت آثارا! ـــــ یہ جو کچھ بھی وارد ہوتا ہے، بلند و مبارک حالت ہے۔ نماز معراجِ مومن ہے، جو کیفیت نماز میں پیدا ہوتی ہے، وہ تمام اذواق و کیفیات سے ممتاز ہے، اور چونکہ نماز میں تلاوتِ قرآن مجید بھی ہے، اور حدیث میں آیا ہے :۔ "مَنْ[1] اراد ان یحدث ربہ فلیقرأ القرآن ـــــ" اسلئے تلاوتِ قرآن گویا کہ اپنے پروردگار سے کلام کرنا ہوا ـــــ وہ تلاوت جو نماز میں واقع ہو، وہ تو خصوصیت کے ساتھ بڑا درجہ اور بہتر نتیجہ رکھتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے :۔ قراٰنٌ[2] فی صلوٰۃٍ خیرٌ من قراٰنٍ فی غیر صلوٰۃٍ (الحدیث) پس اگر یہ حقیقت (جو تم نے بیان کی ہے) نماز میں ـــــ جس کی شان میں

---

[1] جو شخص یہ چاہے کہ اپنے رب سے گفتگو کرے، پس وہ قرآن پڑھے۔

[2] نماز میں قرآن پڑھنا بمقابلے خارج میں پڑھنے کے زیادہ افضل ہے ـــــ روایت بیہقی کے لفظ یہ ہیں :۔

۔ قراءۃ القرآن فی الصلوٰۃ افضل من قراءۃ القرآن فی غیر الصلوٰۃ الخ (مشکوٰۃ)

حدیث میں آیا ہے :۔ "اقرب[1] مایکون العبد من الرّب فی الصّلوٰۃ"۔۔۔۔۔۔ جلوہ گرہو، اور تکلم کی کیفیت ظاہر ہو تو گنجائش ہے ۔۔۔۔۔ اور اگر مُصلّی، رفع حجاب محسوس کر رہا ہے، تو بالکل ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں وہ حجاب جو بندہ و پروردگار کے درمیان ہے اُٹھا لیا جاتا ہے۔ نماز ایک محبوب دلربا ہے، جب باطنِ مُصلّی پر اسکے جمالِ باکمال کا پَرتو پڑتا ہے، اور اسکے حُسن وخوبی کا ظہور ہوتا ہے، تو مُصلّی کو مست و بے شعور، اور از خود رفتہ کر دیتی ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

کہتے ہیں کہ حضرت جعفر صادقؓ ایک مرتبہ نماز میں تھے، کہ بیہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش میں آئے، تو اُن سے دریافت کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک آیتِ قرآنی کی تکرار کر رہا تھا حتّٰی کہ اس کے متکلم سے میں نے سُنا۔

تم نے لکھا تھا کہ :۔ "میں رمضان میں معتکف تھا، کہ ۲۷ ر کی شب میں "چیزہائے گوناگوں" میں نے مشاہدہ کیں، وہ رات بڑی رُوشن و پُر نور تھی، ناگاہ مجھ پر ایک حالت وکیفیت ظاہر ہوئی، اور ایسا محسوس ہوا کہ گویا یہ شب، شبِ قدر ہے"۔

مخدوما! ۔۔۔۔۔ اس فقیر نے بھی، اور "یارانِ دیگر" نے بھی اسی ۲۷ ر رمضان کی شب میں "انوار و برکاتِ بیحد" مشاہدہ کئے، اور شبِ قدر کا گمان کیا۔ والغیب عند اللہ۔

خوابیں جو لکھی ہیں اور آنحضرت صلعم نے عالمِ رویا میں جو تم کو پیراہنِ مبارک عطا فرمایا ہے یہ سب خوابیں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مراتبِ کمال واکمال میں ترقی عنایت فرمائے۔

والسّلام ۔۔ ۔۔

---

[1] نماز میں بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :۔ "اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد" الخ (مشکوٰۃ)

مکتوب (۹۷) شیخ فقیر اللہ بنگالی کے نام :——— (نصیحت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ... ...

جہان آباد سے جو خط از راہِ محبت روانہ کیا تھا۔ پہنچا۔ اور پٹنہ سے جو خط بھیجا تھا وہ بھی مل گیا ——— اوقات کو طاعات وعبادات اور ذکر و فکر میں صرف کرو ——— سفرِ طویل کے لئے زادِ راہ مہیا کرو ——— آیۂ کریمہ : ”ولتنظر نفسٌ ما قدّمت لغدٍ“[۱] ——— کے مضمون پر خوب غور کرو ——— ”گوشۂ نامرادی“ اور زاویۂ مسجد کو نہ چھوڑو، مساکین اور اہلِ جمعیت کے ساتھ رہو، اہلِ تفرقہ اور اُمراء سے دُور رہو، اور بے ضرورت ان کے پاس نہ بیٹھو ——— ”واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشیّ یریدون وجھہٗ“[۲] ——— کو پڑھو ——— طالبانِ حق جلّ مجدہٗ کی خدمت اور دلجوئی کرو، اپنی توجہات کو اُن سے نہ ہٹاؤ ——— دوستانِ دُور افتادہ کو دُعائے خیر و سلامتیِ ایمان سے یاد رکھو ... ... والسلام اوّلاً و آخراً۔

مکتوب (۹۸) خواجہ مکّی[۳] کے نام :———

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— بعد الحمد والصلوٰۃ ——— جو مکتوب

۱؎ ہر نفس کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا۔

۲؎ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اللہ کی مرضی چاہتے ہیں۔

۳؎ آپ بھی خلفاء حضرت خواجہ محمد معصومؒ میں سے ہیں۔ (روضہ رکن دوم)

بھیجا تھا۔ پہنچا۔۔۔۔ مسرت بخشی ۔۔۔۔ نسبت باطن کو عزیز رکھو، اور اس کی محافظت اچھی طرح کرو۔ ممکن ہے کوئی پھول گلہائے معرفت میں سے تمہارے باطن میں بھی شگفتہ ہو جائے، اور وہ نوید قرب اور بوئے وصال لائے ۔۔ ۔۔ ۔۔ اور ہستی موہوم کو درمیان سے اٹھا دے، نیز "عدمیت ذاتی" کو دکھلا دے، اور حضوری خود بخود جلوہ گر ہو جائے۔ کوشش کرو کہ وقت، بیکاری میں ضائع نہ ہو۔ "باطل حق نما" اپنا فریفتہ نہ کرے، اور یہ بھی کوشش کرو کہ "قل[1] جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا" ۔۔۔۔ کا حاکم ممالک بشریت پر فتح و غلبہ پائے، اور اس کو اپنے تصرف میں لے آئے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

والسلام اولاً و آخراً ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

مکتوب (۹۹) شیخ حسین منصور جالندھری کے نام :۔۔۔۔

بسم الله الرحمن الرحيم ۔۔۔۔ الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى ۔۔۔۔ صحیفہ پہنچا ۔۔۔۔ مسرت بخشی ۔۔۔۔ الحمد للہ ۔۔۔۔ کہ فقیر کو ان دنوں صحت کلی حاصل ہے، اگرچہ ابھی پیدل نہیں چل سکتا ہوں، لیکن پالکی میں بیٹھ کر (فقط) چار نمازوں کے لئے مسجد میں پہنچ جاتا ہوں ۔۔۔۔ تم نے لکھا تھا کہ "اگر جناب قدس میں متوجہ ہو کر بعض حالات کا استکشاف کرتا ہوں تو بطور الہام، کشف ہو جاتا ہے" ۔۔۔۔ اس نعمت کا شکریہ ادا کرو ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ خطا و غلطی سے محفوظ رکھے، اسلئے کہ کشف میں خطا و غلطی کا واقع ہونا ثابت ہے ۔۔۔۔ "امور کونیہ"

---

[1] کہہ دیجئے حق آگیا، اور باطل چلا گیا، اور باطل تو جانے ہی والا ہوتا ہے۔ ۱۲

(حوادثِ یومیہ دنیاویہ) کے کشف میں اگر خطا ہو جائے، تو کوئی بات نہیں، لیکن اسرارِ الٰہیہ اور اعتقادات و عبادات کے کشف کی کسوٹی شریعتِ حقہ ہے، جو کشف، قوانینِ شرعیہ کے موافق ہو، اور اس سے متصادم نہ ہو، وہ اعتماد کے قابل ہے، اور اگر متصادم ہے تو قابلِ اعتماد نہیں .... والسلام اولاً و آخراً ——

مکتوب (۱۰۹) سیادت مآب سید اسرائیل کے نام :—— (آخری حصّہ)

...... نفی و اثبات کے شہسوار، حضرت خلیل اور حضرت حبیب علیہما الصّلوات والتسلیمات ہیں، اس کلمے (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) کے جزءِ اوّل کو جو کہ نفی سے تعلق رکھتا ہے حضرت خلیل علیہ السلام نے پورا کیا، اور کوئی دروازہ درہائے شرک میں سے ایسا نہ چھوڑا جس کو بند نہ کر دیا ہو، اور انھوں نے (لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِین) کا نعرہ لگا کر دقائقِ شرک سے بھی کنارہ کشی کی ......

کلمے کا جزءِ ثانی (اِلَّا اللّٰہ) جو کہ مرتبۂ اثبات میں ہے، اور در اصل نفی کا نتیجہ اور غایت یہی ہے ...... اس کو اصالۃً حضرت حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بقدرِ طاقتِ بشری پورا کیا، لہٰذا اسکا اختتام آپ کے ہی نام کا رہا، اور محبوبیتِ ذاتیہ (جو کہ منتہائے کمالات ہے) کا قرعہ آپ ہی کے اسمِ گرامی پر نکلا —— پس آپ امام النبیین، صاحبِ شفاعت اور سید الاوّلین والآخرین قرار پائے ...... والسّلام۔

مکتوب (۱۱۰) خواجہ محمّد صادق البخاری ثم المدنی کے نام :——

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم —— بعد حمد وصلوٰۃ —— تمھارے

بہت سے خطوط پہنچے، مطالعے میں آئے، اور انھوں نے خوش کیا ــــ چونکہ فقیر خط لکھنے میں بہت کاہل واقع ہوا ہے، نیز کبھی صحت ہے اور کبھی مرض، اسلئے جواب میں کوتاہی ہوئی۔ معذور رکھنا ــــ اپنے اوقات کو وظائف اذکار و طاعات سے معمور رکھو ــــ مرضیاتِ مولائے حقیقی کے حاصل کرنے میں جان و دل سے کوشش کرو، اور توشۂ گور و قیامت کو مہیا کرو ... ... والسلام۔

مکتوب (۱۱۱) خواجہ مکی جعفر خاں کے نام :ــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ حامداً ومصلیاً ــــ صحیفۂ گرامی نے مشرف کیا .. .. .. درویشوں سے محبت، اور ان سے اخلاص کا معاملہ رکھنا یہ اللہ کی بڑی نعمت اور عظیم الشان دولت ہے " دردِ نایافت" کے متعلق جو تم نے لکھا ہے، یہ بھی امرِ عظیم اور "مقدمۂ یافت" ہے ــــ بزرگوں نے کہا ہے، کہ: "اگر اللہ تعالیٰ کچھ دینا نہ چاہتا، تو طلب کا مادّہ ہی نہ رکھتا" ــــ انسان کی قدر و قیمت محبت کی وجہ سے ہے اس کی بزرگی، اور اس کا امتیاز، تمام موجودات کے مقابلے میں اسی درد کی بناء پر ہے۔

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست

درد را جز آدمی درخور نیست

لیکن درد و محبت کے مراتب و درجات مختلف ہیں، ہر ایک اپنے ظرف کے مطابق درد و محبت کے انوار و برکات کا امیدوار ہے ... ...

والسلام اولاً و آخراً ... ...

مکتوب (۱۱۵) مُلّا حسن پشاوری کے نام :- ——— (فضیلت استقامت میں)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ——— بعد الحمد والصّلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ——— احوال اینجد و دمستوجب حمد ہیں ——— اللہ تعالیٰ دوستوں کو جمعیتِ قلب اور استقامتِ ظاہر و باطن کے ساتھ محفوظ رکھے ——— مدارِ کار استقامت پر ہے، الاستقامۃ فوق الکرامۃ (بزرگوں کا قول ہے) ———

"شیّبتنی سورۃُ ھودٍ"[1] ——— حدیث معروف ہے ——— جب کہ سیّدِ انبیاء سرورِ اتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمائیں، اور امرِ[2] استقامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دے، تو ہم جیسے بوالہوس اگر ہوس استقامت کریں اور استقامت کا دم بھریں تو محض ہوس و خیال ہے۔ بہرکیف ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں، اور سعی کرنا چاہیے، ممکن ہے اس بحرِ بیکراں سے کوئی چلّو مل جائے، اور حلقِ جاں تک پہنچ جائے :-

"ما لا یدرك کلّہ، لا یترك کلّہ" ——— تمہاری استقامت کا حال سُنا جاتا ہے اس سے دل بہت خوش ہوتا ہے ——— اللّٰھُمّ زد ——— منتظرِ نتائج رہو۔

دوستوں سے دُعا کی اُمید ہے ...... والسّلام۔

مکتوب (۱۱۷) اپنے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ رح کے نام :- ———

---

[1] مجھے سُورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا۔

[2] سُورۂ ہود میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو استقامت کا حکم ان الفاظ میں فرماتا ہے :- فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ....

یہاں کے احوال ہر طرح مستوجب حمد ہیں ـــــ تمہارے جانے کے بعد، ان دنوں شیخ عبدالاحد[1] فقیر کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں، اپنے کام میں بہت سرگرم ہیں، شب و روز خدمت میں حاضر ہیں۔ خانقاہ میں ایک حجرہ لے کر بسر اوقات کرتے ہیں، نشۂ عجیب رکھتے ہیں، بہت ترقی کر لی ہے۔ شیخ بدیع الدین اور میر محمد باقر بھی عزیز مذکور کے ساتھ موافقت کر کے لوازم طلبگاری کو حسب طاقت انجام دے رہے ہیں۔ الغرض ان تینوں کا معاملہ روز بروز رو بہ ترقی ہے ـــــ "یارانِ دیگر" بھی ترقی کی طرف جا رہے ہیں ـــ طالبین "قطعِ علائق و اسباب" کر کے اطراف و اکناف سے (جوق در جوق) یہاں پہنچ رہے ہیں، اور سرگرم کار ہیں، فیض مند ہوتے ہیں اول قدم میں "تخلّص و آزادی" حاصل کرتے ہیں ـــــ "سردی و گرفتاری" تو اس بے حاصل کے حصّہ میں آئی ہے اور "قرعۂ ہجر و دوری" اس فقیر کے نام نکلا ہے۔ شرم آتی ہے کہ اس "گرفتاری" کے باوجود "آزاد" لوگوں کے ساتھ مصاحبت رکھتا ہوں، اپنے آپ کو میں کسی طرح بھی ان لوگوں کی مجلس کے قابل نہیں دیکھتا۔ یہ بیت اپنے اور ان دوستوں کے حال کے موافق پاتا ہوں۔ ؎

ما گرفتاریم بر ما ناوکِ بیداد ریز
سُنبل و گُل در کنارِ مردمِ آزاد ریز

---

[1] آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے اور صاحبِ مکتوبات کے بھتیجے ہیں۔

قدرتِ خدا کا مطالعہ و مشاہدہ کرو، کہ میری اس "سردی وافسردگی" کے باوجود وہ جماعت جو میرے ساتھ نشست و برخاست رکھتی ہے، اس میں شعلۂ شوق پیدا ہو رہا ہے، اور ان کی آتشِ محبت ترقی پر ہے، جس کی وجہ سے وہ ماسوا سے رہائی حاصل کر رہے ہیں، اور ترقیات کے میدان میں گامزن ہیں :-

"الذی جعل لکم من الشجر الاخضر ناراً"۔ (یٰسین)[1]

وہی "قصۂ حجر و شجر حضرت موسیٰؑ" ہے، کہ درختِ سبز سے آتشِ خالص بے دھوئیں کی انھوں نے دیکھی، پھر انھوں نے سُنا جو کچھ سُنا۔ اور سنگِ خارا سے اتنے چشمہ ہائے آب برآمد کئے، کہ جماعتِ کثیر کے انتفاع کا سبب بن گئے۔۔۔۔ واضح رہے کہ "مربیِ حقیقی" اور "مرشدِ علی الاطلاق" اللہ تعالیٰ ہے ۔۔۔۔ ع

از ما و شما بہانہ برساختہ اند

کسی نے خوب کہا ہے ۔۔۔۔ ع

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان مطرب ست

از تست طلسمِ ایں خزانہ ٭ من ہیچ نیم دریں میانہ

(والسلام)

مکتوب (۱۱۹) حافظ ابو اسحٰق کے نام :۔۔۔۔ (آخری حصہ)

۔۔۔ تم نے لکھا تھا کہ رسالہ "یاقوتیہ" کے پڑھنے سے دل میں ایسا شوق غالب ہوا، کہ "ترکِ نوکری و خانماں" کرکے کسی طرح صحبتِ عالی میں پہنچ جاؤں الخ"

---

[1] وہ ذات جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے درختِ سبز سے آگ کو۔

مکرما! ـــــ یہ شوق نعمتِ عظمیٰ ہے۔ مدارِ کار، شوق و محبت پر ہے، اور معاملہ ترقی و قرب اسی سے وابستہ ہے۔ جتنا "دیدہ حُسن بیں" زیادہ روشن اور تیز ہوگا اتنا ہی شوق و عشق کو بڑھائے گا، ماسوا محبوب سے منقطع و بیگانہ کرے گا، اور "دریچہ معرفت" اسکے باطن میں کھولے گا ـــــ

آنرا کہ بحُسن، دیدہ تیز ست

ایں عشق، بلائے خانہ خیز ست

مخدوما! ـــ چونکہ تمہارے ساتھ ایک پورا کنبہ وابستہ ہے، تم اُن کے کفیل ہو اور تمہارے اوپر قرض بھی ہے، لہٰذا ترکِ ملازمت میں توقف و تأمل درکار ہے۔ "ترکِ حقیقی" کے حصول تک "ترکِ حکمی" پر قائم رہو، اور "ترکِ صوری" کے مقابلے میں "ترکِ معنوی" پر اکتفا کرو ـــ "الصُّوفِی کائنٌ بائنٌ" ـــ یہ مقولہ تو تم نے سُنا ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ صوفی خلق کے ساتھ بھی رہتا ہے، صورتاً۔ اور خلق سے جدا بھی رہتا ہے، حقیقتہً و معنیً ـــــ والسلام اوّلاً و آخراً۔

مکتوب (۱۲۱) شیخ عبد العلیم[ف] جلال آبادی کے نام: ـــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التحیات . . . . . .

تمام احوال مستوجب حمد ہیں . . مکاتیب شریفہ کے بعد دیگرے پہنچے . . . .

ف آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفا میں سے ہیں۔ (روضہ رکن دوم)

مسرت بخش ثابت ہوئے ـــــ چونکہ فقیر کو درد کا عارضہ لاحق تھا، اور قلم پکڑنے اور لکھنے کی بھی طاقت نہیں تھی اسلئے جواب میں توقف واقع ہوا۔ اس ماہِ مبارک (رمضان) میں مسجد کی حاضری، تراویح اور ختم قرآن سے محروم رہا، الحمدللہ کہ ماہِ شوال میں ماہ سابق کی نسبت تخفیف ہوگئی ـــــ الحال کہ ۶ ذیقعدہ ہے، چند روز سے پالکی میں بیٹھ کر دیوان خانہ میں آتا ہوں، اور چند گھڑی درویشوں کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں۔ ابھی مسجد تک نہیں گیا ہوں، کیونکہ وہ فاصلہ رکھتی ہے، اور دو زانو یا چار زانو بیٹھنے کی طاقت بھی ابھی نہیں آئی ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے: ـــــ ؎

فلیتك تحلو والحیٰوة مریرة

ولیتك ترضی والانام غضاب

بزرگوں نے فرمایا ہے، کہ "محبت ذاتیہ" کی علامت یہ ہے کہ "انعام محبوب" اور "ایلام محبوب" دونوں مساوی ہوجائیں یعنی محب، ایلام محبوب سے بھی لذت یاب ہو، جس طرح اس کے انعام سے لذت یاب ہوتا ہے ـــــ ہمارے حضرت مجدد صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایلام محبوب اسکے انعام کے مقابلے میں زیادہ لذت بخش ہے، اسلئے کہ انعام میں تو مرادِ محبوب اپنی مرادِ نفس کے ساتھ مخلوط ہے، اور ایلام میں خالص مرادِ محبوب ہی ہے، اور مرادِ نفس کی مخالفت ہے ـــــ دونوں میں بڑا فرق ہوگیا ـــــ یہ شعر منجملہ غرائب ہے۔ ؎

اگر مرادِ تو اے دوست نامرادیٔ ماست ❊ مرادِ خویش دگر بارہ من نخواہم خواست

والسلام۔۔۔

۱؎ کاش کہ آپ میرے حق میں شیریں ہوجائیں چاہے زندگی تلخ رہے، کاش آپ مجھ سے راضی ہوجائیں خواہ تمام مخلوق ناراض ہو۔

مکتوب (۱۲۲) شاہِ وقت سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے نام :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد المصطفیٰ خیر الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہٖ البررۃ التقی واصحابہٖ اصحاب المقامات والدرجات العلیٰ

(اس کے بعد چند احادیث فضائل سجدہ میں درج کی ہیں) ۔

کمترین دُعاگویاں، حضرت ناصر الملّۃ والدّین، مرجع الاسلام، مؤید المسلمین، خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی الارضین، کی خدمت میں لکھتا ہے کہ یہ مسکین باوجود بے بضاعتی و دُوار کاری آنجناب کے لئے "دعائے سلامتی جان وایمان" سے فارغ اور "طلبِ ترقیِ درجات و استقامتِ صوری ومعنوی" سے غافل نہیں ہے — ؎

این دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

برادر دینی شیخ عبد العلیم نے ایک خط فقیر کو تحریر کیا تھا جس میں آنجناب کی "جمعیتِ باطنی" اور اس "[illegible] جلیل القدر" کے "تقید" کے بارے میں لکھا تھا اس کو پڑھ کر شکرِ خداوندی بجالایا کہ باوجود ان "اشغالِ صوریہ" کے آپ کے دل حقیقت میں کو مطلوبِ حقیقی کے ساتھ ایک خاص تعلق اور مقصود تحقیقی کے ساتھ ایک مخصوص شوق ہے — اُمید ہے کہ یہ تعلق روز بروز زیادہ ہوگا، اور آتش شوق قوت پذیر ہوگی حتیٰ کہ ذکر سے مذکور، دال سے مدلول اور لفظ سے معنیٰ تک معاملہ پہنچ جائے گا ۔ ؎

تو مے زوجودِ خویش فانی

رفتہ ز حروف در معانی

اسم ومعنیٰ وغیرہ کا اطلاق، حضرت حق جلّ مجدہٗ کے بارے میں اس بنا پر ہے کہ

میداں عبارت تنگ ہے، ورنہ ———— ع

آنجا ہمہ آنست کہ برتر ز بیان ست

اللہ تعالیٰ کو لفظ و معنی سے ماوراء طلب کرنا چاہیے، اور اس کو "وراء آفاق و انفس" "وراء تجلّیات و ظہورات"، "وراء توحید و اتحاد" اور "وراءِ مشاہدات و مکاشفات" ڈھونڈھنا چاہیے ———— ؎

تو از خوبی نمی گنجی بعالم
مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

سیر و سلوک سے مقصود، رفع حجابات ہے، خواہ حجابات وجوبی ہوں یا حجابات امکانی۔ یہ بات نہیں ہے کہ مطلوب کو دام میں لے آئیں گے اور عنقا کا شکار کرلیں گے۔ ؎

عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چیں
کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

یہ کمال، مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے، اور یہ "دید" نتیجۂ ولایت انبیاء ہے علیہم الصلوات والتسلیمات ....

...... وہ اکابر جو کمالات وراثتِ انبیاء کے ساتھ آراستہ ہوئے ہیں ...... وہ تجلّیات و ظہورات سے بالا ہو کر اور شہود و مشاہدہ سے آگے بڑھ کر تمام حجابوں (ظلمانی و نورانی) سے باہر آگئے ہیں، اور یقین کے ساتھ جان گئے ہیں کہ یہ شہود حضرت حق سُبحانہ کا شہود نہیں ہے، اور یہ تجلّی، ذات مقدس کی تجلّی نہیں ہے، بلکہ اسکے صفات و کمالات میں سے ایک صفت کا ظہور ہے، جو کہ حجاب ذات ہے۔ طالب ذات اقدس "شہود صفات و کمالات" سے خوش اور آرام گیر نہیں ہوتا۔ وہ تو حضرت خلیل اللہ ع

کی طرح — "لا اُحِبُّ الآفلین" اور "انی وجهت وجهی" — پڑھتا ہوا اس شہود کے اوراء کی طرف دوڑتا ہے "اسم وصفت" سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں حق سبحانہ تعالیٰ وتبارک وتقدس — ع

بو صلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم
کہ نو پروازم و شاخ بلند ے آشیاں دارم

رزقنا اللہ سبحانہ ایمانا بھذہ المعانی وشربًا من ھذا المشرب۔
انوار آفتاب جہانداری وسلطنت وآثار برکات واستقامت وترویج ملت، روز افزوں باد۔
الحمد للہ اولا و آخرا والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ دائما وسرمدًا وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام......

مکتوب (۱۲۵) شیخ ابوالمظفر برہان پوری کے نام: —

بعد تسمیہ وحمد وصلوٰۃ — مکتوب مرغوب جو اذواق واشواق پر مشتمل تھا پہنچا۔ خوش کیا — اللہ تعالیٰ ابواب ترقیات کشادہ رکھے — اعلیٰ مرتبہ کمال پر پہنچائے۔

لہ شیخ الصالح ابوالمظفر الحنفی النقشبندی البرہانپوری: دکن کے رؤسا میں سے تھے بعدہٗ اس علاقہ کے ایک عظیم المرتبہ شیخ کامل ہوئے — حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ سے بیعت ہو کر اُن کی خدمت میں مدتوں رہے، بالآخر مرتبہ مشیخت پر پہنچے۔ پیرو مرشد نے ان کو خلافت دے کر برہان پور کی طرف روانہ کر دیا تھا وہاں انھوں نے سکونت اختیار کی، اور ان کو قبول عظیم حاصل ہوا۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے انتقال کے بعد مروج الشریعۃ خواجہ عبیداللہؒ سے رجوع کر کے فیض حاصل کیا — شیخ عنایت اللہ بالاپوری (بقیہ ص ۲۵۴ پر)

حلاوت و رقت، ذکر و تلاوت اور نماز میں بڑھائے، اور حقیقت قرآنی اور حقیقت صلوٰۃ سے بہرہ کامل عطا فرمائے ــــ نماز، فقط اسی صورت ظاہری ہی میں محدود نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب میں ایک ایسی حقیقت رکھتی ہے کہ تمام حقائق سے اونچی ہے ...... حضرت مجدد الف ثانیؒ سے میں نے سُنا ہے، کہ شانِ علم، کلام کو بھی متکلم سے ایک ایسا اتحاد ہے کہ کسی دوسری صفت کو اتنا نہیں ہے، پس اس راہ سے قرب و منزلت کو حاصل کرو ــــ "فَهِمَ مَنْ فَهِمَ" ــــ اسرار نماز کہاں تک بیان کروں ــــ ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست ......

مکتوب (۱۲۷) خواجہ مومن قاضی زادہ برہان پور کے نام :ــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التحیات ......

مکتوب شریف پہنچا ــــ مسرت بخش ہوا ــــ اور چونکہ احوال واذواق پر مشتمل تھا اس لئے مسرت پر مسرت بڑھائی - اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقیات عطا کرے، اور تکبّر و پندار سے دور رکھے۔ لکھا تھا کہ نماز میں ایک ایسی حالت رونما ہوتی ہے کہ حجاب درمیان سے اٹھ جاتا ہے ... اور خطرہ غیر بالکل دل میں نہیں گذرتا، اس وقت "خوفِ بسیار" پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو

(ص ۲۵۲ کا بقیہ حاشیہ) اور دیگر ہزارہا اشخاص نے شیخ ابو المظفرؒ سے طریقۂ نقشبندیہ حاصل کیا ــــ ۱۱۰۰ھ کے لگ بھگ بلدہ برہان پور میں انتقال ہوا -

(نزہۃ الخواطر جلد ۶ - وروضۃ القیومیہ رکن دوم)

مثل خس وخاشاک بھی نہیں پاتا ہوں۔" جاننا چاہیئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے، کہ :- "نماز میں مصلّی و پروردگار کے درمیان جو حجاب ہے وہ اُٹھالیا جاتا ہے۔" ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ :- یہ رفعِ حجاب منتہی کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے شکرِ خدائے عزوجل اس نعمتِ عظمیٰ پر بجالاؤ، اور اس کی کیفیت کے بڑھانے میں کوشش کرو، نیز نماز کو آداب و شرائط اور طولِ قنوت کے ساتھ پڑھا کرو۔ جو قرب، نماز کی ادائیگی کے وقت ہوتا ہے وہ اس سے باہر میسر نہیں ——— "وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا"[1] ——— کچھ تھوڑے سے اسرارِ نماز، عزیزی شیخ ابو المظفر (برہان پوری) کے خط میں بھی لکھے ہیں، اُن کا بھی مطالعہ کرو گے تو بظاہر لُطف اندوز ہوگے۔

والسّلام

مکتوب (۱۳۲) خواجہ احمد[2] بخاری کے نام :-

اللہ تعالیٰ جادۂ شریعتِ غرّا و سنّتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقیم و مستدیم رکھ کر ترقیاتِ صوریہ و معنویہ سے مکرم و ممتاز فرمائے ۔۔۔۔۔۔

صحیفۂ گرامی نے پہنچ کر مسرت بخشی ——— علالتِ فقیر کے متعلق دریافت کیا ہے ——— الحمد للہ ——— ان دنوں آرام ہے، لیکن ابھی تک اُٹھنے کی قوت

---

[1] اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کرو، اور نماز کی ادائیگی پر جمے رہو۔

[2] خواجہ احمد بن خواجہ خاوند محمود عطاری نقشبندی بخاریؒ اکابر عصر میں سے ہیں، بادشاہ توران عبدالعزیز کی ایلچی گیری میں ہندوستان آئے، اور بعد معاودت اواخر شعبان ۱۰۸۲ھ میں لاہور میں انتقال کیا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفاء میں تھے۔

نہیں آئی ہے ــــ ما اصاب من مصیبۃٍ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا[1] ــــ جو کچھ اس طرف سے پہونچتا ہے مرغوب ومحبوب ہے۔ کشادہ پیشانی کے ساتھ ابرو پر بغیر بل ڈالے اس کا استقبال کرنا چاہئے یہی راہِ بندگی ہے ــــ بعض احباب تنگیٔ روزگار اور قرضداری کی بناء پر اظہارِ گلہ کیا کرتے ہیں۔ شکایت کا کوئی موقع نہیں۔ رزق مقرر میں کسی کمی بیشی کا احتمال نہیں ہے۔ رزق کا تنگ کرنا اور رزق کا کشادہ کرنا بس اللہ کے قبضے میں ہے۔ کسی کو اس میں دخل نہیں ہے ــــ اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر[2] ــــ طریقۂ پسندیدہ یہ ہے کہ بندہ، چہرۂ دل کو تمام سمتوں سے ہٹا کر ذکر وعبادت الٰہی کی طرف متوجہ کرے، اور کلیتہً تعمیرِ آخرت میں کوشش کرے۔ بندے کا مطمحِ نظر مرضیاتِ الٰہیہ کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہئے ــــ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا[3] ــــ امورِ معاش کو اللہ کے حوالے کرنا چاہئے، کشود کار بھی اسی کی طرف سے جانے اور اسی سے طلب کرے ــــ رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا[4] ــــ حدیث شریف میں

---

[1] نہیں پہنچی کوئی مصیبت زمین اور تمہاری جانوں میں، مگر وہ لکھی ہوئی ہے لوحِ محفوظ میں اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں۔

[2] اللہ کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لئے چاہتا ہے، اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔

[3] اپنے پروردگار کا ذکر کر، اور تمام جہتوں سے ہٹ کر اس کی طرف پوری پوری توجہ کر۔

[4] وہ مشرق ومغرب کا پروردگار ہے، اسکے سوا کوئی معبود نہیں، پس اس کو اپنا کارساز بنالے۔

آیا ہے :- تبًّاللذّھب والفضۃ قیل فما نتخذ قال لساناً ذاکراً و قلباً شاکراً وزوجۃً تعین علی الآخرۃ ـــــ نیز حدیث شریف میں آیا ہے من جعل الھموم ھماً واحداً کفاہ اللہ تعالیٰ سائر ھمومہ ومن تشعبت بہ الھموم من احوال الدنیا لم یبال اللہ تعالیٰ فی ای اودیتھا ھلک ـــــ

سید محمد! ادران کے برادرِ کلاں کے جو کچھ احوال لکھے ہیں وہ بھی معلوم ہوئے، تم نے اپنے بھائی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ پہلے جو کچھ آنکھ بند کرکے دیکھتے تھے اَب کھُلی آنکھوں دیکھتے ہیں -

مخدوما! ـــــ یہ بات ترقیِ باطن پر دلالت نہیں کرتی، کمال اِس بات کے ساتھ بھی وابستہ نہیں ہے ـــــ ع

تو مباش اصلا کمال این ست و بس

تم نے یہ بھی لکھا تھا کہ :- "یارانِ طریق جو تم سے وابستہ ہیں، جب ان کو (امرِ باطن میں) کوئی مانع پیش آتا ہے اور توقف واقع ہوتا ہے تو وہ تمھاری طرف توجہ کرتے ہیں"

لہ ہلاکت ہو سونے چاندی کی (آنحضرت صلعم کے یہ الفاظ سُن کر) صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہم کیا جمع کریں۔ فرمایا:- زبان ذاکر، قلب شاکر اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے مددگار ہو۔

لہ جس شخص نے اپنے تمام غموں کو ایک غم (غمِ آخرت) بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ اسکے تمام غموں کو دُور کرے گا، اور جس شخص کو دنیاوی غموں نے گھیر لیا (علاوہ غمِ آخرت کے) تو اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں، وہ کسی بھی وادیٔ غم میں ہلاک ہو جائے ـــــ مشکوٰۃ شریف میں سائر ھمومہ کی جگہ ھم دنیاہ ہے۔

تمھاری صورت اُن کو ظاہر ہو جاتی ہے، اور اس جگہ سے گذار دیتی ہے، حالانکہ تم کو اسکی کچھ خبر بھی نہیں ہوتی۔"

مخدوما! ــــ (بات یہ ہے کہ) "تکمیل وارشاد" "کارخانہ خداوندی" ہے مربی حقیقی تو در اصل) وہی ہے لیکن باعتبار ظاہر یہ معاملہ پیر و مرشد کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اسکے ذریعے سے مرید کا کام درجہ کمال تک پہنچاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرشد کو اس توسط کی اطلاع ہو جاتی ہے، اور کبھی نہیں ہوتی۔ ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

ــــــــ والسلام۔۔۔۔۔

مکتوب (۱۳۳) شیخ شرف الدین سلطان پوری[1] کے نام: ــــــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ــــ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التحیات۔۔۔۔۔

صحیفۂ گرامی جو بھیجا تھا ــ پہنچا ــ بہجت افزا ہوا ــ حلقۂ صبح و پیشین کی پابندی بعد مغرب طریقۂ توجہ بیاران، گرمی مجلس، تاثیر توجہات اور ظہور آثار و ترقیات عظیمہ کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اس سے بے انتہا مسرت ہوئی۔

اللھم اکثر اخواننا فی الدین ــ چاہئے کہ اس امر جلیل القدر کا بیش از بیش اہتمام کریں ــ حدیث شریف میں آیا ہے: ان احب عباد اللہ[2]

---

[1] آپ حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلفاء میں ہیں۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

[2] بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو بندوں کو اللہ کا محب بنائے۔ اور اللہ کی محبت کو اسکے بندوں کی طرف متوجہ کرے۔

إلى الله من حبب عباد الله الى الله وحبّب الله الى عباده ـــــــ
تصحیح نیت میں جان و دل کے ساتھ کوشاں ہوں۔ ہمیشہ ملتجی اور تضرع کناں رہیں ــــــ
حقیقت قرآنی کے تحقق اور "عبور بما فوق" کے متعلق جو کچھ لکھا ہے واضح ہوا۔ چونکہ معاملہ نازک ہے، اسلئے اس کی تفصیل تمہارے حاضر ہونے پر ہوگی۔ جو کچھ اپنے اندر پاتے ہو نعمت عظمیٰ ہے۔ اُمید ہے کہ یہ بات دو حال سے خالی نہ ہوگی، یا تو بالفعل حاصل ہے یا قریب الحصول ہے۔ بہر حال شکرِ خدا بجالاؤ، اور ہمت کرو کہ بحر معرفت سے کوئی موتی ہاتھ لگے تاکہ سات پشت کی سعادت کا سبب بنے اور ہشت بہشت حاصل ہوں ــــ دوستوں سے دُعا کی اُمید ہے۔ ......

والسلام اولاً و آخراً ــــــــ

مکتوب (۱۴۷) حاجی محمد شریف کے نام: ــــــــ (اوّل حصّہ)

بسم الله الرّحمٰن الرّحیم ــــــ الحمد لله وسلامٌ علٰی عباده الذین اصطفٰی

تم نے استفسار کیا ہے کہ قرب نوافل اور قرب فرائض کسے کہتے ہیں؟ ......
جاننا چاہئے کہ قرب نوافل وہ قرب ہے جو عبادات نافلہ پر مرتب ہوتا ہے، ایسا قرب ہوتا ہے کہ وجود سالک درمیان میں رہتا ہے۔ پس یہ قرب، فنا کنندہ نہیں ہے اسلئے کہ صاحب قرب کا وجود ہنوز درمیان میں ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ قرب نوافل وہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق تعالیٰ اس کا آلۂ فعل ہو ــــ چنانچہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے: ــــــــ

"لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعًا و بصرًا و یدًا و رجلًا"[1] ۔۔۔۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے:۔
"فبی یسمع و بی یبصر"[2] ۔۔۔۔ قرب فرائض میں چونکہ محض امر الٰہی کی تعمیل ہے، وجود عابد درمیان میں نہیں ہوتا، پس جو قرب اس پر مرتب ہوتا ہے ایسا قرب ہوتا ہے کہ وجود عارف درمیان میں نہیں رہتا، لہٰذا کہا گیا ہے کہ قرب فرائض وہ ہے کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور بندہ آلہ فعل ۔۔۔۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے :۔۔۔۔ "الحق ینطق علی لسان عمرؓ ۔۔۔۔ ناطق حق ہے اور زبان عمرؓ آلہ سے زیادہ نہیں ہے، پھر وارد ہوا ہے :۔ "اتقوا غضب عمر[3] ان اللہ یغضب ۔۔ پس قرب فرائض، فنا کنندۂ وجود سالک ہے، اور قرب نوافل ایسا نہیں ہے ۔

"جمع بین القربین" یہ ہے کہ فاعل و آلہ ہر دو حق تعالیٰ ہوں، اور بندہ درمیان میں کچھ نہ ہو ۔۔۔۔ آیۂ کریمہ :۔ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی"[4] ۔۔۔۔ میں ان ہر سہ قرب کی طرف اشارہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔

---

[1] میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں، اور اس کی سمع اور بصر اور ید و رجل بن جاتا ہوں ۔
[2] پس مجھ ہی سے وہ سنتا ہے، اور مجھ ہی سے وہ دیکھتا ہے ۔
[3] عمرؓ کے غصے سے بچو، اسلئے کہ ان کے غصے کے وقت در اصل اللہ غصہ ہوتا ہے ۔
[4] اور نہیں پھینکا آپ نے (کنکریوں کو) جبکہ پھینکا، بلکہ اللہ نے ان کو پھینکا ۔

مکتوب (۱۵۰) شیخ محمد باقر لاہوری کے نام: ——— (آخری حصہ)

مخدوما! ——— بعض طالبین، جن کے کمالات ابھی قوت سے فعل میں نہیں آئے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اندراج یا انعکاس یا تخیل کے طور پر وہ کمالات متصور ہونے لگتے ہیں، حالانکہ ہنوز ان کا وقت نہیں پہنچا ہوتا ——— لہذا اس معاملہ میں بہت غور و تامل کی ضرورت ہے۔ نیز طالبین کے اوضاع و اطوار اور استقامت و عدم استقامت کو ملاحظہ کر کے اجازت دینا چاہیئے۔ میں اُن عزیزوں کے متعلق نہیں کہہ رہا جن کے حالات تم نے لکھے ہیں، بلکہ یہ بات بطور قاعدۂ کلیہ ہے، دوستوں کو ملحوظ رکھنی چاہیئے ......

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ

مکتوب (۱۵۴) فرزندانِ خواجہ محمد حنیفؒ کے نام: ———

(در تعزیت وفات خواجہ مرحومؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ......

برخوردار سعادت آثار خواجہ عبید اللہ (ابن خواجہ محمد حنیفؒ) مع برادر و ہمشیرگان کمال کو پہنچیں، اور ان کی عصمت پناہ والدہ اور تمام اہلِ طریق جو وہاں اقامت گزیں ہیں اس جانب سے سلامِ عافیت انجام قبول کریں۔ سب کے سب جادۂ شریعتِ غرّا، اور سنت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مستقیم و مستدیم اور متابعتِ شیوخ پر راسخ رہیں۔ ——— اس حادثۂ جانگاہ کو سن کر کیا لکھوں کہ دوستوں پر کیا رنج و غم گذرا اور کیسی

جدائی اور مصیبت نمودار ہوئی ـــــ لیکن چونکہ بارادہ و تقدیر مولائے حقیقی ہے، اسلئے سوائے رضا و تسلیم کے چارہ نہیں، ہم نے بھی صبر کیا، تم بھی صبر کرو، اور اللہ کے فعل کے ساتھ راضی و شاکر رہو ـــــ گذرے ہوؤں کو دعا و صدقہ سے یاد کرو۔ فیوض و برکات خواجہ مرحومؒ سے اُمیدوار رہو۔۔۔۔۔۔۔

دوستوں کو چاہیئے کہ خواجہ مرحوم کی جگہ کو آباد رکھیں، اور طریقۂ خواجہ کا اچھی طرح لحاظ رکھیں، حلقۂ "ذکر و شغولی" بھی قائم رکھیں۔ آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور فرزندانِ خواجہ کی رضامندی و خدمتگاری میں دل و جان سے کوشاں ہوں، ان کے بچوں کی اچھی تربیت کریں، اور تعلیم آداب دیں۔ ان کے بچے پانچوں وقت نماز باجماعت میں حاضر ہوں، اور بلاناغہ سبق پڑھیں ـــــ کیا کیا جائے، ہم ان سے دور ہیں ـــــ دل کڑھتا ہے ـــــ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو رائیگاں نہ کرے گا، درجۂ کمال تک پہنچائے گا ـــ انہ قریبٌ مجیب۔

زہجرِ دوستاں خوں شد درونِ سینہ جانِ من
فراقِ ہمنشیناں سوخت مغزِ اُستخوانِ من

والسلام اولاً و آخراً۔۔۔۔۔۔

مکتوب (۱۵۶) خواجہ عبدالصمد کابلی کے نام:ـــــ

(مواعظِ دینی اور بیوفائی دنیائے دنی کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التحیات۔۔۔ ـــ افسوس! کہ عمر ختم ہوگئی اور کوئی عمل نہ ہوسکا۔

بیوفائی دنیا "پد ہی اولی" بن گئی ہے۔ فتن و مصائب پے درپے آرہے ہیں، دوست اور "جگر گوشہا" کوچ کر رہے ہیں، پھر بھی کوئی تنبہ و تذکر نہیں، توبہ و انابت بھی نہیں غفلت بڑھتی جاتی ہے، اور معاصی روز افزوں ہیں ______

"اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ
ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ یَذَّکَّرُوْنَ"[1] ______

یہ کون سا ایمان اور کون سی مسلمانی ہے، کہ نہ تو کتاب و سنت سے پند پذیری ہے اور نہ مشاہدۂ آیاتِ بیّنات سے عبرت حاصل ہو رہی ہے ______ غور کرنا چاہیے کہ وہ یار اور ہمنشیں جو پار سال اور اس سے گذشتہ سال یکجا ہم سفر و ہم رکاب تھے، مونس و ہمدم تھے ...... وہ کہاں چلے گئے؟ ______ ؏

کجا رفتند آں یاراں کہ بودند مونسِ جانی

کوئی نشان ان کا ظاہر نہیں ہوتا، اور کوئی بھی ان کا نشان نہیں دیتا۔ ؎

چناں خرمنِ عمر شاں شد بباد
کہ ہرگز کسے زاں نشانے نداد

______ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ ______

پس ہم پر اور ہمارے پسماندوں پر لازم ہے، کہ عمرِ دو روزہ کو غفلت میں نہ گذاریں، خوابِ خرگوش میں مبتلا نہ ہوں۔ اِس سرائے فانی سے دل نہ لگائیں اور اس قحبۂ غدّار کے

---

[1] وہ غور نہیں کرتے کہ وہ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائش میں پڑتے ہیں پھر بھی تائب نہیں ہوتے، اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

فریفتہ نہ ہوں۔ مرضیات مولائے حقیقی کی موافقت کریں نفس وشیطاں کے مکر اور گرداب ہوا و ہوس سے کنارہ کشی کریں، گور و قیامت کو پیش نظر رکھ کر اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کریں

"وعُدّ نفسک من اصحاب القبور"[1] (الحدیث)

"حیات و وجود موہوم" سے آزاد ہو کر اس موت میں مشغول ہوں جو پیش از موت ہے۔ وہ معدوم جو اپنے پر احکام موجود جاری کرے، اور عنوان وجود کے ساتھ ظاہر ہو، اور وہ نیست جو خواہ مخواہ ہست بنے ... ... قابلِ مضحکہ ہے۔ ؎

وصالِ خود بزعمِ حاسد تا کے
ترویج حنین متاع کاسد تا کے

ہستی اور اسکے توابع ہستی والے موجود حقیقی کے ہی شایانِ شان ہیں، اور وضع شے در محلِ خود ـــــ اسی کو کہتے ہیں ـــــ ممکن کا کمال نفیٔ کمال میں مضمر ہے، اور اس کی خیریت سلبِ خیریت ہی میں ہے ـــــــ ؎

درعالمِ ما زما بجز نام نماند ÷ واز صبحِ وجود ما بجز شام نماند

"چل خسرو گھر اپنے سانجھ پڑی سب دیس"! (اے خسرو اپنے گھر چل، سب جگہ شام ہو گئی)۔
... ... مامول از دوستاں دعائے سلامتی خاتمہ است...

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے یہ فرمایا کہ۔ دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرو، جس طرح مسافر ہوتا ہے، بلکہ پل پر سے گذرنے والا ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا:۔ اپنے نفس کو اصحابِ قبور میں سے شمار کرو ـــــ (مشکوٰۃ باب الامل والحرص)

مکتوب (۱۶۲) شیخ محمد یوسف[1] گردیزی پیرزادۂ ملتان کے نام :۔۔۔۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔۔۔۔ خصوصاً علی سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ۔

اما بعد ۔۔۔۔ تمھارا خط پہنچا ۔۔۔ جس کی عبارت میں تر و تازگی تھی ۔۔۔ یہ ذرۂ بیمقدار نہ اس خطاب کا سزاوار ہے، اور نہ اس مضمونِ مکتوب کا مستحق ۔۔۔۔ وہ مقدمات جو اپنی تواضع کی بنا پر اپنے نامۂ نامی میں مجھ دور از کار کے حق میں لکھے ہیں وہ بھی صحیح و واقعی نہیں ۔۔۔۔ اس مسکین سے نجات کی درخواست کرنا، اور رب الارباب کی طرف متوجہ ہونے کو مجھ سے طلب کرنا ایسا ہے، جیسا کہ کسی عاریت مانگنے والے سے عاریت چاہنا، اور کسی محتاج سے سوال کرنا ۔۔۔۔ فقیر اپنے اندر کوئی مناسبت اس "طائفۂ علیہ" سے نہیں دیکھتا، اور کوئی مشارکت اس "طبقۂ سنیہ" کے اسرار میں نہیں پاتا ۔۔۔۔ باوجود اس کے جو طالب، اطراف واکناف سے آتے ہیں بقدرِ استعداد بہرہ ور ہو جاتے ہیں، اور کمال و اکمال کا خیال کرتے ہیں ۔۔۔۔ یہ سب برکات، بزرگوں کے انفاسِ نفیسہ کے ہیں ۔۔۔۔ یہ مسکین درمیان میں کچھ نہیں ۔۔۔۔ ع

ما خود نیئم ایں ہمہ الحان ز مطرب ست

---

[1] شیخ محمد یوسف گردیزی = آپ ملتان کے مشہور گردیزی خاندان کے ایک فرد، اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے ایک مخصوص مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت والا آپ پر بہت مہربان تھے۔ خلافت دیکر آپ کو ملتان بھیجا، وہاں کے گرد و نواح میں آپ ہی کے ذریعہ طریقۂ نقشبندیہ کا رواج ہوا، نہایت مستقیم الاحوال تھے۔

(روضۃ القیومیہ رکن دوم)

بلاشک نیستی و عدمیت، ممکن کے اندر ذاتی ہے، باقی تمام کمالات جو توابع وجود ہیں، سب اسکے اندر "مرتبۂ وجوب" سے مستعار و مستفاد ہیں ___ ممکن بیچارہ اپنی ذات کو فراموش کر کے اپنے عاریتی کمال کو خیر و کامل تصوّر کئے ہوئے ہے، اپنے مولا کے مخصوص ترین اوصاف میں شرکت ڈھونڈھ رہا ہے، اور رعونت و انانیت ظاہر کر رہا ہے، یہ نہیں جانتا کہ اس کی ذات عدم ہے، وہ عدم، جو ہر شر و فساد کا منبع ہے۔ جیساکہ وجود، ہر خیر و کمال کا مبداء ہے ___ ممکن کی جہالتِ ذاتی کی بات ہے کہ وہ اپنے کو کامل سمجھے ہوئے ہے۔ اسکے حق میں کمال تو انتفائے کمال ہی میں ہے، اور اس کی خیریت، سلب خیریت ہی میں ہے ___ کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

وصّافیٔ خود بزعم حاسد تا کے

ترویج چنیں متاع کاسد تا کے

بات کہیں سے کہیں چلی گئی ___ یہ درویش دلریش، توجہ غائبانہ سے اور دُعائے ظہر الغیب سے فارغ نہیں ہے، اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ___ اس محبّت کی بدولت جو اس طبقۂ علیہ سے رکھتے ہو، بزرگوں کے فیوض و برکات سے فیض مند اور ان کے انوار و اسرار سے بہرہ مند ہو جاؤ گے۔ اس محبّت کو سرمایۂ سعادت تصوّر کرو ___ حق تعالیٰ اس محبت کی آگ کو سر بلند کرے، اور شعلۂ شوق کو مشتعل کرے ___ ماسواء سے پورے طریقے پر رہائی دے، اور سراپردۂ قرب و معرفت میں پہنچا دے ___ انّہٗ قریبٌ مجیب۔

مکرما! ___ معاملۂ افادہ و استفادہ، وابستہ بصحبت ہے، خصوصًا ہمارے طریقے میں کہ اس کا دار و مدار صحبت پر ہے ___ کسی کامل و مکمل کی صحبت میسّر آنے تک،

اوضاعِ شرعیہ اُور سُننِ مرضیہ پر مستقیم رہو۔ لہو ولعب اُور صحبتِ ناجنس سے بچتے رہو، اور وظائف واذکارِ ماثورہ کے ساتھ اوقات کو معمور رکھو ——— علومِ دینیہ میں مشغول ہونا بھی اعظمِ عبادات سے ہے۔ ... ... والسّلام۔

مکتوب (۱۶۹) محمد یحییٰ کے نام : ———

ابوابِ فیوض ہمیشہ مفتوح رہیں ——— وہ خط جو ازراہِ محبّت بھیجا تھا، پہنچا ——— مسرّت بخش ثابت ہوا ——— ذکرِ قلبی کا ملکہ پیدا ہو جانے کو لکھا تھا ——— اس حالت کو "دوامِ آگاہی" اُور "یادداشت" کہتے ہیں ——— جب تک "حضور وذکر" بتکلّف ہے اُس کا نام "یادکرد" ہے، اُور جب ذکر دوام پذیر اُور تکلّف سے آزاد ہو جاتا ہے "یادداشت" بن جاتا ہے ——— ؎

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال
در دل ز تو آرزو در دیدہ خیال

کوشش کرو کہ خطرۂ ماسوا اس طرح دل سے چلا جائے کہ اگر سالہا سال قصداً اور تکلّف کیا جائے، خطرۂ غیر دل میں نہ گذرے، بسبب اُس نسیان کے جو دل کو ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے، یہ حالت فنائے قلب سے تعبیر کی جاتی ہے، اُور "اطوارِ ولایت" میں قدمِ اوّل ہے ——— ع

ایں کار دولتست کنوں تا کرا دہند

جو خواب دیکھے ہیں واضح وعالی ہیں، اُور مناسبتِ تامہ کی خبر دیتے ہیں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ ترقیات عطا فرمائے ... ... والسّلام اوّلاً وآخراً۔

مکتوب (۱۷۳) بسیادت پناہ میر محمد ابراہیم[1] کے نام :۔۔۔۔۔

(کمالات محبت کے بیان میں)

حق سبحانہ وتعالیٰ ابواب فیوض کو ہمیشہ مفتوح رکھے ۔۔۔۔ صحیفۂ گرامی پہنچا ۔۔۔۔ خوشوقت کیا ۔۔۔۔ ولولۂ شوق ومحبت اور بیقراری و بے آرامی کا، جو کہ حد سے فزوں ہے، اظہار کیا ہے ۔۔۔۔ سب باتیں معلوم ہوئیں ۔۔۔ ہاں بیشک ۔۔۔۔ ع

درعشق چنیں بوالعجبہا باشد

اس قسم کی محبت آرزوئے طالبین اور تمنائے سالکین ہے ۔۔۔ یہی محبت، چہرۂ کار سے پردہ اٹھاتی ہے، اور برسوں کا معاملہ گھڑیوں میں طے کر دیتی ہے ۔۔۔ گرفتاران قید عقل اس محبت کی قدر نہیں جانتے، وہ اس جنون کو عیب و مرض سمجھتے ہیں ۔۔۔ اگر اس "معا" کا تھوڑا سا راز بھی اُن پر کھل جائے، تو وہ بھی اس جنون کے دیوانے اور بصد آرزو بندش عقل سے یکسو ہو جائیں ۔۔۔۔ ؎

عقل گرداند کہ دل دربند زلفش چوں خوش است ؟

عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیر پا

یہ جنون سرمایۂ سعادت ہے، اور مثمر قرب و معرفت ۔۔۔۔ حدیث شریف میں ہے :۔

---

[1] آپ میر محمد نعمان اکبرآبادیؒ کے صاحبزادے اور اسلام خاں (میر ضیاء الدین حسین) کے داماد تھے۔ اکابر عصر میں آپ کا شمار تھا۔ عالمگیرؒ بادشاہ کی طرف سے بطور نذر چھ لاکھ ساٹھ ہزار کی اجناس حرمین شریفین کو لیکر گئے تھے۔ بعد مراجعت، حدود دکن میں ۱۰۷۱ھ کو فوت ہوئے۔

(تاریخ محمدی قلمی رضا لائبریری رام پور و مآثر الامراء جلد اوّل)

"لن یومن احدکم حتی یقال انہ مجنون"[1] ـــــ لکھا تھا کہ "رمضان شریف کا مبارک مہینہ سرہند میں گزارنا چاہتا ہوں" ـــــ بہتر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مکتوب (۱۷۵) سرانداز خاں کے نام :ـــــــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

صحیفۂ گرامی پہنچا ۔ بہجت افزا ہوا ۔ سلامت وعافیت کے ساتھ جادۂ شریعت و سنت پر مستقیم رہو ـــــ ایام مفارقت بہت زیادہ ہو گئے ـــــ شوق ملاقات کو کس طرح لکھا جائے ـــ کیا بس کی بات ہے ـــــ ہر چیز کا ایک وقت معین ہے لکل اجل کتاب ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رکھے، اسی پر راضی رہنا چاہیے ـــــــ ؎

ہجر یکہ بود مراد محبوب

از وصل ہزار بار بہتر

بہرحال، طاعات و عبادات میں سرگرم، ذکر و فکر میں مشغول رہیں، آمادگی آخرت میں کوشش کریں، مولائے حقیقی کی رضا طلب کریں ـــ اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر میں یاد رکھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

والسلام اولاً و آخراً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

---

[1] حصن حصین (جزری) میں اس طرح ہے :۔ اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون (رواہ احمد وغیرہ) یعنی اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ دنیا والے مجنوں کہنے لگیں ۔

مکتوب (۱۷۶) میر عبداللہ پشاوری کے نام :۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(نصیحت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ، ابواب فیوض ہمیشہ مفتوح رکھے ۔۔۔۔۔ طریقۂ خواجہ مرحوم (خواجہ محمد حنیفؒ) کو خوب اچھی طرح ملحوظ رکھنا اور انکی متابعت ہاتھ سے نہ دینا۔ دوستوں سے طریقِ معاشرت عمدہ طریقے پر رکھیں۔ خواجہ مرحوم کے صاحبزادوں کی خدمت ورضامندی میں جان ودل سے کوشش کریں، احبۂ دُور افتادہ کو دُعائے خیر سے یاد رکھیں، کمرِ ہمت کو عبادتِ مولائے حقیقی میں چُست باندھ لیں، اس مہلتِ قلیلہ میں رضامندئی حق تعالیٰ کو حاصل کرلیں ۔۔۔۔ مربّی ظاہری (خواجہ محمد حنیفؒ) ہر چند سر سے اُٹھ گیا ہے، لیکن مربّی حقیقی تو قائم ودائم ہے ۔۔۔۔ "فان اللہ حیّ لا یموت" ۔۔۔۔ حلقۂ ذکر کو گرم رکھیں، خلوت وتنہائی کے راغب رہیں، رات دن میں دو ایک وقت یک سوئی کے لئے بھی مقرر کرنے چاہئیں۔ "ذکر وفکر"، "تذکّر زلات وتقصیرات" "توبہ واستغفار" "نفی وجود وسائر کمالات" نیز "نفی مرادات از خود" اس وقت تنہائی میں کریں، اور اس کو غنیمت سمجھیں، باقی اوقات افادہ واستفادہ میں صرف کرنا چاہئیں ۔۔۔۔۔ والسلام۔

مکتوب (۱۷۸) مُلّا پائندہ کابلی کے نام :۔۔۔۔۔۔۔۔

(خواجہ محمد حنیفؒ کی تعزیت میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔ حامداً ومصلیاً ۔۔۔۔۔۔

دو خط پے در پے پہنچے ۔۔۔۔ مسرت بخشی ۔۔۔۔ شوقِ ملاقات اور موانعِ ملاقات، جو

لکھے تھے واضح ہوئے ــــ ہمیں بھی مشتاقِ ملاقات جانیں ــــ (لیکن) ملاقات، وقت پر مقرر ہے ۔ لکل اجلٍ کتاب ــــ جو کچھ فراقِ خواجہ مرحوم قدس سرّہٗ کے متعلق لکھا تھا سب صحیح ہے ــــ اَوروں کا ماتم (فقط) ایک حصّۂ زمین میں ہوتا ہے، لیکن ماتمِ اہل اللہؒ زمین و آسمان میں ہوتا ہے، اَور ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے، کیونکہ انکے فیوض و برکات سے سب محروم ہو جاتے ہیں ــــ اس خبرِ وحشت اثر سے کیا کہوں کہ کس قدر رنج والم رونما ہوا؟ لیکن چونکہ یہ (سانحہ) محبوبِ حقیقی اَور فاعلِ مختار کے ارادے سے ہوا ہے، اسلئے صبر و رضا اَور تسلیم کے علاوہ چارہ ہی کیا ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تم نے چند شعر جو "شکایتِ فلک و روزگار" میں لکھے ہیں، اَور یہ مصرع بھی اُن شعروں میں ہے ــــــــ ع

فلک با من خستہ بیداد کردہ

یہ بات بہت ہی غیر مناسب ہے ــــ بیچارہ فلک اَور روزگارِ بے بنیاد بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں، کہ حوادث اُن کی طرف منسوب ہوں، جو کچھ بھی ہے بارادۂ و تقدیرِ الٰہی ہے، زمان و آسمان کو اللہ تعالیٰ کے فعل میں کوئی دخل نہیں ہے، وہ جو کچھ کرتا ہے انصاف و عدل، ظلم و بیداد کی وہاں گنجائش ہی نہیں ــــ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃٍ ــــ ظلم و بیداد کو حضرتِ حق جل مجدہٗ میں ثابت کرنا بدترین قباحت ہے ۔ استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ قولاً وفعلاً وخاطراً ــــ خواجہ مرحوم کے فرزندوں اَور ان کی جماعت کی خدمت و رعایت، نیز خانقاہ کی دیکھ بھال میں کوتاہی نہ کریں، بلکہ جان و دل سے یہ کام کریں، اور خواجہ مرحوم کے احسانات کے بدلے میں ان کے فرزندوں کی دلجوئی کریں ــــــــ والسلام۔

مکتوب (۱۹۰) دوست محمدؒ بیگ کے نام :۔۔۔۔۔۔

(نصیحت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔۔ حامداً ومصلیاً ۔۔۔۔۔

دُو خط اپنے درپے پہنچے، خوش کیا ۔۔۔۔ الحمد للہ کہ عافیت سے ہو، اور یادِ احبّا سے غافل نہیں ہو ۔۔۔۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ تعمیرِ باطن میں بھی مشغول ہو، کوشش کرو کہ راہِ ترقی کھلی رہے ۔۔۔۔ من استوی یوماہ فھو مغبونٌ ۔۔۔۔ انفاسِ عمر بہت عزیز و غنیمت ہیں، سعی کرو کہ بطالت و خواہ مخواہی طریقہ پر نہ گذرنے پائیں ۔۔۔۔ اہم اشیاء میں مصروف رہنا چاہیئے ۔ مراقبہ، ذکرِ لسانی، تلاوت و نماز، اور حلقۂ ذکر سے خالی نہ رہیں، اور ان میں سے وقت جس کسی کا تقاضا کرے، اور جس سے جمعیتِ قلب زیادہ ہو، اس میں مشغول رہیں، زبان سے تکرارِ کلمۂ طیبہ کرنے کی جانب زیادہ راغب ہوں، اور جو کہ حضرت ایشان (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ نے لکھا ہے، کہ :" مبتدی اپنے اوقات کو ذکر سے اس طرح معمور رکھے، کہ سوائے ادائے فرائض و سنن مؤکدہ کے، اور کسی چیز میں مشغول نہ ہو" یہ درست ہے لیکن تم اس حکم سے خارج ہو، یہ حکم تو مبتدیوں کے لئے خاص ہے ۔۔۔۔ تم تو وقت جو تقاضہ کرے، امورِ مذکورہ میں سے، اور جس سے جمعیت پیدا ہو، اُس میں مشغول ہو جایا کرو ۔۔۔۔

کچھ باتیں جو نماز سے تعلق رکھتی ہیں، دونوں خطوں میں لکھی تھیں، اُن کے مطالعہ سے بہت بہت محظوظ ہوا، خصوصاً اِس بات سے کہ :" نماز پڑھتے وقت جمعیتِ قلب اور حظ بہت حاصل ہوتا ہے، اور نماز کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ مشغول رہنے کو جی نہیں چاہتا، اور جو حرف نماز میں اپنے مخرج سے نکلتا ہے وہ مسرتوں کا اظہار کرتا ہے، وہ اُس وقت گویا کہ مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے" اس بات نے تو بہت ہی خوشوقت کیا، اور

لذاتِ معنویہ بخشیں ——— کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشتن
تا برلبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

جو حالت نماز میں رونما ہوتی ہے، وہ تمام حالات سے اونچی ہوتی ہے، اور اصل کا نشان دیتی ہے، بے شائبۂ ظلّیت ——— نیز چہرۂ کار سے پردہ ہٹا دیتی ہے ۔ ۔ ۔ والسّلام۔

مکتوب (۱۹۳) سیادت پناہ میر محمد یعقوب[1] کے نام: ———
(ذکر و طاعت کی ترغیب میں)

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ——— تمہارا مکتوبِ مرغوب پہنچا ——— خوش وقت کیا ——— ذکر و فکر کے پابند اور مرضیاتِ الٰہی کے حاصل کرنے میں سرگرم رہو، قوت و جوانی کو طاعات و عبادات میں صرف کرو۔ حدیث: "شابٌّ[2] نشأ فی عبادۃ اللہ" ——— تم نے سُنی ہوگی ——— ہم تم جیسے جوانوں پر رشک و غبطہ کرتے ہیں، ہمارے ایّامِ جوانی تو یوں ہی ہوا و ہوس میں گذر گئے، فی الحال حسرت و ندامت، نقدِ وقت ہے جوانی دوبارہ لوٹ کر آتی نہیں، خواہ مخواہ کی تمنّا ہے وہی قصّہ ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ:۔

---

[1] غالباً یہ وہی میر محمد یعقوب ہیں، جن کا شمشیر خاں خطاب تھا، امرائے عالمگیری میں سے تھے۔

[2] یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے، جس میں سات ایسے اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایے میں ہوں گے۔ منجملہ ان کے ایک وہ جوان ہے جس نے عبادتِ خداوندی میں نشو و نما پائی ہے۔

"لیت الشباب یعود" (کاش جوانی لوٹ آتی) ــــ تم "ہجوم خطرات" سے پریشان نہ ہونا ــــ اپنا کام کئے جاؤ، اور استغفار کثرت سے کرو ۔ ۔ ۔ ۔ والسلام۔

مکتوب (۱۹۴) شیخ محمد باقر لاہوری کے نام :ــــــــ

(اس بیان میں، کہ مکان کو صاحب مکان سے ایک نسبت ہوتی ہے)

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ــــ مکتوب شریف پہنچا، مسرت بخش ہوا، خلیفۂ وقت (بادشاہ) کی ملاقات کے متعلق جو کچھ لکھا تھا، مفصلاً معلوم ہوا، حق سُبحانہٗ انجام امور بخیر کرے، اور خلیفۂ وقت کو توفیقِ استقامت بخشے، اور اس کو اکابر کے برکات اور ان کی نسبت سے حصۂ کامل عطا کرے۔

گرمیٔ مجلس اور "احوالِ یاراں" کے متعلق جو کچھ لکھا تھا، وہ بھی بہ تفصیل واضح ہوا، اور سبب خوشنودی و خوشوقتی ہوا، حق سُبحانہٗ دوستوں کو ہمیشہ ترقیات میں رکھے، اور ابوابِ فیوض مفتوح کرے ــــ لکھا تھا کہ "جہان آباد میں جس جگہ میں نے منزل اختیار کی تھی، وہ جگہ اتنی بے فیض تھی، کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، اُسکے بعد جب چند روز اُس جگہ میں نے نشست و برخاست کی تو وہ مکان انوار سے بھر گیا ــــ یہ انکشاف محسوساتِ ظاہری کی مانند ہے کہ گنجائشِ شک نہیں" ــــ ضرور ایسا ہوا ہوگا ــــ ع

"وللارض من کاس الکرام نصیب"

مکان کو صاحب مکان کے ساتھ ایک خاص اتصال اور ہمسائگی ہوتی ہے، اور وہ صاحب خانہ کے انوار و برکات کا اُمیدوار ہوتا ہے ــــ یہیں سے بزرگی و عظمت بیت اللہ کو قیاس کرنا چاہئے، اور اُسکے انوار و برکات کو سمجھنا چاہئے (اگرچہ)

"ماللتراب ورب الارباب" (چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک) ہمارے حضرت مجددؒ بھی خانہ ہائے سکونت کے انوار و برکات بیان فرمایا کرتے تھے، اور اُن مقامات کے عجائب و غرائب کا اظہار کیا کرتے تھے، جو مکانات اُن مکانات کے پڑوس میں ہوتے تھے، اُن کے برکات بھی بیان فرمایا کرتے تھے، بحالتِ سفر جس جس منزل، جس جس بستی، اور جس جس شہر میں وہ فروکش ہوتے تھے، اُن "بلاد و قریٰ" کے حقائق اُن پر ظاہر و منکشف ہو جاتے تھے۔

.... والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب (۱۹۵) شیخ محمد خلیل اللہ کے نام :

(درمیان سے)

.... تم نے لکھا تھا، کہ اگرچہ "ایں حکم بباریافتگاں جناب قیومیت[1] بے ادبی است" فقیر اس قسم کی عبارت سے ــــ جو اس دور از کار کے بارے میں لکھی ہے، راضی نہیں ہے خیر، جو بات گذر گئی گذر گئی، آئندہ یہ لفظ نہ لکھیں ....

مکتوب (۲۰۴) میر سید اسرائیل کے نام :

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ــــ اللہ تعالیٰ

---

[1] حضرت خواجہ محمد معصومؒ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو روضۃ القیومیہ میں قیوم ثانی اور حضرت مجددؒ کو قیوم اول لکھا ہے۔ نہیں معلوم یہ القاب کس اصل کی بناء پر مقرر کئے گئے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ تو اس مکتوب میں اس قسم کے لقب سے اظہارِ ناراضگی فرما رہے ہیں۔ (فریدی)

ابوابِ فیوض کشادہ رکھے۔۔۔ نامۂ نامی و صحیفۂ گرامی جو اسکین کے نام تھا، اسکے ورود سے مشرف ہوا۔۔۔ تم نے ظاہری جدائی و دوری پر اظہارِ افسوس کیا ہے۔۔۔ ہماری طرف سے بھی اظہارِ اشتیاق ہے۔۔۔ "المومن مرأۃ المومن" (مومن، مومن کا آئینہ ہے) کو ملحوظ رکھو، کیا کیا جائے، دنیا تو محلِ فراق ہے، محلِ لقا آخرت ہے۔ حق سبحانہٗ احسن وجوہ کیساتھ وہاں ہم کو جمع کرے، اور اس فراق ظاہری کی تلافی فرمائے۔ لقائے حق تعالیٰ بھی آخرت کے لئے موعود ہے۔۔۔۔۔۔

"مَن کان یرجو لقاء اللّٰہ فان اجل اللّٰہ لاٰت"[1] (عنکبوت)

یہ اسلئے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ موت مقدماتِ آخرت سے ہے، دُنیا میں جن مشاہدات و معاینات سے تسلّی حاصل کی جاتی ہے وہ تو سراب کی مانند ہیں کہ پیاسا اُس کو پانی سمجھتا ہے اور عالی ہمّت اُس پر فریفتہ نہیں ہوتا، اور اس سراب سے سیراب ہونے کی کوشش نہیں کرتا مشاہدات دُنیاوی تمام تر "ظلال" سے وابستہ ہیں، اور دامِ خیال سے آزاد نہیں ہیں۔۔۔ جو کچھ دیکھا گیا، اور جو کچھ جانا گیا، وہ سب کا سب "غیر" ہے۔۔۔ ہاں! نماز چونکہ معراجِ مومن ہے، اور مصلّیٔ کامل چونکہ ادائے نماز کے وقت دُنیا سے باہر اور عالمِ آخرت سے پیوستہ ہوجاتا ہے، اسلئے اگر ادائیگی نماز کے وقت میں اُس دولت کا نمونہ جو کہ آخرت کے ساتھ موعود ہے۔۔۔ رونما ہو۔۔۔ تو گنجائش ہے۔۔۔ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے اس جگہ جس قدر بھی زراعت میں افزونی کی جائے گی اُس کا اجر اتنا ہی بھرپور ملے گا،

---

[1] جو کوئی اللہ تعالیٰ کی مُلاقات کا اُمیدوار ہے، بس بیشک اللہ تعالیٰ سے مُلاقات کا وقت دارِ آخرت میں، یقیناً آنے والا ہے۔

اور آخرت میں "مراتبِ قرب و شہود" بھی زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں گے ۔۔۔
افزونیٔ زراعت یا تو کیفیت میں ہوتی ہے یا کمیّت میں، اور معتبر وہ افزونی ہے جو کیفیت
میں ہو، اسلئے کہ کمیّت میں افزونی تو عوام سے بھی ہو جاتی ہے، افزونیٔ کیفیت خواص
کے ساتھ ہی مخصوص ہے، وجہ یہ ہے کہ خواص کے نفوس دولتِ فنا و بقا کے ذریعے
"اطمینان" کے ساتھ وابستہ ہو کر "امّارگی" سے چھٹکارا پائے ہوئے ہوتے ہیں ۔۔۔
اس راستے سے طاعت و عبادت بھی ریا، اور "دقائق شرک" سے بعید، اخلاص سے
قریب، اور قبولیت سے بہت زیادہ قریب ہو جاتی ہے ۔۔۔۔۔ سلوکِ طریقہ،
حقیقتِ اخلاص کے حاصل کرنے کے لئے ہے، تاکہ بے تکلف اخلاص حاصل ہو جائے ۔۔۔
اور یہ بات فنائے نفس، اطمینانِ نفس، اور حصولِ حقیقتِ بندگی سے وابستہ ہے، اور یہ سب
چیزیں دقائق شرک سے آزادی حاصل کرنے پر موقوف ہیں، تاکہ اسلامِ حقیقی ظاہر ہو، اور
حقیقتِ صلوٰۃ اور تمام طاعات کی حقیقت جلوہ نما ہو جائے ۔۔۔۔ یہ نہیں ہے کہ مقصودِ حقیقی کو
جال میں لے آئیں گے، اور عنقا کا شکار کر لیں گے ۔۔۔۔۔ ع

"عنقا شکارِ کس نشود دوام باز چیں"

بزرگوں نے کہا ہے کہ علمِ فنا و بقا صحتِ نیت اور خلوصِ عبودیت پر مبنی ہے، اور
اسکے علاوہ مغالطہ و زندقہ ہے ۔۔۔۔ اللّٰھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی
وجنبنا عن الاشتغال بالملاھی بحرمۃ من مازاغ بصرہٗ وما طغیٰ
علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات ۔۔۔۔۔۔

والسلام اوّلاً و آخراً ۔۔۔ ۔ ۔ ۔

مکتوب (۲۰۶) حاجی محمد شریف خادم کے نام :۔ ـــــــــــــــ

(اِس بیان میں کہ رضا بقضا اور طلب و دُعا میں منافات نہیں ہے)

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ـــــ تمہارا خط جو کسر نفسی کے الفاظ پر مشتمل تھا، پہنچا ـــــ مسرت افزا ہوا ـــــ دریافت کیا تھا، کہ حدیث "ان اللہ یحب معالی الھمم" (اللہ تعالیٰ عالی ہمتی کو پسند کرتا ہے) اِس بات کی مقتضی ہے کہ "امورِ عالیہ" کو طلب کیا جائے، اور مقامِ رضا و عبودیت کا تقاضا ہے کہ کچھ نہ طلب کیا جائے، کیونکہ دُعا منافی عبدیت و رضا ہے۔

مخدوما! ـــــ یہ سوال مطلق دُعا کے بارے میں ہوا کہ دُعا و طلب، منافیٔ رضا و تسلیم ہے ـــــ جواب یہ ہے کہ منافات نہیں ہے، یہ بات جائز ہے کہ ایک شخص "موجود" پر راضی ہو، اور طالب زیادتی بھی ہو۔ طلبِ زیادتی ـــــ موجود پر عدم رضا نہیں ہے ـــــ (دیکھو) "قل رّبّ زدنی علما" اور "وھب لی ملکًا لا ینبغی لاحدٍ من بعدی" (ان دُعاؤں میں طلبِ زیادتی ہے، اور رضا کے منافی نہیں) دوستانِ حق تعالیٰ اُس کی (فرستادہ) بلا پر راضی ہوتے ہیں، اسکے باوجود اس بلا کے دفع کرنے کی بھی دُعا کرتے ہیں ـــــ (دیکھو) "انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" (اس میں دفع بلا کی درخواست ہے) اگر رضا بقضا منافیٔ طلب ہوا کرتی، تو کیوں دُعا کا حکم اُدھر سے ہوتا۔ (چنانچہ قرآن مجید میں ہے) "وقال ربکم ادعونی استجب لکم" ـــــ پس معلوم ہوا کہ رضا و دُعاء کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے ـــــ بشارت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا، اُس کا جواب اپنے حاضر ہونے پر موقوف رکھیں۔ (فی الحال) قلم کو معذور سمجھیں......

والدعاء والسلام اوّلاً و آخرًا ـــــ

مکتوب (۲۰۸) شیخ خالد سلطانپوری کے نام: ـــــــ

مکتوب مرغوب پہنچا ـــــ جو کچھ تنگیٔ روزگار کے متعلق لکھا تھا، سب معلوم ہوا، اور تفکر کا سبب ہوا، اللہ تعالیٰ عالمِ غیب سے کشادگی کرے، اور امداد فرمائے ـــــ فقیر اس بارے میں دعا کرتا ہے۔

مخدوما! ـــــ رزق کا تنگ کرنا، اور کشادہ کرنا، اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے، کسی کو اس میں دخل نہیں ہے ـــــ "اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہٖ ویقدر لہٗ" ـــــ بندۂ مقبول وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فعل، ارادے، اور تقدیر سے راضی ہو، ماتھے پر بل نہ ڈالے، کشادہ پیشانی اور خوش و خرم رہے۔ یہ فقر و فاقہ اور تنگیٔ معیشت (کبھی) اپنے ایسے خاص بندوں کو عنایت کرتا ہے جو مقصودِ آفرینشِ دنیا ہوتے ہیں، انسان کی سعادت ہے کہ وہ کسی امر میں اُن برگزیدہ بندوں کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اگر بندہ اس نعمت کی قدر جانے، اور راہِ صبر و رضا اختیار کرے تو اُمید ہے کہ کل روزِ قیامت کو بھی ان بزرگوں کے انوار و برکات میں شریک ہوگا، اور اُن کے دسترخوان کا بچا ہوا اُٹھائے گا ـــــ غمگین، پریشان، اور اپنی زندگی سے بیزار نہ ہوں، وہ زندگی جو غفلت میں گذرے، البتہ قابلِ بیزاری ہے۔ دنیا میں عیش و تنعم کے لئے نہیں لایا گیا ہے محلِ عیش تو آگے ہے: "اللّٰھم ان العیش عیش الاخرۃ" دنیا میں طاعت و عبادت کے لئے لائے ہیں، اور یہاں معرفتِ حق مطلوب ہے۔ اگر ان امورِ مطلوبہ میں خلل و نقصان آئے، تو جائے افسوس ہے ـــــ دنیا و مافیہا اس قابل نہیں کہ اسکے فقدان پر زندگی سے تنگ آجائیں ـــــ اسلئے کہ دنیا کی تنگی، آخرت کی کشادگی کا سبب ہے۔

ـــــ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب (۲۱۹) مُلّا فصیح الدین کے نام :۔

(آخری سطریں)

مخدوما! ـــ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا اس امر کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ آپ کو اُسی صورت کے ساتھ دیکھا جائے، جس صورت میں مدینۂ منورہ میں آرام فرما ہیں، جس صورت میں بھی دیکھا جائے، اُمید ہے، کہ (حسب ارشاد نبویؐ) شیطان سے تمثّل نہ ہوگا، لیکن اتنا سمجھ لینا چاہیئے، کہ وقائع و منامات، مبشرات ہیں، استعداد کی خبر دیتے ہیں، حصول پر دلالت نہیں کرتے، معاملے کو جان کھپا کر، قوت سے فعل میں لایا جاتا ہے ... ... والسلام۔

مکتوب (۲۲۰) شیخ سیف الدین (اپنے صاحبزادے) کے نام :۔

... ... جو کچھ بادشاہ دیں پناہ سلّمہ ربہ (اورنگ زیب عالمگیرؒ) کے بارے میں مرقوم تھا یعنی "اثراتِ ذکر در لطائف" "حصولِ سلطانِ ذکر و رابطہ" "قلّتِ خطرات" "قبولِ کلمۂ حق" "رفعِ بعض منکرات" اور "ظہورِ لوازمِ طلب" یہ سب باتیں واضح ہوئیں شُکرِ خدا بجالاؤ۔ طبقۂ سلاطین میں اس قسم کے اُمور حکمِ عنقا رکھتے ہیں ـــ حدیث میں آیا ہے :۔ "من احییٰ سنتی بعد ما امیتت فلہ اجر مأتہ شہید" (جس نے میری سُنّت کو اُسکے مُردہ ہونے کی صورت میں زندہ کیا، اس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا) ـــ اللّٰھم زدہٗ توفیقاً وطلباً وشوقاً وترقیاً فی مراتب قربک ـــ

فقیر دُعا و توجہ سے فارغ نہیں ہے۔ بادشاہ کی ظاہری و باطنی صلاحیت کا خواستگار ہوں، اُن کے باطن کو نسبتِ اکابر سے معمور پاتا ہوں، اور اُمیدوار ہوں کہ وہ جلد ہی

"فنائے قلب" کی دولت سے مشرف ہوجائیں گے، یہ فنائے قلب درجاتِ ولایت میں درجۂ اولیٰ ہے ——— ع

"باکریماں کارہا دشوار نیست"

والسلام اوّلاً وآخراً ....

مکتوب (۲۲۱) سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیرؒ) کے نام: ———

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— اولیٰ مایقدم حمد اللہ سبحانہ ثم الصلوٰۃ والسلام علی النبی وآلہ عن[1] انسؓ ان رجلاً قال یارسول اللہ متی الساعۃ قال ویلک وما اعددت لہا قال ما اعددت لہا الا انی احب اللہ ورسولہ قال انت مع من احببت قال انس فما رأیت المسلمین فرحوا بشیئٍ بعد الاسلام فرحہم بہا متفق علیہ ....

امابعد۔ کمترین دعاگویان محمد معصوم ——— کہف العالمین

---

[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ:۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قیامت کب آئے گی؟۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:۔ تجھ پر افسوس! تونے قیامت کی تیاری کیا کی ہے؟ (جو قیامت کو دریافت کررہا ہے)۔ اُسنے عرض کیا:۔ میں نے تیاری تو کچھ نہیں کی ہے، مگر اللہ اور اسکے رسولؐ کو محبوب رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا:۔ تو قیامت میں اُسکے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتاہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں، کہ آنحضرتؐ کے اس ارشاد سے صحابۂ کرامؓ کو اتنی مسرت ہوئی کہ میں نے علاوہ اسلام کے کسی چیز پر اتنی مسرت نہیں دیکھی۔ (بخاری ومسلم)

ظل اللہ علی العالمین، حضرت امیرالمومنین انار اللہ تعالیٰ برھانہٗ کی خدمت میں لکھتا ہے، کہ مکتوب عالی شان، جو بکمالِ عنایت و مہربانی قلمِ عنبریں رقم سے مرقوم کیا گیا تھا ـــــ خواجہ محمد شریف بخاری نے عزیز ترین زمانہ میں پہنچایا، اور فقرائے بے نوا کو تشریفاتِ جلیلہ سے نوازا ۔۔۔۔۔۔ اس مکتوب سے راہِ طریقت کا شوق پیدا تھا ـــــ اسی لئے مقصد کے حاصل ہونے کی اُمیدواری ہے ـــــ ایک درویش نے فرمایا ہے، "اگر نخواستے داد، ندادے خواست، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کچھ دینا نہ چاہتا، تو طلب کا مادہ ہی نہ پیدا کرتا ـــــ صوفیاء کا یہ جو مقولہ ہے، کہ "اذا بکی القلب من الفقد ضحک الروح من الوجد" (جبکہ قلب گمشدگی سے روتا ہے، تو رُوح یافت پر خوش ہوتی ہے) ـــــ (اس مقولہ کی رو سے) گریۂ دل کو جو کہ از راہِ طلب و شوق پیدا ہوا ہے، یافتِ رُوح پر دلیل قرار دیا گیا ہے ـــــ اس کی تفصیل یہ ہے کہ "لطائفِ خمسۂ عالم امر" آپس میں پڑوسیوں کا حکم رکھتے ہیں، ان میں بعض لطائف ایک دوسرے سے زیادہ لطیف ہیں، اور جو بھی لطیف تر ہے عالمِ غیب سے نزدیک تر ہے، اور حضرتِ وہّاب سے فیوض حاصل کرنے میں آگے بڑھا ہوا ہے، جب کبھی ان لطائف میں سے کسی لطیفہ پر کوئی غطیہ وارد ہوتا ہے، تو دوسرا "لطیفہ" جو اُس سے قریب ہے خبردار ہو جاتا ہے، اور اس دولت پر رشک غبطہ کرتا ہے، اس کی طلب میں کوشش کرتا ہے، اور اس کو گریۂ شوق دامنگیر ہو جاتا ہے ـــــ اگر کسی لطیفے پر بھی "وارد غیبی" نمودار نہیں ہوتا، تو تمام لطائف غافل رہتے ہیں، اور راہِ طلب بند ہو جاتی ہے ـــــ پس گریۂ قلب دلیل ہے اس امر کی کہ رُوح کو کچھ مل گیا، اسلئے کہ قلب و رُوح کو آپس میں نسبتِ ہمسائگی اور اتصال حاصل ہے

ایک کی یافت سے دوسرا واقف ہے، اور اس دولت کے نہ پانے سے نالاں اور اسکی طلب میں رواں ہے ــــ الحمد للہ والمنّۃ کہ فقیر زادہ (شیخ سیف الدین سرہندیؒ) "منظورِ نظرِ قبول" ہو گیا ہے، اور اس کی صحبت مؤثر ثابت ہوئی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو کہ فقیر زادے کا شیوہ ہے، اُس پر آپ نے اظہارِ شکر و رضامندی کیا ہے، بس اس عطیے (اظہارِ شکر) پر شکرِ خداوندی بجا لایا، اور یہ امر سبب از دیادِ دُعا گوئی ہوا ــــ کیا عجب نعمت ہے کہ اس طمطراقِ بادشاہت اور دبدبہ سلطنت کے ہوتے کلمہ حق، سمع قبول میں آئے، اور ایک "نامراد" کا قول، مؤثر ثابت ہو ــــ

"فبشّر عبادِ[1] الذین یستمعون القول فیتّبعون احسنہٗ اولٰئک الذین ھداھم اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب ــــ (سورۃ زمر) وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمّدٍ وّاٰلہ اجمعین وبارک وسلّم۔

مکتوب (۲۲۷) سلطانِ وقت (حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ) کے نام: ــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ بعد حمد وصلوٰۃ ــــ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ــــ کلّ شیءٍ ھالکٌ الا وجھہٗ[2] وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ــــ ولنعم ما قال لبید[3] الا کلّ شیءٍ ما خلا اللہ باطل۔

---

[1] پس خوشخبری دیجئے میرے اُن بندوں کو جو بات کو سُنتے ہیں، پس پیروی کرتے ہیں نیکو ترین بات کی یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت اللہ تعالیٰ نے کی ہے، اور یہ لوگ صاحبانِ عقل و خرد ہیں۔

[2] اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔

[3] لبید نے یہ بات کیا اچھی کہی ہے۔ آگاہ ہو جا، اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے (یعنی بے حقیقت اور فانی ہے)۔

حق تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ولاشے محض ہے۔ ایک باطل ہے، جو "حق نما" ہے، ایک عدم ہے جو "وجود آسا" ہے ـــــ ہر چیز کی ذات عدم ہے، اور عدم ہر شرّ و نقص کا مادّہ و ملجا ہے کسی چیز میں صفاتِ کمال کا پایا جانا "مرتبۂ وجوب" سے مستعار و مستفاد ہے ـــــ پس خیر و کمال کا مرجع جنابِ قدس ہے، اور شرّ و نقص تمام تر "ممکن" کی طرف راجع ہیں۔ آیۂ کریمہ :- ماؕ اصابك من حسنةٍ فمن الله وما اصابك من سيئةٍ فمن نفسك ـــــ اس معنی کی تائید کر رہی ہے۔

ممکن کمالِ نادانی سے اپنی ذات کو فراموش کئے ہوئے اور اپنی شرارت اور نقصِ ذاتی سے آنکھ بند کئے ہوئے اُپنے کمالاتِ عارضی کو خیر و کامل خیال کر رہا ہے، اور اپنے کو "مبدأ حسنات" سمجھے ہوئے ہے ـــــ اُس نے ایک "بنیاد دراز" اسی بے بنیاد تخیل پر رکھی ہے، اسی وجہ سے مولائے حقیقی سے دعویٰ ہمسری کرتا ہے، یہیں سے رعونت دانانیت پیدا ہوتی ہے ـــــ عجیب معاملہ ہے، کہ "اصل" جو کہ کمال و جمال کیساتھ آراستہ ہے، در پردہ ہے، اور نظر سے پوشیدہ ہے، اور "ظل"، جو کہ منبعِ نقص و شرارت ہے اپنے کو خواہ مخواہ عنوانِ اصل کے ساتھ ظاہر کر کے ناظرین پر جلوہ گر ہو رہا ہے ؎

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمۂ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

جب کوئی سالک، عنایاتِ ربانی کی برکت سے اپنی عدمیت ذاتی پر اطلاع پاتا ہے، اور اپنے صفاتِ کمال کو حق تعالیٰ کے کمالات کا پرتو یقین کرتا ہے، اور ان عارضی

لہ جو بھی بھلائی تجھے پہنچتی ہے، وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو بُرائی تجھے پہنچتی ہے، وہ تیری ذات سے ہے۔

کمالات کو بالکلیہ اصل کے حوالے کرتا ہے، اور اپنے آپ کو، جو کہ آئینۂ کمالات ربانی ہے، محض خالی پاتا ہے، اور معدوم محض دیکھتا ہے، تب جاکر فنائے حقیقی سے مشرّف ہوتا ہے، اور "انانیت امّارہ" سے چھٹکارا پاتا ہے، پھر "نفسِ امّارہ" تدریجاً "نفسِ مطمئنہ" بنتا ہے۔ اُسی وقت نعمتِ حق اُسکے حق میں کامل ہوتی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

چوں ہدا نستی کہ ظِلّ کیستی
فارغی گر مُردی و در زیستی

اسکے بعد ـــــ عرض ہے ـــــ کہ مکتوب عالی شان نے سعید ترین زمانہ میں پرتو نزول ڈال کر فقرائے بے نوا کو بہجت و شرف سے نوازا ـــــــ ؎

از آمدنش چو گل شگفتم
دامن دامن بہار رفتم

آپ کے مکتوب کے فصاحتِ رنگیں اور بلاغتِ معانی و نکات کا کیا بیان کروں ؎

ففی کل لفظ منہ روضٌ من المنیٰ
وفی کل سطرٍ منہ عقدٌ من الدرر[1]

اس سے پہلے فقیر زادے (شیخ سیف الدین) کے خط میں "کیفیت سبق باطن" ... لکھ چکا ہوں، نظرِ عالی سے گذرا ہوگا ـــــ آپ نے دعا و توجہ غائبانہ کی طلب اس "شکستہ" سے کی ہے، ہرچند پہلے بھی اکثر دعا کرتا تھا، اور توجہ میں مشغول رہتا تھا، لیکن اس وقت جب کہ اس قسم کی مہربانیاں اور خصوصیات درمیان میں

---

[1] اسکے ہر ہر لفظ میں آرزؤوں کا ایک باغ مضمر ہے، اور ہر ہر سطر میں موتیوں کا ایک ہار پنہاں ہے۔

آ گئی ہیں مو "جمع ہمت" کے ساتھ سلسلۂ علیہ نقشبندیہ کے طریق معہود پر ترقی باطن، اور دیاد کیفیت استقامت، نیز نصرت ظاہر کے لئے دعا کرتا ہوں، اور کسی طرح کوتاہی پر راضی نہیں ہوں ــــ آپ نے "بارِ گرانبار جہانداری" اور حسنِ خاتمہ کے متعلق بھی اظہار کیا تھا ــــ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے آپ کو اس بارہ میں خوف، عنایت فرمایا ہے، اسلئے بہت کچھ (اچھی) اُمیدیں ہیں ــــ یہ خوف کارہائے مشکل کو آسان کردیتا ہے ــــ حدیث میں آیا ہے :- لا یجتمع[1] خوفان خوف الدنیا وخوف الاٰخرۃ ــــ فقیر زادے کی ادائیگی خدمات اور لوازم خیراہی آپ کی نظر میں پسندیدہ ہیں، یہ بات اس کے لئے موجب سعادت و باعث امتیاز ہوئی ــــ فقیر زادہ جوکہ صاحب کمالات صوری و معنوی ہے، عزلت اور عدم اختلاط کی عادت رکھتا تھا، چند آدمیوں میں بیٹھنے کی بھی اُس کو عادت نہ تھی، لیکن محض خیرخواہی نے اُس کو اس بات پر آمادہ کیا ہے (کہ آپ کے پاس گیا)..... مربّی حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، وہ خود دردِ طلب دیتا ہے، اور اپنی طلب میں دوڑاتا ہے اور خود راہِ وصل کھولتا ہے ــــ ع

"از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند"

آفتابِ سلطنت و کوکبِ معدلت تابندہ و درخشاں باد.........

ــــ والسلام اولاً و آخراً

---

[1] خوفِ دُنیا اور خوفِ آخرت کسی شخص واحد کے اندر جمع نہیں ہوتے (یعنی اگر کسی کے اندر خوفِ آخرت ہوگا، تو خوفِ دُنیا سے محفوظ رہے گا)۔

مکتوب (۲۳۱) میرزا لطیف بخاری کے نام :————

(آخری حصہ)

...... تم نے لکھا تھا، کہ: "ایک دن آپ کے حقائق و معارف کا ذکر ہو رہا تھا، بات سُلطانِ ذکر پر چلی، تو صدرِ اہلِ مجلس نے کہا کہ اب تک میں نے اِس نام کا کوئی ذکر نہیں سُنا اور کتابوں میں بھی نظر سے نہیں گذرا، آیا یہ اولیائے سابق کی اصطلاح یا آپکی کوئی حالت ہے؟"

مخدوما! ——— سُلطانِ ذکر ہمارے طریقے میں زبان زد، اور شائع و ذائع ہے اور ہم نے اپنے پیروں سے اس کو سُنا ہے، ہمارا ایجاد کردہ نہیں ہے، جو کچھ بھی ہے بزرگوں کی چیز ہے ...... (قطبِ عالم) حضرت شیخ عبد القدوس (گنگوہیؒ) جو کہ اکابر مشائخِ ہند سے ہوئے ہیں، اور جن کا زمانہ حضرت خواجہ احرار کے قریب قریب ہے ...... اُن پر ...... اخیر عمر میں "استغراق و بیخودی" غالب ہو گئی تھی، چنانچہ اکثر استغراق میں رہتے تھے۔ اوقاتِ نماز میں بآوازِ بلند اُن کو بیدار کیا جاتا تھا، اِس راز کو اُن سے معلوم کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ "میں نے دل کو ذکر سے بہت کوٹا ہے، اِسلئے "سُلطانِ ذکر" ہر وقت غالب رہتا ہے اور وہ مجھ کو مجھ سے اُچک لیتا ہے۔"

تم نے یہ بھی لکھا تھا، کہ: "اگر دَس آدمی خلفاء میں سے اس مُلک (علاقۂ بخارا) میں ہیں تو گنجائش ہے، اسلئے کہ اِس علاقے کی وسعت بہت ہے، طالبانِ حق کی خبر گیری آپ کے ذمّے کی گئی ہے، اِسلئے ضروری ہے کہ ربع مسکوں کی خبر گیری آپ ہی کریں۔"

مخدوما! ——— یہ مسکین اپنے آپ کو کسی گنتی میں نہیں گنتا، اپنے کو لاشئے خیال کرتا ہے اسی وجہ سے کسی امرِ اہم کو انجام نہیں دے سکتا، اور بھلا میں مولائے حقیقی کے (زیرِ تصرف) کام میں اپنے کو کیسے دخیل کر سکتا ہوں ——— ٥

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے
از ہیچ کم از ہیچ نیاید کارے

مربیِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے، اور "ربع مسکوں" اور سوائے اسکے اسی کے تحتِ تصرف ہیں۔ ع

"از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند"

اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے کہ کسی شخص کو اپنے دوستوں میں سے کسی سے فیض مند کر دے، اور درجۂ کمال تک پہنچائے، تو اُس شخص کو اس بزرگ کی صحبت میں پہنچا دیتا ہے، یا اُس بزرگ کو اس طالب کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ ۔۔۔ ۔۔۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہم جیسے مہجوران دور از کار کو تو سوگِ ہجر اور ماتمِ عصیاں کرنا ضروری ہے، اور رعایتِ شریعت کے ساتھ ساتھ گوشۂ نامرادی کو اختیار کرنا اہم چیز ہے۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ہمیں خود مرضیاتِ خداوندی میں کمر ہمت کو چست باندھ لینا چاہیئے ——— واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا ——— اب جو بھی مناسبت رکھتا ہے، فیض حاصل کرے گا، ورنہ نہیں ——— والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب (۲۳۲) اپنے صاحبزادے شیخ سیف الدینؒ کے نام:———

(آخری حصہ جس میں مجالس سلطانی کا ذکر ہے)

۔۔۔ ۔۔۔ لکھا تھا کہ: "مجالس سلطانی میں عجیب اسرار جلوہ گر ہوتے ہیں، جونہی اُن کی محفلوں میں داخلہ ہوتا ہے "عروج و نزول" کی کیفیات کیساتھ ممتاز کر دیا جاتا ہے" ٹھیک ہے، اہلِ کمال ہر قطعۂ زمین سے نئے فیوض و اسرار جو اُسکے مناسب حال ہیں، مشاہدہ کرتے ہیں، اور ہر زمین سے اُس زمین کے مناسب، کمال کو حاصل کرتے ہیں۔

کسی زمین کو "معاملات فنا" کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے، اور کسی کو کمالات بقا کے ساتھ موافقت ہوتی کسی قطعے کو عروج سے مناسبت ہے اور کسی کو نزول سے ـــــ حرم مکہ کے کمالات و معاملات جدا ہیں، حرم مدینہ کے فیوض و کاروبار جدا ـــــ ع

ہر خوش پسرے را حرکاتِ دگر ست

تم نے بادشاہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا تھا، کہ اُن کے اندر وسعت لطیفۂ اخفیٰ اور اس سے مناسبتِ تامہ کا پتہ چلتا ہے۔ اِس بات کے مطالعے سے خوشی ہوئی ـــــ لطیفۂ اخفیٰ سب سے بڑا لطیفہ ہے، اور اس کی ولایت سب ولایات سے اونچی ہے۔ اس لطیفے کو خاص سرورِ کائنات کے ساتھ خصوصیت حاصل ہے ـــــ علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات ـــــ فقیر بھی بادشاہ کے اندر لطیفۂ اخفیٰ کی مناسبت پاتا ہے ـــــ والغیب عند اللہ ـــــ

مکتوب (۲۳۴) خواجہ محمد وفا حصاری کے نام :ـــــ

بعد تسمیہ و حمد و صلوٰۃ ـــــ مکتوب مرغوب وصول ہوا ـــــ جو کچھ حوادثِ روزگار کے بارے میں لکھا تھا، معلوم ہوا۔

مخدوما! ـــــ سب باتوں کو جانب اللہ سمجھنا چاہیئے، اور "کشائش کار" کو اُسی کی طرف سے تلاش کرنا چاہیئے ـــــ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ. . . . . . .

مخدوما! ـــــ تم نے خط میں فقیر کے نام کو حق تعالیٰ کے نام کے اوپر لکھا ہے ـــــ یہ بات اچھی نہیں ہے ـــــ توبہ کرو ـــــ اِسکے بعد ایسا نہ ہونا چاہیئے، بظاہر تم نے

ایسا سہواً کیا ہو گا۔ بہرحال توبہ و انابت درکار ہے ــــــ ابوابِ ترقیات مفتوح باد۔

مکتوب (۲۳۷) امان بیگ کے نام : ــــــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التحیات۔

مکتوب شریف پہنچا، جو شوقت کیا ــــ تفرقاتِ دُنیائے دنی، کثرتِ قرض، اور رسلوکی اہل خانہ کی شکایت تم نے لکھی تھی، ان سب باتوں کو منجانب حق سمجھو، اور ان امور کے پیش آنے پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے حجاب میں نہ ہو، بلکہ ان صوری حوادث کے ذریعے سے جمعیتِ معنوی کے اسباب مہیا کرو۔

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود
بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

ایک طالب راہ نے ایک ماہرِ راہ سے شکایت کی، کہ میں ہجومِ خطرات سے پریشان ہوں ــــ اس نے کہا، کہ آیۂ : ۔ "الا انہ بکل شیئٍ محیط" کے معنی کے بموجب جبکہ احاطہ و شمول مطلوب معلوم ہے، تو خطرات کو اسباب وصل میں سے شمار کرنا چاہیئے، نہ کہ موجباتِ فصل میں سے ــــ اور ہمیشہ ابوابِ مشاہدہ کو مفتوح رکھنا چاہیئے، اور روزنِ غفلت کو بند۔ ۔۔ اور خواب میں جو تم نے دیکھا ہے، کہ : " پیش فقیر، بساطِ شطرنج کھلی ہوئی رکھی ہے، اور فقیر نے تم سے کہا ہے کہ تمام لوگ جو حاضر ہیں، وہ تو ہمارے ساتھ شطرنج کی بازی لگا چکے ہیں، اب تمہارا نمبر ہے آؤ ہمارے ساتھ کھیلو، اور تم نے کھیلنا شروع کر دیا، اسکے بعد تمہاری آنکھ کھل گئی "۔

مخدوما! ــــ بساطِ شطرنج اور اس کا کھیلنا عبارت ہے، راہِ حق میں وجودِ بشریت کی بازی لگا دینے سے ــــ یعنی دوسرے تو اپنی جان کی بازی لگا چکے، اب تمہاری نوبت ہے ــــ یہ "باختن" تعلقاتِ بشری سے آزادی اور صفاتِ بشری کی فنا

کے معنی ہیں ہے ———— ؎

پارسا مارا بمقامر گفت واللہ راست گفت ❊ اوبدید ہر دو جہاں را من بیک جو باختم

مکتوب (۲۳۹) شیخ ابوالمظفر برہانپوری کے نام: ————

(آخری حصّہ)

...... مدّت ہوگئی کہ فقیر ضعف بدنی میں گرفتار ہے، اور اہم کاموں کی انجام دہی سے عاجز ہے، اسکے باوجود اہلِ طلب کو اطراف واکناف سے مور وملخ کی مثل، کثیر تعداد میں یہاں لایا جارہا ہے ———— بقدرِ طاقت اُن کے احوال کی پرداخت کی جاتی ہے۔ آثارِ عظیم مسترشدین ومریدین میں پیدا ہو رہے ہیں، اور اُن کا شعلۂ شوق بہر بلند ہو رہا ہے، وہ اوّل قدم میں علائق وماسوئی سے آزادی حاصل کر لیتے ہیں (لیکن) "خستگی وگرفتاری" اِس "بے حاصل" کے حصّے میں آئی ہے، اور قرعۂ ہجر و دُوری اِس (عاجز) کے نام پر نکلا ہے مگر کیا ہو سکتا ہے؟ ———— ؎

ہجر یکہ بُود مرادِ محبوب ❊ از وصل ہزار بار خوشتر

یہ ہجر، مجمع کثیر کے وصل کا سبب اور یہ دُوری، دوسروں کی حضوری کا باعث، اور یہ "گرفتاری"، خلقِ بسیار کے شوق کا وسیلہ بن رہی ہے ———— فہم من فہم ———— والسّلام اوّلاً وآخراً۔

مکتوب (۲۴۲) مخدوم زادہ عالی درجہ، شیخ سیف الدینؒ کے نام: ————

(شروع کا حصّہ سلطانِ وقت سے متعلق تھا)

بعد الحمد والصّلوٰۃ وارسال التحیات ———— مکتوب مرغوب پہنچا۔

خوشنوت کیا ــ جو کچھ "بادشاہِ دین پناہ" کے حالات کے متعلق مرقوم تھا، وہ واضح ہوا طبقۂ سلاطین میں اسی قسم کے امورِ غرائب روزگار سے ہیں ــــ اللّٰھم زد ۔۔۔۔۔۔

مکتوب (۲۴۳) شیخ سیف الدّین کے نام : ــــــــ

نامۂ نامی آں فرزندِ گرامی رسیدہ بہجت افزا گردید ـــ محبّ الفقراء کامگار خاں کے خط کا جواب لکھ کر بھیجا گیا ہے، وہ جواب، فوائد و نصائح ضروریہ پر مشتمل ہے ــــ حق تعالیٰ تاثیر بخشے ـــــــ ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

مکتوب (۲۵۳) اپنے صاحبزادے خواجہ محمد اشرف کے نام : ـــــــ

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ـــ مکتوب مرغوب محبّت اسلوب فرزندی ارشدی نورِ چشمی رسیدہ خوش وقت ساخت و مضمون آں بوضوح پیوست ـــ اپنے حالات لکھتے رہا کرو، اوقات کو وظائفِ طاعات و مراقبات سے معمور رکھو ـــ "دال" سے "مدلول"، "ظل" سے "اصل"، "علم" سے "حیرت"، "گفتگو" سے "خاموشی"، "پوست" سے "مغز"، اور "لفظ" سے "معنیٰ" کی طرف متوجہ ہو جاؤ ـــــ ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی ❊ رفتہ ز حروف در معانی

۔۔۔۔ جو کچھ تم نے لکھا ہے کہ اپنے آپ کو "محمدی المشرب" پاتا ہوں ـــ مبارک ہے سعادت آثارا! فقیر بھی یہی معنیٰ تمہارے بارے میں سمجھ رہا ہے ۔ ان ربّک واسع المغفرۃ ۔

مکتوب (۲۵۴) اپنے صاجزادے شیخ صبغۃ اللہؒ کے نام :

(تربیتِ طلبہ اور رضامندیٔ اخوانِ طریقت کی ترغیب میں)

فرزندی توفیق آثاری لا زالت کرامتہ واستقامتہ بجمعیت باشند۔

شکر خدا کہ عزیزم محمد حنیف تم سے بہت راضی ہیں ___ اخوانِ طریق کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے ___ حدیث شریف میں آیا ہے : ___ "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ"، (جس نے احسان کرنے والے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا، اُس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا)۔

دوسری بات یہ کہنی ہے، کہ طالب حق، مستورات کی ایک جماعت تم سے متعلق ہے، اپنے آپ کو ہر طریقے سے جمعیت کے ساتھ رکھ کر اس جماعت کی بھی جمعیت کا ذریعہ بنو، اور احوال لکھتے رہا کرو ___ واللہ سبحانہ الموفق۔

مکتوب (۲۵۵) (مکتوب الیہ کا نام درج نہیں ہے)

بعد حمد و صلوٰۃ ... آدمی جب تک ماسوی اللہ میں گرفتار ہے، اور اس کا صحنِ سینہ ماسویٰ کے نقوش سے منقش ہے، تب تک وہ مرضِ باطن میں مبتلا ہے اور قربِ حق تعالیٰ سے دور و مہجور ہے، اس مرض کے ازالے کی فکر اور اس علتِ معنوی

لہ صاجزادہ شیخ صبغۃ اللہ سرہندیؒ ۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے سب سے چھوٹے صاجزادے تھے ۔ سنہ ۱۰۳۲ھ میں پیدا ہوئے ۔ اپنے والد ماجد سے علم و معرفت میں کسبِ کمال کیا ۔ ۹ ربیع الاول ۱۱۲۰ھ میں انتقال کیا ۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۶ بحوالہ تذکرۃ الانساب مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ)۔

کے دفع کرنے کا علاج اس فرصتِ قلیل میں کر لینا سب سے زیادہ ضروری ہے، بزرگوں نے اس مرض کا ازالہ، ذکر کثیر کے ساتھ متعلق کیا ہے، اور طہارتِ باطن کا حاصل کرنا یادِ حق پر موقوف رکھا ہے۔ (قرآن میں ہے) یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً و سبحوہ بکرۃً و اصیلا ـــــ ذکرِ کثیر اُس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ غفلت اسکے پیچھے نہ ہو، غفلت اس راہ میں سمِ قاتل اور مرضِ باطن کی ممد معاون ہے۔ ایک درویش کا مقولہ ہے کہ اگر کوئی سعادت مند، اللہ تعالیٰ کی طرف تمام عمر متوجہ رہا، اور ایک لحظہ اس سے غافل ہو گیا، تو جو چیز اُس سے فوت ہوئی وہ اُس سے زیادہ ہے جو اُسے حاصل ہوئی ـــــ اس ذکر کا کمال یہ ہے کہ ماسوئیٰ میدانِ سینہ سے اپنا بوریا بستر باندھ کر رخصت ہو جائے، اور تمام مطلوبات سے سینہ پاک و مصفّا ہو جائے۔ نہ خوشیٔ دنیا سے خوش ہو، نہ غمِ دنیا سے غمگین ہو ـــــ اگر تکلفاً بھی ماسوئیٰ کو اپنے سامنے لانا چاہے تو وہ سامنے نہ آسکے، بوجہ اس نسیان کے جو باطن کو ماسوئیٰ سے حاصل ہو گیا ہے ـــــ اگر اس قسم کا نسیان حاصل نہیں ہوا تو پھر ذکرِ حق، یادِ ماسوئیٰ سے آمیزش کئے ہوئے ہوگا، اور جس چیز میں شرکتِ غیر ہو، وہ شایانِ بارگاہِ قدس نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ الا للہ الدین الخالص ... ... اس حالت کو "فنا" سے تعبیر کرتے ہیں، یہ اس راہ کا قدمِ اوّل ہے ـــــ "سیر الی اللہ" اس مقام پر انجام کو پہنچ جاتی ہے، اسکے بعد "سیر فی اللہ" اور سیر در کمالاتِ اسمائی و صفاتی شروع ہوتی ہے، یہ دوسری سیر "سیرِ معشوق در عاشق" کہلاتی ہے، اسلئے کہ عاشق اس مقام میں سیر سے سیراب ہو چکا ہوتا ہے ـــــ ؎

آئینہ صورت از سفر دور ست ٭ کاں پذیرائے صورت از نور ست

اس سیر کا کمال عالمِ آخرت کے ساتھ متعلق ہے، اس دُنیائے فانی کے معاملات اُس عالمِ باقی کے معاملات کے ساتھ جو نسبت رکھتے ہیں، وہ محض صورت ہی صورت ہیں اور دریائے محیط کے مقابلے میں شبنم کا حکم رکھتے ہیں ــــ پس عالی ہمت لوگوں کی نظر عالمِ آخرت پر ہوتی ہے، وہ اس عالمِ فانی کے (عارضی) کمالات سے دھوکے میں نہیں آتے، اور سیراب نہیں ہوتے ــــ اسی بنا پر آنسرورِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حدیث میں خبر دی گئی ہے :- کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الحزن متواصل الفکر[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اُن کمالات کے جو آپ کو حاصل تھے، دُنیا سے خوش نہیں تھے، اِس سے اعراض کئے ہوئے تھے ــــ بالآخر "اللّٰھم الرفیق الاعلٰی" زبان سے ادا فرماتے ہوئے آخرت کی طرف سدھار گئے ــــ آخرت میں ظاہر ہے کہ آپ کا یہ حُزن و غم دُور ہی ہو جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ ــــ اِسلئے کہ مقامِ آخرت مقامِ حُزن نہیں ہے، حُزن کا مقام تو دُنیا ہے ــــ آیۂ :"ولسوف یعطیك ربك فترضٰی"[2] اس حقیقت کی گواہ ہے وہ معاملہ جو آخرت کیلئے موعود ہے، اُس کا آغاز موت سے ہوتا ہے ــــ (بزرگوں کا مقولہ ہے) :- الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب[3] ــــ قرآن شریف میں ہے :- من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ لاٰتٍ ــــ یہ بھی اسی طرف اشارہ ہے ــــ یہ معاملہ اگر کسی کو نماز میں ــــ جو کہ معراجِ مومن ہے اور

---

[1] جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حُزن و فکر میں رہا کرتے تھے۔
[2] اور عنقریب اللہ کی وہ عنایت ہوگی کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔
[3] موت ایک پُل ہے، جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے۔

دنیا سے کٹنے اور آخرت سے جڑنے کا ذریعہ ــــ رونما ہو ــــ تو اسکی البتہ گنجائش ہے ــــ
حدیث شریف میں آیا ہے، کہ :- وقتِ نماز وہ حجاب جو درمیانِ بندہ وخدا ہے اٹھ جاتا ہے۔ اور
"ادحنی یابلال وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ" میں بھی اسی طرف اشارہ ہے ــــ خلاصۂ کلام
یہ ہے، کہ "محلِ شادی ورضا" آخرت ہے، اور "محلِ درد وفقدان" دنیا ہے ــــ اس عالمِ فانی
کی بہترین پونجی اگر کچھ ہے تو وہ درد واندوہ ہے، اور اس دسترخوان کی سب سے عمدہ نعمت
سوز وگداز ہے ــــ اس جگہ کی بے آرامی، آرام ہے، اور یہاں کے سوز میں ساز ہے ــــ
یہاں پر وصل طلب کرنا، دریا کو کوزے میں ڈھونڈھنا، اور آفتاب کو "طشتِ آب" میں
تلاش کرنا ہے ــــ یہ عالمِ فانی ایک مزرعہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا، یہاں پر
"وہاں" کیلئے جس قدر افزونی زراعت کی جائے گی، ثمراتِ بے اندازہ کی امید ہے ــــ
یہ "دارِ عمل" ہے "دارِ اجر" تو آگے آرہا ہے ــــ وقتِ عمل میں اجر طلب کرنا
بیکار بات ہے ــــ البتہ اگر کسی (خاص بندے) کو دنیا ہی میں حکمِ آخرت عطا فرمادیں
کہ اس دنیا ہی میں اسکے اُخروی اجر برسائے جائیں، اور آخرت کے اجر میں بھی کمی
نہ واقع ہو ــــ تو یہ ممکن ہے ــــ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیل علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی شان میں فرماتا ہے :- واٰتیناہ اجرہٗ فی الدنیا وانہ فی الاٰخرۃ
لمن الصالحین ــــ

اگرچہ ایں لحظہ ممکن کا یہ شب نیست
زبختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ــــ

ــــ والسلام اوّلاً وآخراً

مختصر تذکرہ اورنگ زیب عالمگیرؒ

(جن کے نام اس مجموعہ میں متعدد اہم مکاتیب ہیں)

سلطان الہند اورنگ زیب عالمگیرؒ ـــ شاہجہاں کے صاحبزادے تھے ـ ارجمند بانو ممتاز محل کے بطن سے ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۸ھ کو شب یکشنبہ میں بمقام دوحد پیدا ہوئے ـــ آفتاب عالم تاب تاریخ پیدائش ہے ـ ۳۹ سال، ۱۱ ماہ، ۲۰ یوم کی عمر میں ۱۰۶۸ھ کو تخت نشین ہوئے ـــ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سے تاریخ جلوس نکلتی ہے ـــ پچاس برس، ۲ یوم حکومت کرکے ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ بروز جمعہ دکن میں انتقال کیا ـــ روحٌ وریحان وجنت نعیم سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے ـ خلدآباد (دکن) میں مدفون ہوئے ـــ اکانوے سال تیرہ یوم کی عمر ہوئی ـــ خلد مکاں بعد وفات لقب پایا ـــ مولانا سید محمد قنوجی اور علامہ سعد اللہ خاں اور دیگر فضلائے عصر سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی ـــ تفسیر و حدیث پر کافی عبور تھا، ترکی بھی جانتے تھے ـ درویش مزاج، ماہر علم دین، عدل گستر اور انتہائی شجاع و مدبر تھے ـ انکے حسن سیرت اور تقوی شعاری کی ہر منصف مزاج ہمعصر مورخ و سیرت نگار

نے تعریف کی ہے۔ حافظ قرآن بھی تھے ــــ اور کمال یہ کہ تختِ حکومت پر بیٹھ کر قرآن حفظ کرنا شروع کیا، اور تیسوں پارے اپنے سینے میں محفوظ کیے ــــ سنقر ثاث فلا تنسٰی سے تاریخ آغازِ حفظ۔ اور "لوح محفوظ" سے اختتامِ حفظ کی تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وفات کے سال ۵ برس کی عمر تھی، اُن کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ سے بیعت تھے، اور حضرت خواجہ سیف الدین سرہندیؒ نبیرۂ حضرت مجددؒ سے سلوک طے کیا تھا ــــ خواجہ محمد نقشبندؒ (حجۃ اللہ) اور خواجہ محمد زبیرؒ کی زیارت سے بھی (حسبِ قولِ صاحب روضۃ القیومیہ) مستفیض ہوئے۔

اب ان کی کچھ خصوصیات مآثر عالمگیری اور نزہتہ الخواطر جلد ۶ سے بطور خلاصہ یہاں لکھی جاتی ہیں ــــ

حضرت خلد مکاں (عالمگیرؒ) مذہبی معاملات کے بیحد پابند تھے، حنفی المذہب سُنّی تھے۔ اسلامی فرائض خمسہ کی پابندی اور اُن کے اجراء میں بیحد کوشاں رہتے تھے ہمیشہ باوضو رہتے، اور کلمۂ طیبہ و دیگر اوراد و وظائف ہر وقت زبان پر جاری رہتے تھے نماز اوّل وقت مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ جمعہ کی نماز مسجد کبیر میں عام آدمیوں کے ساتھ پڑھتے تھے۔ زکوٰۃ شرعی کی ادائیگی کا خاص اہتمام تھا ــــ رمضان کا مقدس مہینہ ادائے صوم اور پابندی تراویح وغیرہ میں بسر ہوتا تھا ــــ ہر ماہ ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزوں کے بیحد پابند تھے ــــ ہر ہفتے پیر، جمعرات اور جمعہ کا روزہ بھی رکھتے تھے ــــ رمضان کے آخر عشرے میں مسجد میں اعتکاف فرماتے تھے۔ حج بیت اللہ کے بیحد مشتاق تھے، مگر موقع نہ مل سکا ــــ ہر سال اور کبھی ہر دوسرے تیسرے سال حرمین شریفین کے غریب زائرین و مجاورین کیلئے

رقم کثیر ارسال کرتے رہتے تھے، اور حجاج کا ایک گروہ بادشاہ کی نیابت میں طواف حج وسلام رسانی میں ہمیشہ مصروف رہتا تھا ـــــ مزامیر سے سخت پرہیز تھا ـــــ غیر مشروع لباس زیب تن نہیں فرمایا۔ چاندی سونے کے برتنوں سے اجتناب تھا ـــــ مجلس میں کبھی غیبت نہیں ہوسکتی تھی ـــــ جھروکے میں درشن کی رسم موقوف کردی، ہر روز دو یا تین مرتبہ منظرِ عام پر تشریف لاتے تھے، داد خواہ بغیر کسی روک ٹوک کے حاضرِ خدمت ہوسکتے تھے ـــــ بجبہ کشادہ پیشانی سے داد خواہوں کی تمام شکایات سنتے، اور بے حد شفقت کے ساتھ تسلی فرماتے ـــــ بادشاہِ رعیت نواز نے کبھی ایسا حکم نہیں دیا جو رفاہِ عام کے خلاف ہو ـــــ زنانِ بازاری اور فواحش و منکرات کے شیدائی دار الحکومت سے خارج کردیے گئے تھے، اور تمام ممالک محروسہ میں شرعی و اخلاقی احکام جاری کیے گئے تھے۔ احتساب کا محکمہ قائم تھا۔ عاملانِ احتساب، مجرمین سے بازپرس کرتے تھے ـ غربا اور مساکین کی راحت رسانی کے لیے دار الحکومت میں نیز دیگر علاقوں کے بہت سے شہروں میں خیرات خانے قائم کیے۔ تعداد میں شفاخانے تعمیر کرائے، مسافروں کے لیے سرائیں تعمیر کرائیں، ایک سڑک رنگ آباد سے اکبرآباد (آگرہ) تک، دوسری لاہور سے کابل تک تیسری لاہور سے پیر تک بنوائی۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا ـــــ امام غزالیؒ وغیرہم صوفیاء کی کتابیں پر مطالعہ رہتی تھیں ـــــ دولاکھ روپے کے صرف سے فتاویٰ عالمگیری کو مرتب کرایا۔ ماء کے لیے وظائف مقرر کیے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ درس و افادہ میں مشغول رہیں۔ شائخ کے لیے بھی رقم مقرر کی، تاکہ وہ عبادت الٰہی میں دلجمعی کے ساتھ مشغول رہیں ـــــ ظائف میں وہ مسلم وغیر مسلم کا فرق نہیں کرتے تھے، چنانچہ حضرت عالمگیرؒ کے وہ فرامین آج تک نارس اور دیگر شہروں میں موجود ہیں، جن سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے ـــــ

نسخ، نستعلیق اور خطِ شکستہ میں خاص مہارت حاصل تھی، اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھتے تھے ــــ ایک قرآن جو بادشاہ بننے سے پہلے لکھا تھا، اُسکو مکۂ معظمہ بھجوایا، اور دوسرا قرآن جو بعدِ جلوس لکھا تھا سات ہزار روپے کی جلد بندھوا کر مدینۂ منوّرہ کو بھیجا۔
فنِ انشاء میں بھی خاص مہارت تھی۔ رقعاتِ عالمگیری اُن کی انشاء نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے، ایک شعر یہ ہے ؎

غمِ عالم فراواں است و من یک غنچۂ دل دارم
چساں در شیشۂ ساعت کُنم ریگِ بیاباں را

زمانۂ علالت میں بھی نماز با جماعت اور اوراد و وظائف کا اہتمام تھا۔ یومِ وفات یعنی اٹھائیسویں ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ (جمعہ) کی صبح کو فجر کی نماز کے لئے باہر آئے تھے ــــ بیہوشی ہو جانے کے بعد بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ تھے ــــ عین عالمِ نزع میں کرب و اضطراب کے باوجود تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس دارِ فانی سے سفر کرنے کے لئے جمعہ کا دن نہایت خوب و مبارک ہے ــــ یہ آرزو پوری ہوئی۔ اسی روز ایک پہر دن گزرنے کے بعد یادِ الٰہی میں مصروفیت کے عالم میں رُوحِ پُرفتوح نے روضۂ جنت کی راہ لی ــــ آپ کی وصیت کے مطابق جسمِ مبارک کو خلد آباد (دکن) میں سرگروہِ اربابِ یقین حضرت شیخ زین الدینؒ کے مقبرے کے اندر پیوندِ خاک کیا گیا ــــ

(ماخوذ از مآثرِ عالمگیری و نزہۃ الخواطر، جلد ۶)

